ناظم اعلیٰ جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات (سانگلہ ہل)

قاری محمد حبیب قادری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات

کے تعارف پر مبنی کتاب بنام

تذکرۂ حبیب رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

پیر محمد ضیاء المصطفیٰ رضوی مدظلہ العالی

ناظم اعلیٰ جامعہ فاطمۃ الزہراء

مکتبہ اعلیٰ حضرت

ناظم اعلیٰ جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات (سانگلہ ہل)
قاری محمد حبیب قادری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات
کے تعارف پر مبنی کتاب بنام

تذکرۂ حبیب رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

پیر محمد ضیاء المصطفیٰ رضوی مدظلہ العالی

مکتبہ اعلیٰ حضرت
داتا دربار مارکیٹ، لاہور
042-37247301
0300-8842540
0315-8842540

فہرست مضامین

پیش لفظ	03
☆ تاثرات	11
☆ میرا عظیم بیٹا، از قلم والدہ محترمہ قاری محمد حبیب رحمۃ اللہ علیہ	19
☆ محسن اہل سنت	21
☆ آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے	23
☆ باتیں ان کی یاد رہیں گی	26
☆ گل گلستان رضا	29
☆ آہ! میرے پیارے ابا جان	31
☆ قاری محمد حبیب قادری رحمۃ اللہ علیہ حیات وخدمات	37
☆ چند یادیں-چند باتیں	107
☆ منقبت	110
☆ باکمال شخصیت	111
☆ ایک عظیم انسان	112
☆ پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت	114
☆ ذکرِ حبیب	115
☆ محسن ملت ودین	116
☆ بحیثیت مثالی استاد	123
☆ ہمارے قاری صاحب	125
☆ قابل تحسین شخص	126
☆ ہاں زندہ ہیں	128
☆ تعزیت منظوم نذرانہ	132

پیش لفظ

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ رحمۃ اللعالمین، امابعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۔ (الملک، پ۲۹)

''اللہ تعالیٰ عزوجل نے موت وحیات کو اس لیے تخلیق فرمایا کو وہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے بہترین عمل کون کرتا ہے''۔

جب انسان اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول کریم ﷺ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے محبت کرتا ہے، دل دے کر ایمان کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے تو اس کی نظروں میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں رہتی ۔مگر دنیا قدموں میں ہوتی ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

عاشق خیر الوریٰ، فدائے غوث الوریٰ، فنافی الشیخ، پیکر خلوص و محبت حلیم الطبع حضرت مولانا حاجی قاری محمد حبیب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ بریلی شریف) جنہوں نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ عزوجل اور اس کے پیارے رسول کریم ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر بسر کی اور حیات جاودانی کی برکات سے مالا مال ہوئے۔ان کی زندگی پر جب نظر جاتی ہے تو فرائض، واجبات، سنن پر سختی سے عمل کرنے کے ساتھ ساتھ کثرت سے درود شریف پڑھنے والے تھے۔

برکات درود شریف

حضور نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود شریف پڑھنے سے بھی انسان قبر کی ایذا سے محفوظ رہتا ہے اور قبر روشن ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ قبریں اندھیرے سے پُر ہیں، انکو اللہ تعالیٰ مجھ پر درود شریف پڑھنے کی وجہ سے روشن کرتا ہے۔'' (شرح الصدور صفحہ ۶۵)

درود شریف پڑھنے والے کی پیشانی پر لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ منافق نہیں ہے، درود شریف پڑھنے والے کو حضور نبی کریم ﷺ اپنے جمال جہاں آرا سے مستفید فرماتے ہیں۔

قاری محمد حبیب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ ان خوش نصیب حضرات میں سے تھے جن کو دو مرتبہ پیارے نبی کریم ﷺ نے اپنی زیارت سے مشرف فرمایا۔ یہ بات قاری صاحب نے اپنے استاد محترم حضرت علامہ مولانا پیر مفتی محمد ذوالفقار علی رضوی کو سنائی ہوئی تھی۔ جب میں نے حضرت سے عرض کی کہ کوئی اپنے محبی کیلئے الفاظ تحریر فرما دیں تو پُرنم آنکھوں سے مجھے یہ بات بیان فرمائی اور فرمایا میری طرف سے بس یہی بات آپ لکھ دیں اس سے بڑھ کر اور کیا لکھا جا سکتا ہے۔ ہر جمعہ بعد از نماز فجر جامع مسجد گلاب مصطفےٰ ﷺ میں محفل درود شریف کا انعقاد کیا کرتے۔ مسجد کی پیشانی پر بہت خوبصورت الفاظ میں درود شریف لکھوایا۔

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

رات کی تاریکی اور دن کی روشنی میں نوافل کی ادائیگی

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ: ''اے ابوذر اگر تو سفر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی تیاری کرتا ہے بس قیامت کے راستے کا سفر کیسا ہوگا۔ کیا تجھے وہ بات بتاؤں جو اس روز تجھے فائدہ دے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان جائیں ارشاد فرمائیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سخت گرمی کے دن روزہ رکھنا قیامت کے دن مفید ہے اور رات کی تاریکی میں دو رکعت نماز نفل پڑھنا قبر کی تاریکی کیلئے مفید ہے۔

(شرح الصدور صفحہ ۶۵)

علم دین سے گہرا لگاؤ

عالم دین اپنے علم کی برکت سے قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ رحمت کائنات ﷺ کا فرمان ذی شان ہے: ''جب عالم دین فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے علم کو صورت عطا فرماتا ہے جو قیامت تک اس کا مونس رہتا ہے اور زمین کے زہریلے جانوروں کو اس سے دفع کرتا ہے۔

مسلمان بھائی کو خوش کرنا

کسی مسلمان بھائی کے دل کو خوشی اور راحت دے کر قبر کی وحشت سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ پیارے رحمت عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جس شخص نے اپنے کسی مسلمان بھائی کو خوش کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی، اس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ عزوجل کی عبادت اور

توحید بیان کرتا ہے۔ پھر جب وہ بندہ وفات پاتا ہے وہ خوشی کا فرشتہ اس کی قبر میں آتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا تو مجھے پہچانتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تو کون ہے تو اُسے جواب ملتا ہے کہ وہ خوشی ہوں جسے تو نے فلاں شخص پر داخل کیا تھا۔ آج میں قبر کی وحشت میں تیرا مونس ہونگا۔ تجھے محبت سکھاؤں گا اور تجھ کو تیری جگہ قول ثابت یعنی کلمہ طیبہ سے ثابت قدم رکھونگا اور قیامت کے دن حاضر ہونے کے مقامات پر ساتھ حاضر ہونگا۔ تیری شفاعت کرونگا اور بہشت میں تجھ کو تیری جگہ دکھاؤں گا۔

(شرح الصدور صفحہ ٦٦)

مساجد سے محبت کرنا

جو شخص مسجد میں روشنی کرتا ہے اللہ تعالیٰ عزوجل اس کی قبر کو منور فرمائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے کہ: ”جو شخص اللہ تعالیٰ کی مساجد میں روشنی کرے گا اللہ تعالیٰ عزوجل اس کی قبر کو روشن کریگا اور جو اسمیں خوشبو رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں جنت کی خوشبو داخل فرمائے گا۔ (شرح الصدور صفحہ ٦٦)

حکایت

ایک عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی وہ وصال کر گئی، حضور سرور کائنات ﷺ کو علم ہوا تو آپ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھی اور پوچھا کہ تو نے کونسا عمل بہتر پایا۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا وہ سنتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم اس سے زیادہ نہیں سنتے۔ پھر فرمایا کہ اس عورت نے جواب دیا ہے کہ مسجد میں جھاڑو دینے کا عمل بہتر ہے۔

(تذکرۃ الموتی والقبور صفحہ ٣٥)

فضائل قرآن کریم

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ (بخاری، ترمذی)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد گرامی منقول ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک منقول ہے کہ:

”رشک دو شخصوں کے سوا کسی پر جائز نہیں، ایک وہ جسکو حق تعالیٰ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس میں مشغول رہتا ہے۔ دوسرے وہ جس کو حق سبحانہ نے مال کی

کثرت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرمایا کہ قرآن شریف کو سیکھو، پھر اس کو پڑھو، اس لیے کہ جو شخص قرآن شریف سیکھتا ہے اور پڑھتا ہے اور تہجد میں اس کو پڑھتا رہتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو کہ اس کی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے اور جس شخص نے سیکھا اور پھر سو گیا اس کی مثال اس مشک کی تھیلی کی سی ہے جس کا منہ بند کر دیا گیا ہو'' (ابن ماجہ)

جمعہ، جمعرات کو وفات پانا

جو شخص جمعہ، جمعرات کو وفات پاتا ہے اس سے قبر میں سوال نہیں ہوتے۔ امام احمد، ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا

''جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعرات کو فوت ہو گیا اللہ تعالیٰ عزوجل اسے فتنہ قبر سے محفوظ رکھے گا۔ (تذکرۃ الموتی والقبور صفحہ ۴۷)

برکات درود شریف سے مالا مال زندگی گزارنے اور زیارت مصطفیٰ ﷺ سے مستفید ہونے والے، کثرت سے نوافل ادا کرنے والے، علم دین سے گہرا لگاؤ رکھنے والے، مسلمان بھائیوں کی خوشیوں کو دوبالا کرنے والے مساجد سے محبت کرنے والے، قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے بلکہ امت کے بہترین لوگوں میں شامل ہونے والے کی قبر یقیناً روشن، تاریکیوں سے دور، وحشت سے نجات، اور علم کا صبح قیامت تک مونس ہونا۔ یہ ہر کسی کے نصیب کی بات نہیں اور ان اُمور خیرہ کی وجہ سے قاری محمد حبیب جملہ برکات سے مالا مال تھے تو ان کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی۔ انشاءاللہ

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

یکم اپریل 1968ء کو سانگلہ ہل کے قریبی گاؤں مہیس میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں میں حاصل کی اور پھر والد محترم کی معیت میں سانگلہ ہل میں قیام پذیر ہوئے۔ فقیر کا ان سے تعلق تقریباً پچیس سال سے تھا۔ جب جامعہ فاطمہ الزہراء (للبنات) ملحقہ جامع مسجد تالاب والی کا قیام عمل میں لایا گیا تو ان سے تعلق مزید مستحکم ہوتا گیا۔

۱۹۔۲۰ سال قبل جب جامعہ فاطمۃ الزہراء کی ابتدا ہوئی تو چار بچیاں حفظ کے شعبہ میں داخل ہوئیں جوانکی رات دن کی محنت سے اب ماشاءاللہ ناظرہ، حفظ، ترجمہ تفسیر، درس نظامی، کمپیوٹر کورس، سلائی کڑھائی، فہم دین جیسے شعبہ جات سے مزین ہو چکا ہے اور سینکڑوں بچیاں مختلف شعبہ جات میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور کر چکی ہیں۔ قاری محمد حبیب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ بڑے مخلص قریبی ساتھی اور میرے برادر طریقت تھے۔ شیخ طریقت آقائے نعمت، سیدی مرشدی ومولائی حضرت قبلہ الحاج پیر محمد شوکت حسن خان قادری سے بیعت تھے۔ جب میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کا شرف حاصل کر کے واپس آیا تو ماہانہ محفل میلاد شریف وختم غوثیہ شریف کے موقعہ پر مجھے قبلہ شیخ طریقت نے حکم ارشاد فرمایا کہ محفل میں تین دستاروں کا انتظام کرنا ہے۔ محفل میلاد، ختم غوثیہ شریف میں میری طرف سے سب سے پہلے قاری محمد حبیب قادری رحمۃ اللہ علیہ، پھر ماسٹر حبیب اللہ قادری رضوی (کوٹلہ خورد) سے اور ڈاکٹر ندیم احمد قادری کے سر پر دستار باندھنا۔ پھر حضرت نے فون پر خطاب فرماتے ہوئے ان تین احباب کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی خلافت واجازت عطا فرمائی اور فقیر نے حسب الحکم بالترتیب دستار بندی کر دی۔ الحمدللہ رب العالمین خلافت واجازت کے بعد قاری صاحب کو اپنے شیخ طریقت سے مزید لگاؤ ہو گیا اور ان سے والہانہ محبت کرتے۔ شیخ طریقت کے خاندان سے بہت عقیدت ومحبت کرتے۔ حضرت شیخ طریقت کے بڑے شہزادے حضرت مولانا پیر محمد فرحت حسن خان قادری سے بہت تعلق رکھتے، قاری محمد حبیب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر فون پر دوران گفتگو فقیر نے دی تو بہت دکھ کا اظہار فرمایا اور اپنے سے تعلق کی باتیں کرتے رہے اور پھر ان کی بخشش ومغفرت کی بے حساب دعائیں کیں۔ ان کے بچوں اور گھر والوں کیلئے دعائیں کیں۔ اس طرح حضرت کے بڑے صاحبزادے قبلہ الحاج پیر محمد فرحت حسن خان قادری رضوی مدظلہ العالی نے بہت دکھ کا اظہار فرمایا اور ان کی دینی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا اور انکی مغفرت ودرجات کی بلندی کی ڈھیروں دعائیں کیں۔

جمعہ کی نماز اکثر مرکزی جامع مسجد آستانہ عالیہ حضرت شیر اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ میں ادا فرماتے، وہیں پر اکثر فقیر کے غریب خانہ پر تشریف لاتے موسم کے لحاظ سے خدمت کا شرف حاصل ہوتا۔ بغیر تکلف ارشاد فرماتے کہ آج فلاں چیز کھائیں گے جس پر فقیر کو بہت خوشی ہوتی۔ قاری صاحب خوشی وغمی کے مواقع پر بہت شفقت فرماتے جب کبھی ملاقات کیلئے فقیر ان کے گھر جاتا تو پر تکلف ضیافت کا اہتمام کرتے۔

11 اپریل 1994ء میں جب غیر مقلدوں سے مناظرہ ہوا تو ایک غیر مقلد مولوی کو سخت ترین جملوں سے نوازا اور وہ ان کے جلال کی تاب نہ لاتے ہوئے راہ فرار اختیار کر گیا۔ اپنے عقائد و نظریات میں انتہائی متصلب تھے۔ فکر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے پاسبان تھے۔ ایسی فکر جو قبلہ تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا الحاج پیر مفتی محمد اختر رضا خان قادری الازھری مدظلہ العالی نے اپنی نعت شریف میں پیش کی

جہاں میں عام پیغام شہ احمد رضا کر دیں
پلٹ کر پیچھے دیکھیں پھر سے تجدید وفا کر دیں
نبی سے ہو جو بیگانہ اُسے دل سے جدا کر دیں
پدر مادر برادر مال و جاں اُن پر فدا کر دیں

اسی فکر پر اپنی زندگی بسر کی۔

سادات کرام سے بڑی محبت فرماتے اور ادب کو بڑا ملحوظ خاطر رکھتے۔ حیات مبارکہ میں آخری مرتبہ جب حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ پیر سید محمد سلیمان شاہ صاحب قادری نوری رضوی ریحانی عرف سید محمد میاں سانگلہ ہل تشریف لائے تو فقیر نے اپنے گھر ان کا بستر لگایا۔ مگر قاری صاحب نے ان سے عرض کی کہ حضرت بعد نماز فجر میری مسجد گلاب مصطفےٰ میں آپ درس دیں تو ہماری خوش نصیبی ہوگی۔ سید صاحب نے دعوت قبول فرمالی اور قاری صاحب نے عرض کیا کہ صبح سردی ہوگی اگر آپ میرے گھر آرام فرمالیں تو وہاں سے فجر کے وقت آسانی رہے گی۔ قبلہ سید محمد میاں مدظلہ العالی مسکرائے اور فرمایا ضیاء صاحب سے پوچھ لیں کیونکہ انہوں نے انتظام کیا ہوا ہے۔ مسکراہٹوں کا تبادلہ ہوا اور فقیر نے عرض کی جس طرح قاری صاحب خوش ہیں۔ فقیر بھی خوش ہے وہ گھر بھی اپنا یہ گھر بھی قاری صاحب کا ہے۔ تو قاری صاحب بہت خوش ہوئے اور قبلہ سید محمد میاں صاحب نے عرض کرنے لگے کہ اجازت ہوگی۔

پھر قبلہ سید محمد میاں صاحب کو لیکر گھر تشریف لے گئے اور پھر صبح فقیر مولانا محمد شاہد رضوی صاحب کے ہمراہ درس کی محفل میں حاضر ہوا اور قاری صاحب نے قبلہ سید محمد میاں صاحب اور ہم سب کیلئے پر تکلف ناشتے کا اہتمام کیا۔

ایک مرتبہ قاری صاحب کے ہمراہ کچھ خواتین قرآن محل میں نقش لکھوانے کے لئے تشریف لائیں تو میں نے پوچھا آج آپ خود تشریف لے آئے ہیں فون پر اطلاع کر دی ہوتی تو

مسکرا کر فرمانے لگے کہ سادات کی شہزادیوں کا حکم تھا کہ آج آپ ہمارے ساتھ چلیں ان کے حکم پر آیا ہوں۔ بہر کیف خاندان سادات کا انتہائی ادب واحترام فرماتے۔

بہت سارے واقعات میرے پیش نظر ہیں مگر فاضل نوجوان عزیزی مولانا محمد افضال حسین نقشبندی صاحب نے انتہائی کوشش سے قاری محمد حبیب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ پر مفصل مضمون قلم بند کیا ہے اس میں مرحوم ومغفور کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ رب العزت عزیزی محمد افضال حسین نقشبندی صاحب کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اجر خیر عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الامین الکریم ﷺ۔

ایسے محبی مخلصی اور مہربان دوست سے محرومی بہت بڑے صدمے کا باعث ہے 18 جمادی الاولیٰ 1438ھ بمطابق 16 فروری 2017ء بروز جمعرات صبح تقریباً 7:38 پر ڈاکٹر ندیم احمد قادری رضوی صاحب کا فون آیا کہ قاری حبیب صاحب کی طبیعت ناساز ہے تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال پہنچیں میں فوراً اٹھا پھر 7:43 پر قاری صاحب کا فون آیا پھر کٹ گیا میں نے بیک کال کی اور بولے "ضیاء صاحب سانس نہیں آرہا" میں نے جواب میں تسلی دی اور کہا اللہ پاک کرم فرمائے فکر نہ کریں میں ابھی آیا۔ بس پھر کیا تھا کہ مسجد امیر حمزہ محدث اعظم روڈ کے قریب پہنچا تو پھر تقریباً 7:45 پر فون آیا اور ڈاکٹر ندیم احمد قادری رضوی صاحب نے صدمے کا پہاڑ گرا دیا کہ "قاری صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں" اناللہ وانا الیہ راجعون۔

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

فون پر احباب کو مطلع کیا میت ایمبولینس کے ذریعے گھر لائی گئی کہرام مچ گیا خواتین و حضرات، بچے اور بوڑھے سب آہ وزاری کرنے لگے۔ صبر کا دامن پکڑتے ہوئے حاجی محمد امین حبیبی صاحب کے ہمراہ (قاری صاحب کی) والدہ ماجدہ صاحبہ سے ملاقات کی اور تدفین کے متعلق رائے طلب کی بعد نماز ظہر نماز جنازہ ادا کیا جانا طے پایا۔ حافظ محمد ریاست رضوی برادر طریقت نے غسل دیا غسل کی تقریب میں فقیر کے علاوہ مولانا شاہد رضا رضوی صاحب، ڈاکٹر محمد ندیم صاحب، حاجی محمد امین حبیبی صاحب، سید حفیظ الحسن شاہ صاحب، محمد اشفاق رضوی صاحب، بیٹا محمد بلال حبیب اور داماد محمد عمران صاحب شامل ہوئے۔ کفن کی باری آئی تو حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ذوالفقار علی رضوی صاحب ہمراہ حافظ فتح محمد قادری رضوی صاحب داخلِ مکان ہوئے اور قاری

صاحب کا جسد خاکی دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور سارے ساتھی ایک مرتبہ پھر جذبات کو بے قابو کر بیٹھے۔ غسل کے بعد میت کو زیارت کے لئے سڑک پر رکھا گیا اشک بار آنکھوں سے خواتین و طالبات نے زیارت کی 2:30 پر ذکر الٰہی کی گونج میں ہزاروں اشک بار آنکھوں نے جنازے کے لئے میت کو اٹھایا گیا۔ 3:00 بجے بقیۃ السلف حضرت علامہ مولانا پیر مفتی محمد ذوالفقار علی رضوی صاحب مدظلہ العالی نماز جنازہ پڑھائی اور خصوصی دعائے مغفرت و بلندی درجات کے لئے دعا فرمائی نماز جنازہ کے بعد لوگ قطار میں لگ کر قاری صاحب کی زیارت کرتے کئی افراد اشک بار آنکھوں سے ان کے قدموں کو بوسے دے کر سر سے رومال یا ٹوپی اتار کر ان کے قدموں سے لگا کر اپنے چہروں پر ملتے ہوئے نظر آئے۔

جنازے پر سارے راستے میں پھول نچھاور ہوتے رہے تدفین کے وقت فقیر کو سعادت نصیب رہی کہ قاری صاحب کو اپنے ہاتھوں سے لحد میں اتارا۔ میرے ہمراہ صوفی باصفا حضرت مولانا بشیر احمد نقشبندی صاحب جو قاری صاحب سے بڑی محبت رکھتے تھے شامل ہوئے عطر گلاب مدینہ شریف کا مرحوم کو بہت پسند تھا اور فقیر کے پاس موجود تھا جو ان کی نذر کر دیا گیا۔ حاجی محمد امین حبیبی صاحب نے خاک مدینہ شریف نذر کی۔ بعد تدفین قصیدہ غوثیہ شریف، شجرہ شریف اور سورہ بقرہ شریف کی پہلی اور آخری آیات پڑھی گئیں۔ پھر اذان دی گئی اور ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں اللہ عزوجل اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کے سپرد کیا گیا اور دعائے مغفرت کی گئی جس کی سعادت مولانا شاہد رضا رضوی صاحب اور حاجی محمد عارف قادری عطاری صاحب اور فقیر کو حاصل ہوئی۔ میں اپنے مرشد برحق حضرت قبلہ شوکت اسلام مدظلہ العالی شہزادہ شوکت اسلام صاحبزادہ پیر محمد فرحت حسن خاں قادری، قبلہ تاج السنہ مولنا پیر محمد توصیف رضا خاں بریلی شریف، جانشین خلیل ملت مفتی احمد میاں برکاتی حیدر آباد، مولنا مقصود احمد قادری اویسی، سید محمد سلمان میاں کراچی، سید محمد سعد قادری، مولانا محمد شاہد رضا قادری کا شکریہ جنہوں نے اپنی ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے ہوئے سرپرستی فرمائی۔ بالخصوص محبی و مخلصی حضرت مولانا محمد اجمل قادری عطاری مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور والے کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اس تذکرہ حبیب کو چھپوانے میں اہم کردار ادا کیا۔

نیز انجمن میلادِ مصطفیٰ ﷺ کے جملہ عہدیداران و اراکین، محبین، مخلصین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ان لمحات میں میری حوصلہ افزائی فرمائی اور امید رکھتا ہوں کہ آئندہ کرم نوازی جاری رکھیں گے۔

مولا کریم عزوجل بطفیل مصطفیٰ کریم ﷺ مولانا محمد اجمل قادری صاحب کو دنیا اور

آخرت کی عزتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ نبی الکریم الامین ﷺ

صاحبزادہ پیر محمد ضیاء المصطفیٰ رضوی

صدر: انجمن میلاد مصطفیٰ ﷺ سانگلہ ہل

خلیفہ مجاز: آستانہ عالیہ بریلی شریف (انڈیا)

مرشد برحق ہم شبیہ مفتی اعظم سراج العرفاء شیخ طریقت

الحاج الشاہ محمد شوکت حسن رضا خان قادری رضوی نوری دامت برکاتہم العالیہ

قاری محمد حبیب قادری رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے اچانک وصال پُر ملال سے مجھے بہت افسوس ہوا۔ وہ بہت ہی اخلاص سے دین متین مصطفیٰ ﷺ کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ میرے مریدین اور خلفاء میں وہ ان میں سے تھے جنکی مجھ سے بہت زیادہ اور مثالی عقیدت و محبت تھی۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور انکی خدمات دینیہ کو شرف قبولیت سے مالا مال فرمائے۔ نیز ان کے پسماندگان کو صبر جمیل و اجر عظیم عطا فرمائے اور انکی دین متین کی خدمات ہمیشہ یاد رکھیں جائیں اور انکے شاگرد ہی ان کیلئے کافی ہیں۔ صدقہ جاریہ اور نوجوان نسل کیلئے پیغام ہے۔ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایسے افراد تیار کرنے چاہیں جو قرآن پاک کی خدمت کر سکیں۔ مولا تعالیٰ درجات کی بلندی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سیدہ المرسلین ﷺ

الفقیر محمد شوکت حسن رضا خان قادری رضوی نوری غفرلہ

چشم و چراغ خانوادہ اعلیٰ حضرت، ہم شبیہ مفسر اعظم نواسہ مفتی اعظم جگر گوشہ حضرت شوکت اسلام

الحاج الشاہ محمد فرحت حسن رضا خان قادری رضوی نوری دامت برکاتہم العالیہ

اللہ رب محمد صل علیہ وسلما بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحن عباد محمد صل علیہ وسلما

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین

محترم قاری محمد حبیب قادری رضوی نوری صاحب کے انتقال پُر ملال کی اندوہ ناک خبر سن کر مجھے اور میرے والد گرامی الحاج محمد شوکت حسن خان قادری رضوی نوری مدظلہ کو دلی رنج اور صدمہ ہوا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ قاری صاحب ایک نہایت مخلص، نیک طبیعت، سادہ لوح

اور قناعت پسند شخصیت تھے قبلہ والد صاحب کے بہت ہی چاہنے والے مرید اور خلیفہ بھی تھے مجھ سے اور قبلہ والد صاحب سے خصوصی تعلق برابر فون پر رابطہ رکھتے تھے سانگلہ ہل میں مسلک اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کی خصوصاً جامعہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ناظم ہونے کے ناطے عظیم خدمت انجام دے رہے تھے ان کے جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ ایک عرصے تک پورا نہ ہو سکے گا۔24 جمادی الاول کی شب ماہانہ محفل مبارکہ میں والد صاحب نے قاری صاحب کے لئے ایصال ثواب کروایا اور خصوصی دعا فرمائی۔میری بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور وسیلہ جلیلہ سے حضرت قبلہ قاری صاحب کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ان کے اہل خانہ کو اس عظیم سانحہ پر صبر جمیل عطا فرمائے اور قاری صاحب کی علم دین اور مسلک اہلسنت کے لئے خدمات کو قبول فرمائے۔آمین بجاہ النبی المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

الفقیر محمد فرحت حسن رضا خان قادری رضوی نوری غفرلہ

تاج السنہ نبیرہ اعلیٰ حضرت خطیب عرب وعجم حضرت علامہ مولانا

الحاج الشاہ محمد توصیف رضا خان قادری رضوی نوری دامت برکاتہم العالیہ

حضرت مولانا قبلہ قاری محمد حبیب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ہمارے خاندان کے بزرگ (پھوپھا صاحب) شیخ طریقت الحاج محمد شوکت حسن قادری رضوی نوری مدظلہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔انکے اچانک انتقال پر ملال کی خبر حضرت مولانا محمد شاہد رضا رضوی صاحب نے بریلی شریف میں دی۔جسے سن کر سخت افسوس اور دلی رنج ہوا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

وہ ایک بہت ہی مخلص، فعال، متحرک، صحیح العقیدہ سنی مسلمان تھے۔اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک حضور پر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے ان کی قبر کو رحمت وانوار سے معمور فرمائے۔(آمین) قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسلک اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے سچے علمبردار تھے۔جامعہ فاطمۃ الزہراء جہاں سینکڑوں بچیاں قرآن پاک اور درس نظامی کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں کے ناظم اعلیٰ تھے۔قاری صاحب زمین پر چمکنے والے ایسے ستارے تھے جو اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ چمکتے رہے اور گم گشتگان راہ شریعت کو صراط مستقیم پر چلاتے رہے۔رب عزوجل بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی مرقدِ پُر انوار پر تجلیات کی بارش فرمائے اور ان کے

پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اہلسنت کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

الفقیر محمد توصیف رضا خان قادری رضوی نوری غفرلہ
نائب سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف انڈیا

شہزادہ غوث الوریٰ نواسہ مصطفیٰ پاسبان مسلک رضا بقیۃ السلف
السید محمد سلیمان قادری ریحانی عرف محمد میاں

خطیب جامع مسجد نوری ماڈل کالونی۔ اسسٹنٹ پروفیسر بقائی کیڈٹ کالج گڈاب کراچی

الحمد لله و کفی و سلام علی عباده الذین المصطفی

۱۶ فروری ۲۰۱۷ء بروز جمعرات صبح حضرت مولانا شاہد علی رضوی نے اطلاع دی کہ قاری حبیب اللہ قبلہ آج بعد نماز فجر وصال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ خبر سن کر بہت دکھ ہوا اور میرے ذہن میں رہ رہ کر ان کی بہت سی باتیں اور خدمات ہائے دینیہ اور محبتیں یاد آئیں اور میں سوچتا رہا کہ ہم نے کیا کھو دیا ہے اب ایسا مخلص اور سنیت یعنی مذہب اسلام کا درد رکھنے والا دنیا سے چلا گیا ”اب ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے“

میرے قاری صاحب سے قریبی تعلقات اس وقت ہوئے جب آپ آج سے چند سال قبل بصورت قافلہ سانگلہ ہل (پنجاب) سے شہزادہ اعلیٰ حضرت تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم (عالم اسلام) حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خان قادری رضوی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس میں شرکت کیلئے کراچی تشریف لائے تھے۔ اس موقعہ پر مخدوم اہلسنت شیخ طریقت حضرت مولانا شوکت حسن رضا خان قادری نوری مدظلہ نے ارشاد فرمایا کہ آپ ان حضرات کی میزبانی کیلئے کچھ افراد مقرر فرمادیں۔ میں نے سوچا کہ یہ لوگ حضور مفتی اعظم کے مہمان ہیں ان کی میزبانی تو بڑی سعادت کی بات ہے۔ لہٰذا اپنے ساتھ محمد حنیف قادری اور ملک محمد بشیر صاحب قادری قبلہ کو لے کر دار العلوم امجدیہ پہنچا یا اس عرس قادری رضوی نوری کی نسبت نے تمام حضرات اور قاری صاحب قبلہ عالیہ سے مضبوط رشتہ قائم کر دیا۔ اس وقت سے قاری صاحب کو مجھ سے اور مجھے ان سے بہت انسیت ہو گئی تھی۔ ازاں بعد قاری صاحب سے مستقل رابطہ رہا۔ جب بھی فیصلہ آباد حضور محدث اعظم پاکستان کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تو سانگلہ ہل میں قیام قاری صاحب

قبلہ اور حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری رضوی صاحب قبلہ کے دولت خانہ پر ہی رہا اور اپنے بزرگوں کی نسبت سے یہ حضرات کرام بڑی مہمان نوازی فرماتے۔

قاری صاحب شیخ طریقت حضور شوکت حسن رضا قبلہ مدظلہ سے بیعت تھے اور آپ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں خلافت واجازت بھی حاصل تھی اسی نسبت سے انہیں حضور مفتی اعظم اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ سے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی۔

گذشتہ چند سالوں میں جہاں تک میں نے انہیں دیکھا انہوں نے اپنی پوری زندگی قرآن مجید کی تعلیم اور جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور اپنے علاقے کے جامع مسجد کیلئے وقف کر رکھی تھی۔ اسی طرح عقیدہ کی پختگی کے ساتھ شرح مطہر صلوم وصلوۃ کی بہت حفاظت کرتے تھے اگر یہ کہا جائے کہ واقیمو الصلوۃ کی عملی تعبیر تھے تو بے جانہ ہوگا کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے کبھی کوئی نماز قضاء نہیں ہونے دی۔ دیگر امور خیر مستجبات کے علاوہ کثرت سے حضور پر نور ﷺ پر درود سلام پڑھا کرتے تھے اور جمعہ کا دن تو انہوں نے درود سلام کیلئے وقف ہی رکھا ہوا تھا۔

قاری صاحب نے اپنی پوری زندگی قران مجید کی تعلیم جامعہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور جامع مسجد کیلئے وقف کردی تھی۔ جہاں آپ طویل عرصے امامت کے فرائض بحسن وخوبی سرانجام دیتے رہے۔

قاری صاحب ماشاء اللہ ایک پرخلوص خاموش اور حسن نیت سے مالا مال مبلغ تھے جس کی ایک بہترین مثال انکا جامعہ فاطمۃ الزہرہ ہے جہاں سینکڑوں بچیاں قرآن پاک اور درس نظامی کی تعلیم حاصل کررہی ہیں اور کمال یہ ہے کہ تعلیم دینے والی جو معلمات ہیں ان میں سے اکثر اسی ادارے سے پڑھی ہوئی ہیں اور اب بھی خلوص دل سے بغیر کسی طمع کے اپنی دینی خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ حسن نیت اور خلوص بہت بڑی چیز ہے اسے کسی چیز سے بھی تولا نہیں جاسکتا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ”اللہ کے رازوں میں سے ایک راز وہ ہے جسے چاہے عطا فرما دیتا ہے“

الغرض ان کی اہلسنت وجماعت کیلئے گرانقدر خدمات ہیں جنہیں کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ قاری صاحب کے کارہائے نمایاں انشاء اللہ تعالیٰ اہلسنت کے قلوب میں ہمیشہ تابندہ و درخشندہ رہیں گے۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

صبح فجر کی نماز کی امامت کرنا، پھر بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیا اور اس دوران وہ اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی چاہنا اور دعائیں لے کر اچانک بارگاہ رب العزت میں حاضر ہونا بڑے اعزاز اور کامیاب زندگی کی واضح علامت ہے۔ مجھے تو اس موقع پر حضور پر نور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت، امام رضا رضی اللہ کے یہ اشعار یاد آ گئے۔

لحد میں عشق رخ شہہ کا داغ لے کر چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کر چلے
تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کر چلے
جناں بنے گی محبان چار یار کی قبر
جو اپنے سینے میں چار باغ لے کر چلے

قاری صاحب ان خوبیوں کے ساتھ اس دنیا سے روانہ ہوئے جسکا ذکر اور تعلیم دونوں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ان اشعار میں بیان فرمائی ہے۔ عوام اہلسنت میں ان کی مقبولیت کا اندازہ ان کے جنازے سے لگایا جا سکتا ہے جس میں ہزاروں افراد شریک ہوئے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے سارا شہر اُمڈ آیا ہو، اور ہر آنکھ نم تھی بچوں، بچیوں سے لے کر خواتین اور مردوں تک کو روتے ہوئے دیکھا گیا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

افسوس ان کے نہ رہنے سے آج ہم اہلسنت کے ایک مخلص اور فعال مرد حق سے محروم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نعم البدل عطا فرمائے اور جو کام وہ سرانجام دے رہے تھے باحسن وخوبی جاری رہے۔

اللہ تعالیٰ قاری صاحب کی والدہ، زوجہ، بچوں، بچیوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے محمد بلال حبیب قادری رضوی سلمہ ہمارے درمیان موجود ہیں ان کو دیکھ کر ان کی خوشبوئیں آتی ہیں اور قاری صاحب کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ ابھی یہ کم عمر ہیں مگر الحمد اللہ اپنے والد صاحب کے نقش قدم پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک حضور پر نور ﷺ کے

صدقہ وطفیل جملہ امور خیر میں ان کی غیبی مدد فرمائے۔ آمین۔ انشاء اللہ یہ اپنے والد ماجد کے مشن کو جاری رکھیں گے۔ تمام مخلصین اہلسنت وجماعت سے درخواست ہے کہ ان کی سرپرستی فرمائیں اور ہر معاملے میں ان کے ساتھ تعاون کریں جیسا کہ قاری صاحب قبلہ کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ مولائے کریم انہیں اپنے والد ماجد کا صحیح جانشین بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

السید محمد سلیمان قادری ریحانی عرف محمد میاں

حبیب القراء

حضرت مولانا قاری حبیب احمد قادری رضوی علیہ الرحمہ

باسمہ تعالیٰ وبالصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ الاعلیٰ

مفتی احمد میاں برکاتی حیدرآباد: احسن البرکات

ایک ایسی شخصیت جس کو دیکھا نہ ہو۔۔۔سنا نہ ہو۔۔۔۔پرکھا نہ ہو۔۔۔ پڑھا نہ ہو۔۔۔لیکن وہ اپنی صفات مدحیہ کے ساتھ ممتاز ہو۔۔۔معروف ہو۔۔۔مشہور ہو۔۔۔مذکور ہو۔۔۔تو اس کو سمجھنا بہت آسان ہے۔۔۔۔آفاق عالم میں اس طرح کی ہستیاں کثیر گزری ہیں جن کی شناخت اور سیرت کے اعمال واخلاق اور کردار وگفتار سے ہوئی۔۔۔اور اعمال ہوں یا اخلاق۔۔۔۔دونوں کیلئے علم وفضل۔۔۔۔زہد وتقوی، بنیاد ہیں۔۔۔۔پھر سب سے اچھا علم، قرآن کا علم ہے اور سب سے اچھا معلم قرآن کا معلم ہے۔۔۔۔خود نبی رحمت شفیع امت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے۔ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ۔۔۔۔

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

یعنی تمغہ خیرامت، معلم اور متعلم قرآن کو عطا کیا گیا۔ پیش نظر سطور میں ہم جس شخصیت کو موضوع سخن بنارہے ہیں وہ بھی معلم قرآن ہیں۔ یعنی حضرت مولانا قاری حبیب احمد رضوی علیہ رحمتہ الباری، جنہوں نے انتہائی جانفشانی اور محنت کے ساتھ، مدرسہ جامعہ فاطمہ الزہرا (رضی اللہ عنہا) کو چلایا اور تقریباً بیس سال طلبہ وطالبات وزیور قرآنی سے آراستہ کیا۔ نہ صرف قرآن کی تعلیم دی بلکہ عالم کورس سے بھی معطر ومعنبر کیا۔ حضرت مولانا قاری حبیب احمد صاحب، تدریس وتعلیم کے ساتھ، جامع مسجد گلاب مصطفیٰ سانگلہ ہل میں امام بھی تھے۔ قاری صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی

زندگی کا آخری لمحہ بھی، قرآن پاک کی تعلیم میں گزارا ارزندگی، مسلمان بچوں بچیوں کی تربیت میں وقف کر کے گزاری۔ آپ اپنی جامعہ فاطمہ کے ناظم اعلیٰ ہونے کے ساتھ بے مثال خطیب اور قاری بھی تھے۔ آپ کے وصال سے پہلے کے آخری لمحات انتہائی خوبصورت تھے۔ لگ رہا تھا کہ ان کو اپنے وقت آخرت کی خوب خبر تھی اور وہ انتہائی تیاری کے ساتھ رب ذوالجلال کی بارگاہ میں حاضری کی تیاری فرما رہے تھے۔ حضرت قاری صاحب علیہ الرحمتہ والرضوان کا تعارف اس فقیر سے حضرت فاضل جلیل، خطیب بے مثیل فصیح اللسان، بلیغ البیان، عاشق غوث و رضا حضرت مولانا محمد شاہد رضوی دامت برکاتہم العالیہ نے خوب کرایا، فقیر اس شناسائی کیلئے خطیب خوش بیان کا متشکر اور ممنون ہے۔ حضرت مولانا محمد شاہد صاحب کی تدبیر سے یہ فقیر بے توقیر، قرطاس محبت پر قلم چلانے کے قابل ہوا اور یہ چند سطور، ھد یہ صادقین کر دی ہیں۔ حضرت مولانا محمد شاہد رضوی اپنے انداز بیان سے، امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے چہیتے نظر آتے ہیں جن کی جادو بیانی مجمع پر اثر دکھاتی ہے اور عاشقوں کی آنکھوں سے عشق و محبت کے موتی بکھیرتے نظر آتے ہیں۔ فقیر کو لکھنا نہیں آتا جذبہ محبت کا اثر ہے کہ چند لکیریں کاغذ پر ڈال دی ہیں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

سید السادات مولانا سید محمد سعد قادری رضوی نوری

متعلم جامعہ محدث اعظم اسلامک یونیورسٹی چنیوٹ

جشن غوث اعظم کے مقدس جلوس میں میرے ماموں سید محمد سلیمان المعروف سید محمد میاں قبلہ مدظلہ اور مخدوم اہلسنت ملک محمد بشیر قادری ریحانی کراچی سے آئے تو مجھے اور جگر گوشہ شاہد ملت صاحبزادہ حافظ محمد بلال رضا قادری رضوی نوری کو قبلہ شاہد علی رضوی نے دعوت دی اور ہم سب بڑی گیارھویں شریف کے نورانی جلوس میں شریک ہوئے جو کہ انجمن میلاد مصطفیٰ ﷺ سانگلہ ہل عرصہ 38 سال سے نکال رہی ہے (ماشاء اللہ) واپسی پر حضرت حبیب ملت سانگلہ ہل ریلوے اسٹیشن تک آئے پہلی ہی ملاقات میں دل کو بھا گئے آہ گزرے ہوئے لمحات بہت یاد آتے ہیں اللہ تعالیٰ قاری صاحب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے آمین بجاہ النبی المرسلین ﷺ

(السید محمد سعد قادری رضوی نوری)

حبیب ملت فدائے غوث و رضا حضرت قبلہ قاری محمد حبیب قادری رضوی نوری علیہ

الرحمہ کے انتقال پُر ملال وصال باکمال سے اہلسنت کو گراں قدر نقصان ہوا آپ کی خدمات جلیلہ مدتوں یاد رکھیں جائیں گی۔ مولا تعالیٰ حضرت حبیب ملت کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس کی بہاریں نصیب فرمائے آمین بجاہ النبی المرسلین ﷺ۔

(الفقیر محمد عطاء المصطفیٰ رضوی)

مخدوم ومحترم محسن اہلسنت ملک محمد بشیر قادری ریحانی نوری مسجد کراچی

قاری حبیب رحمتہ اللہ علیہ کے اچانک وصال کی خبر سانگلہ ہل سے حضرت مولانا شاہد رضا رضوی کے ذریعے موصول ہوئی سن کر بہت افسوس ہوا قاری حبیب رحمتہ اللہ علیہ سانگلہ ہل کے سنی مسلمانوں کیلئے ایک عظیم سرمایہ تھے۔ خصوصاً بچوں اور بچیوں کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے انکی گراں قدر خدمات ہیں جنہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ میری بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب لبیب ﷺ کے صدقے انکی مغفرت کاملہ فرمائے۔ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور انکے تمام مخلصین بالخصوص اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اس پر اجر عظیم عطا فرمائے آمین اور ساتھ ہی یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انکے مخلص احباب اور بچوں کو توفیق عطا فرمائے کہ ان کے پاک اور مقدس مشن کو جاری رکھیں۔ آمین۔

(الفقیر ملک محمد بشیر قادری رضوی ریحانی غفرلہ)

دنیائے علم وادب کی سیاحت کے ابن بطوطہ سفیر کتب گوہر مقصود ملت اسلامیہ

پیر مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی کراچی

قاری محمد حبیب قادری رضوی علیہ الرحمہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی خدمت کے لئے چنا اور ہمیں ان کی راہ پر چلتے ہوئے قرآن پاک کی زیادہ سے زیادہ ترویج واشاعت کرنی چاہیے ان کی مغفرت کے لئے خدمت قرآن ہی کافی ہے ساری زندگی سینکڑوں بچیوں بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا وہ اس شعر کے مصداق ٹھہرے

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

(محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی غفرلہ)

میرا عظیم بیٹا میرا حبیب

والدہ محترمہ (قاری محمد حبیب رضا قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں انٹرویو کر کے اپنے الفاظ میں ترتیب دی گئی ہیں)

بی بی جی قاری محمد حبیب رضا قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ بیان کریں"۔ بی بی جی نے کہا "بیٹا (محمد افضال حسین) میں حبیب پر کیا بیان کروں؟ میرے بس میں ہی نہیں، مجھ سے نہیں بیان کیا جاتا، حوصلہ ہی نہیں، ہمت کرتی ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں اور زبان ساتھ نہیں دیتی! اور انگ انگ دکھنے لگتا ہے۔ صبر کرنے کی کوشش کرتی ہوں مگر آنسوؤں پر اختیار نہیں"۔ حضور نبی مکرم، شفیع معظم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال باکمال ہوا تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پر نور آنکھوں سے بھی آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہو گئیں تھیں اور ہمارے پیارے نبی نے فرمایا تھا "میرے بیٹے، میں تیری جدائی میں بہت مغموم ہوں"۔ اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مجھے صبر عطا فرمائے۔ آمین

بیٹا! میرے دکھی اور زخمی دل میں اب حبیب کی یادیں ہی تو باقی رہ گئی ہیں یا پھر اس کی چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی دو یادگاریں محمد بلال حبیب اور محمد مشتاق، جنہیں دیکھ کر میں اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر لیتی ہوں اور جن کی باتیں سن کر دل کو سکون مل جاتا ہے۔ حبیب کی یاد رہ رہ کر ستاتی ہے۔ اک ہوک دل سے اُٹھتی ہے اور مجھے بے چین کر دیتی ہے۔ راقم نے کہیں یہ شعر پڑھا تھا جو سو فیصد بی بی جی کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔

مغاں مجھ مست بن پھر خندۂ قلقل نہ ہووے گا
مئے گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لے لے کے روے گا

بیٹا! میرا عظیم بیٹا! میرا حبیب ...... تھا!! اُس کا بچپن، لڑکپن اور جوانی سب میرے سامنے ہے۔ میرا حبیب یکم اپریل 1968 کو مہیس شمالی میں پیدا ہوا۔ اس سے پہلے بھی میرے پانچ بیٹے تھے لیکن جتنی خوشی مجھے اس کی پیدائش پر ہوئی وہ کسی کی پیدائش پر نہیں ہوئی۔ ہمارے گاؤں میں گھر کے قریب ہی پرائمری سکول تھا جہاں اس کے والد نے اس کو داخل کرا دیا۔ اس وقت میرے حبیب کی عمر تقریباً ساڑھے تین چار سال کی ہوگی۔ وہ صبح سکول جاتا اور عصر کے بعد سید صابر حسین شاہ صاحب کے پاس قرآن کریم پڑھنے چلا جاتا تھا۔ نماز مغرب پڑھ کر واپس گھر آتا تھا۔ کھیل کود کی

طرف اس کی طبیعت کا رجحان بالکل بھی نہ تھا۔ پرائمری تک کی تعلیم گاؤں میں ہی حاصل کی اس کے بعد سانگلہ ہل میں داخل ہوا۔ کچھ عرصہ پڑھنے کے لئے گاؤں سے شہر سائیکل پر آیا کرتا تھا پھر ہم سب سانگلہ شہر میں ہی شفٹ ہو گئے۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ ڈگری کالج سانگلہ ہل میں داخلہ لیا اور اعلیٰ نمبروں سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ ساتھ ہی دینی تعلیم بھی جاری رکھی۔ قرآن کریم ناظرہ مکمل تو گاؤں سے کر لیا تھا اور ساتھ تیسواں اور پہلا پارہ حفظ بھی کر لیا تھا۔

قرأت کا کورس زینت القراء فخر القراء قاری محمد صابر حسین مشوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ میرے حبیب نے میری تمام خواہشوں کا مکمل احترام کیا۔ پابندی سے نماز ادا کرتا، سکول، کالج تک تعلیم کے دوران بھی ٹوپی سر پر رکھی اور داڑھی کی سنت سے اپنے چہرے کو سجایا۔ بچپن سے وصال تک اس نے بڑی پاکیزہ اور فرماں برادری والی زندگی بسر کی۔ اس نے تو بچپن میں بھی مجھ سے کبھی کوئی فرمائش نہ کی جو کھلایا اس نے کھا لیا۔ جو پہنایا اُس نے پہن لیا اور جو کہا اُس نے مان لیا۔ اس نے شوق سے پڑھا اور خوب پڑھا۔ علم و عمل میں کمال حاصل کیا۔ اپنے بڑوں کا نام روشن کیا اور لوگوں کی محبتیں سمیٹتا ہوا رب کریم و رحیم کے حضور حاضر ہو گیا۔ حبیب نے ہمیں کبھی نہ ستایا وہ فرماں بردار بیٹا، غمگسار بھائی، باپ اور حسن سلوک کرنے والا خاوند تھا۔

میرے حبیب کی عادت تھی کہ جب باہر کسی سفر پر جاتا تو مجھ سے ملتا میرے ہاتھوں کو چھومتا جب کسی دور کے سفر پر جاتا تو میرے پاؤں بھی چوم لیتا۔ میں گلے لگا کر اس کے ماتھے کو چوم لیتی ایسے ہی جب واپس آتا سب سے پہلے مجھے ملتا اور ہاتھ پاؤں چوم لیتا۔ کئی بار ایسے ہوا کہ اگر میں سوئی ہوتی تو پاؤں کے تلوؤں پر آ کر بوسہ دے لیتا تھا۔ چھوٹی عمر میں ہی اعتکاف بیٹھا کرتا تھا اور مذہبی کتب و رسائل کے مطالعہ میں مشغول رہا کرتا تھا۔ میرا حد سے بڑھ کر ادب کرتا تھا۔ پورے گھر کا مجھے بادشاہ بنا کر رکھا گھر کا چھوٹے سے لیکر بڑے تک ہر کام میرے مشورہ سے اور اجازت سے کرتا۔

1994-8-5 کو جب میرا بیٹا محمد سلیمان فوت ہوا تو اس نے بھائی کی بیوہ جس کی چار بچیاں تھیں نہ صرف ان کی کفالت کی بلکہ میرے کہنے پر 1995-1-20 کو بھائی کی بیوہ سے شادی کی اور ہمیشہ اپنی اولاد سے بڑھ کر ان یتیم بچیوں سے محبت اور شفقت کی انہیں ایسا پیار دیا کہ کبھی ان کو یتیم ہونے کا احساس بھی نہیں ہونے دیا۔

حبیب میرے رب کریم کی ملکیت تھا، سو اس نے اپنی امانت واپس لے لی۔ حبیب کیلئے

میرے دل سے یہی دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو نور سے بھر دے۔اس کے مرقد پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور روضۃ من ریاض الجنۃ بنائے۔آخرت کی اپنی سب نعمتیں عطا فرمائے اور لواء الحمد کے نیچے جگہ عطا فرمائے۔حضور خاتم النبیین ﷺ کے دست مبارک سے حوض کوثر سے پانی نصیب فرمائے اور شہداء وصالحین کے زمرہ میں اٹھائے آمین۔

اے اللہ! تو نے ہی محمد بلال حبیب اور محمد مشتاق کو یتیمی عطا کی ہے۔تو آپ ہی ان کا حافظ ومحافظ اور حامی بن جا اور ماحول کی آلودگیوں سے بچائے رکھنا۔آمین ثم آمین!

محسن اہلسنت قاری محمد حبیب قادری رضوی

من آنم کہ من دانم:۔ بلدیہ تحصیل سپرنٹنڈنٹ صفدر آباد کا ریٹائرڈ ملازم ہوں۔سابقہ مسلک وہابیت کا تائب اور دست حق شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد صدیق مجددی طریقتی میں بیعت ہوں جو کہ پیر قند ہادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء اہل میں شمار ہوتے ہیں۔بلدیہ میں ملازمت کے دوران میں نے حضرت سے ظاہری علم اپنی استعداد اور ملازمت کی مجبوریوں کے تحت کم حاصل کیا ہے مگر طریقت میں سلسلہ مجددیہ میں فقیر نے لطائف خمسہ کی تکمیل کے ساتھ وظائف، دلائل الخیرات، حزب البحر اور ادفتحیہ اور دیگر اذکار خفی حاصل کی حسب توفیق سلسلہ کو جاری رکھا ہے جیسا کہ مرشد پاک نے ہدایت فرمائی۔ریٹائرڈ 2010ء کے بعد ان کے فیض سے میں نے صدیقی کے نام اپنے گھر میں درس قائم کیا۔میرا بڑا بیٹا علما کرام کی صحبت سے الحمد اللہ عالم دین اور خطابت کے فرائض قاری صاحب کی مسجد میں ادا کرتا ہے جو کہ محمد سلیمان مجددی کے نام سے منسوب ہے۔

درس میں ناظرہ قرآن پاک کے طلباء وطالبات زیر تعلیم تھے۔میں نے دین کی خدمت کے طور پر آغاز کیا تا کہ اُخروی زندگی اللہ تعالی کی عنایت سے اچھی ہو سکے۔2012ء کو میں نے تقریباً بیس طالب علم کو تکمیل قرآن پر آمین کہنے کیلئے کسی مستفید درس کے ناظم اور معلمات کو مدعو کرنے کا فیصلہ کیا۔میں نے سانگلہ ہل کے تمام مدارس کا اپنی سوچ کے تحت خفیہ طور پر جائزہ لیا تو میں نے تمام معلومات اور ذرائع سے سب سے اچھا درس فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور ناظم محترم قاری محمد حبیب صاحب کو پایا۔اپنی طالبات کی کثیر تعداد پر مدرسہ کے تمام احوال ظاہری باطنی کسی قسم کی کوئی شکایت موصول نہ ہوئی بلکہ دینی خدمات میں طالبات کا سب سے موثر اور کامیاب درس

حضرت قاری صاحب نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انکے درجات بلند فرمائے۔ 2012ء کی آمین میرے درس کی طالبات کی خود آپ کے ہاتھوں سے ہوئی جو میرے لئے بڑی سعادت تھی اور بعدازاں آپ کے وسیع تجربہ سے میں نے بہت استفادہ کیا اور گاہے بہ گاہے آپ سے مشورہ ہوتا اور میرا درس بھی جاری رہا جو کہ آپ کی دینی خدمات کے صلاح مشورہ کا نتیجہ ہے۔ میرا بیٹا کسی اور جگہ بطور خطیب فرائض انجام دیتا تھا مگر میں نے قاری صاحب کی دینی خدمات کے خلوص کو دیکھ کر اپنے بیٹے مولانا محمد سلیمان مجددی کو آپ کی جامع مسجد گلاب مصطفیٰ میں خطبہ جمعہ کا حکم دیا جو کہ اب تک جاری ہے جو میری انکی دوستی کا نتیجہ ہے۔ آپ گاہے بہ گاہے میرے پاس آیا کرتے تھے اور میں بھی جب آپ کی یاد شدت اختیار کرتی تھی تو ان کے گھر چلا جاتا تھا جس میں میری روحانی زندگی اور زیارت موئے مبارک سے تازگی حاصل ہو جاتی تھی۔

میں اپنے علم اور دیگر احساسات باطنیہ کے تحت آپ کو کامل ولی تصور کرتا ہوں۔ میں شریعت پر آپ کو نماز روزہ، احکام شریعت پر سخت پابند پایا اور آپکے شیخ مرشد جناب حضرت شوکت رضا صاحب کی محبت میں انہیں خود رفتہ پایا ہے انکے مرشد جب تشریف لائے تو میں نے متعدد دوستوں کے معاملات دنیاوی میں مشکلات پر ان سے دعا کروائیں جسکے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انکی دعاؤں کو قبول فرمایا۔ اس لحاظ میں بھی میں ان کو مستجات والدعوات سمجھتا ہوں۔ چند سالہ رفاقت کا نامکمل تجزیہ پیش خدمت ہے۔

قاری صاحب کی علاقہ میں مقبولیت کی چند مثالیں عرض کئے دیتا ہوں کہ میرے محلہ حاجی پارک سے اچھے خاصے خاندانوں کی بچیاں تفسیر ترجمہ اسی درس سے کر کے فارغ ہو چکی ہیں اور قاری صاحب سے یہ فیملیاں اچھے اخلاق کی بناء پر اچھی طرح متعارف ہیں اور درس کی ترقی کیلئے زبانی، مالی طور پر آپ کی شخصیت کے حسن سلوک کی بناء پر تعاون اور معاون ہیں۔

فوتیدگی/رحلت کے دن میرے محلہ حاجی پارک کے چند نوجوانوں نے بتایا کہ انکی ڈیوٹی چوکی اروڑی جو کہ تھانہ کا درجہ رکھتی ہے اور ہماری ڈیوٹیاں بطور پولیس آفیسر تعینات تھیں تو ہم نے ٹریفک کو چیک کرتے ہوئے جنازہ کے لیے جانے کتنے کثیر تعداد دیہاتی سادہ لوح لوگوں کو سانگلہ ہل میں قاری صاحب کے جنازہ میں شرکت کیلئے آتے دیکھا۔ اس طرح ہر طرف گرد و نواح کے تمام دیہاتوں سے بچیوں کے والدین جنازہ میں شامل ہوئے۔ بندہ تو دس بجے تا اختتام تدفین عقیدت اور محبت کے ساتھ ساتھ رہا ہے۔ آپ کے جسد خاکی کو لحد میں اتارنے کی سعادت جناب

پیر طریقت ضیاء المصطفی جو کہ متوفی کے برادر طریقت بھی ہیں اور مجھے اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمائی۔ لحد میں لٹانے کے بعد قاری صاحب کا چہرہ انور زیارت کیلئے کھولا گیا تو الحمد اللہ نور علی نور اور نہایت نرم اور ملائم پایا جو زندگی ظاہر کرتا تھا۔

میں نے سانگلہ ہل کی سرزمین پر بہت جنازے پڑھے ہیں اور بزرگوں کی بدولت تدفین زیارت نصیب ہوئی ہے۔ میرے ذاتی تاثرات کے تحت مذہبی رہنما حضرت شیر اہلسنت مفتی محمد عنایت قادری رضوی کا جنازہ آپ کی میرے ساتھ محبت کی دینی وجہ پر حضرت نے مجھے پڑھانے کیلئے ایک صندوقچی نما ٹکڑہ کا تحفہ اور ساتھ حضرت مولانا الٰہی بخش کے خطبات قادریہ ضیائیہ کی تین کتب عنائت فرمائی۔ جن کا مطالعہ کرتے مسلک بریلوی کی کرنیں نورانی حاصل ہوتی ہیں۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سُنی مرے
یوں نہ فرمائیں تیرے شاہد کہ وہ فاسق و فاجر گیا
عرش پہ دھومیں مچیں وہ مومن و صالح ملا
فرش پر ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

آج تک اس کائنات میں لاکھوں علماء وفضلاء آئے، اپنے نورانی آثار دنیا پر چھوڑ کر چلے گئے مگر بعض حضرات ایسی صفات کے مالک ہوتے ہیں بفضلہ واحسانہ کہ جن کی محبوبیت مخلوق کے دلوں کی امانت ہوتی ہے۔ جن کی حسنات و برکات سے امت بھرپور استفادہ کرتی ہے۔ پھر تغیر زمانہ کے باوجود بھی ان کی دینی خدمات، شرافت و بزرگی۔ دیانت وامانت۔ صداقت و جرأت اور سیرت و کردار کا ماہتاب کبھی دھندلا نہیں پڑتا۔

میری مراد فکر و عمل کی چاندنی بانٹنے والے۔ والی دو جہاں ﷺ کی محبتوں کے سدا بہار گل کھلانے والے۔ خدمت قرآن کریم و دین متین میں شب و روز بسر کرنے والے۔ عقیدہ اہلسنت کے حقیقی ترجمان۔ مدنی تاجدار۔ شافع روزِ شمار ﷺ کی پیاری سنتوں کے شیدائی محترم المقام لائق صد احترام حضرت مولانا قاری محمد حبیب احمد رضوی ہیں۔ آپ ایک شریف النفس، حلیم الطبع، زاہد و متقی اور شب زندہ دار انسان تھے۔

اللہ کریم نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ قاری صاحب کی موصوف کی زندگی

جہد مسلسل سے عبارت تھی۔ عرصہ ۱۹ سال خدمت قرآن کرتے رہے۔ زہد وتقویٰ کی وجہ سے آپ کی زبان میں بڑی تاثیر تھی۔ رفیق القلب اور سلیم الطبع انسان تھے۔ تحصیل سانگلہ ہل میں علوم اسلامیہ کی ایک معیاری اور شاندار علمی درسگاہ (برائے نسواں) جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ناظم اعلیٰ تھے۔

انہوں نے اس گلستان علمی کی تعمیر وترقی کیلئے نہ دن دیکھا نہ رات بلکہ ان کی زندگی میں خدمت دین اور مسلک اہلسنت کے شب و روز اور ماہ وسال کا کوئی پیمانہ نہ تھا۔ جب ضرورت پڑی۔ جہاں ضرورت محسوس کی یا ہوئی تو جانی اور مالی طور پر اپنی آپ کو فی سبیل اللہ پیش فرماتے تھے۔ ان کے فیض علمی اور خدمت دینی سے بلا مبالغہ ایک علاقہ مستفید ہوا اور ان کی باقیات کی برکات سے انشاء اللہ تادیر ہوتا رہے گا۔ بچیوں کے مدرسے کا ناظم ہونا اور پھر احسن طریقے سے نظم و ضبط کا چلانا اور جس ایمانداری، خلوص وتقوی سے جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے معیار کو کمال تک لے جانا یہ محترم وموصوف قاری صاحب کا ہی خاصہ تھا۔ اللہ کریم ان کو اس نیک عمل کی احسن جزا عطا فرمائے۔

فقیر راقم الحروف کی ان کے ساتھ کئی ایک طریقوں سے وابستگیاں تھیں۔ کافی قریبی تعلق تھا تو اس حوالے سے قاری صاحب بہت سی خوبیوں بلکہ فقیر کو تو یاد ہی ان کی خوبیاں اور اچھائیاں ہیں۔

ایک مرتبہ جامع مسجد صدائے یا رسول اللہ ﷺ میں فقیر نے بچوں کا مقابلہ حسن نعت شریف کا پروگرام رکھا۔ قاری صاحب موصوف کو بطور جج مدعو کیا۔ دو ساتھی مزید بھی ساتھ (جج صاحبان) پروگرام اختتام پذیر ہوا تو تین بچے اول، دوئم، سوئم انعام کے حق دار ٹھہرے۔ جب انعامات تقسیم کرنے لگے تو قاری صاحب نے اپنی جیب سے تینوں بچوں کو 500`500 روپے خوش ہو کر انعام میں دیئے۔ جب پروگرام کے آخر پر جانے لگے مجھے ملے تو دو ہزار روپے میری جیب میں ڈال دیئے میں دیکھ کر پوچھا تو کہنے لگے کہ ایک ہزار آپ کیلئے نذرانہ ہے۔ اور ایک ہزار مسجد کی خدمت کیلئے رکھ لیں۔ میں نے بڑا انکار کیا کہ حضرت آپ رہنے دیں کہنے لگے نہیں یہ میں خوشی سے پیش کر رہا ہوں۔ آپ قبول فرمائیں۔ پھر میں نے مسکراتے ہوئے مزاحاً کہا کہ قاری صاحب پھر تو آپ کو ہر محفل میں بلانا چاہیے تاکہ آپ جاتے وقت نذرانہ لینے کی بجائے دیتے جایا کریں۔ مسکرا کر کہنے لگے کہ یہ نبی پاک ﷺ کے صدقے ہی سب کچھ ملتا ہے تو انہی کے نام پر ہی قربان ہے۔

مسلک اہلسنت کا اس قدر درد رکھنے والے تھے کہ کوئی بھی تہوار آتا مثلاً میلاد شریف، معراج النبی ﷺ، خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے ایام مبارکہ: یوم شہدائے، یوم سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، اماں جی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، یوم شہدائے کربلا، بزرگان دین کے اعراس مبارکہ خصوصاً سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ تو اپنے محلے کی مسجد گلاب مصطفیٰ میں بڑے تزک واحتشام کے ساتھ اہتمام فرماتے اور حضور سیدنا غوث پاک سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی گیارہویں شریف تو ہر ماہ بڑی عقیدت ومحبت سے مناتے تھے کیونکہ مجھ ناچیز کو اکثر محافل پر مدعو کیا کرتے تھے۔ محفل پاک کے بعد واپسی پر ماشاء اللہ کافی سارا نذرانہ دیتے تھے۔ میں نے کئی مرتبہ عرض کیا کہ آپ تکلف نہ فرمایا کریں کیا ضرورت ہے تو فرماتے حضرت علماء اہلسنت کی خدمت کرنے سے اللہ ورسول ﷺ راضی ہوتے ہیں۔

قاری صاحب محترم بڑی وسیع الظرف آدمی تھے۔ علماء حقہ کی دل سے قدر کیا کرتے تھے۔ بلکہ ان کو پتہ چلتا کہ فلاں صاحب مسلک ہذا کی خدمت کر رہے ہے تو خوش ہوتے اور ان کی قدر کرتے۔ تالاب والی مسجد کے ساتھ دعوت اسلامی کا ایک چھوٹا سا مکتب ہے مجھے یاد ہے اکثر فون کیا کرتے کہ حضرت چشتی صاحب فلاں کتاب دعوت اسلامی نے نئی چھاپی ہے میری نظر سے ابھی گزری اگر آپ نے نہیں لی تو میں بطور تحفہ بھیج دیتا ہوں۔ قبول فرمائیں اور میرے لیئے دعا فرما دیں۔ (یہ ان کے الفاظ ہیں جو میں نے نقل کیئے ہیں)۔

فقیر راقم الحروف کی اہلیہ بھی جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا میں ترجمہ وتفسیر پڑھاتی ہیں اور الحمد اللہ بیٹی بھی درس نظامی میں پڑھ رہی ہے تو قاری صاحب ناظم کی حیثیت سے تربیتی نشست کے نام ایک کلاس لیا کرتے تھے۔ پتہ چلا ہے کہ جب درس قرآن وحدیث شریف بیان فرماتے تو عقیدہ اہلسنت کی حقانیت واہمیت وتقویت پر بڑا زور دیتے۔ چونکہ انداز اور لہجہ ان کا بڑا موثر اور رقت انگیز ہوتا تھا۔ سیرت صحابہ پاک۔ امہات المومنین۔ بنات رسول ﷺ کے مقدس واقعات اور بزرگان کے ایمان افروز واقعات سے اپنی گفتگو کو مزین فرماتے اور کبھی کبھی تو عشق رسول کریم ﷺ کے واقعات سناتے سناتے اشک بار ہو جاتے تھے اور پھر پورے ماحول میں رقت وگریہ کا سماں بندھ جاتا جو کہ ایک مومن کیلئے بیداری عشق رسول ﷺ کا سبب ہوتا ہے۔ لکھنا تو بہت کچھ تھا لیکن طوالت تحریر کے ڈر سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

مکافات عمل ہے حق کی راہ ہے ہر کسی نے اس فانی دنیا سے کوچ کرنا ہے۔ ۱۶ فروری

۲۰۱۷ء بروز جمعرات کو اچانک حرکتِ قلب بند ہونے سے داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اپنے کریم و عظیم غفور و رحیم رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ اُن کا جنازہ سانگلہ ہل کی تاریخ کے بڑے بڑے جنازوں میں سے تھا۔ ہزاروں آنکھیں اشک بار تھیں۔ ہزاروں دِل سوگوار۔ دیوانہ وار لوگ جنازے میں شرکت کے لیے دوڑ رہے تھے اور لوگوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ قاری صاحب قبلہ ایک صالح مومن کی زندگی گزار کے گئے اور اس شعر کے مصداق ہیں کہ

دنیا اُتے رکھ تو بندیا ایسا بہن کھلون
کول رہوین تے لوکی ہسن ٹر جاوین تے رون

پھر ہزاروں آنسو برساتی آنکھوں کو چھوڑ یہ مہر و وفا کا پیکر اپنے مقام آخری تک پہنچا۔ دعا ہے کہ اللہ جل مجدہ الکریم ان کی زندگی کی ساری نیکیاں قبول کرے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ دل سے دعا نکلتی ہے کہ

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

(محمد عاصم ندیم چشتی)
خطیب مرکزی جامع مسجد سانگلہ ہل
خلیفہ مجاز درگاہ عالیہ اجمیر شریف (انڈیا)

باتیں ان کی یاد رہیں گی

حکیم ڈاکٹر محمد سلیمان مجددی، ایم اے۔ پی ایچ ڈی فاضل درس نظامی

ایک شب میں نے عالم تصور میں لالٹین سے پوچھا کیوں جی! تم کو رات بھر جلنے سے کچھ تکلیف تو نہیں ہوتی، تو وہ بولی کہ آپ کا خطاب کس سے ہے، آیا بتی سے ہے یا تیل سے، ٹین کی ڈبیا سے یا کانچ کی چمنی سے، یا پھر پیتل کی اس تار سے جس کو ہاتھ میں لیکر لالٹین کو لٹکائے پھرتے ہیں، ارے میں تو بہت سے اجزاء کا مجموعہ ہوں!

لالٹین کے اس جواب نے مجھے متحیر کر دیا، اگر میں اپنے وجود کی لالٹین پر غور کر لیتا تو ٹین اور کانچ کے پنجرے سے یہ سوال نہ کرتا۔ جب میری سمجھ میں کچھ نہ آیا تو مجبوراً لال ٹین ہی سے پوچھا، میں خاکی انسان نہیں جانتا کہ تیرے کس جزو کو مخاطب کروں، اور کس کو لالٹین سمجھوں، یہ سن کر

لالٹین کی روشنی لرزی گویا وہ میری ناشناسی پر بے اختیار مسکرائی اور کہا اے نور خدا کے چراغ! لالٹین اس روشنی کا نام ہے جو بتی کے سر پر رات بھر چمکتی رہتی ہے۔ لالٹین اس شعلے کو کہتے ہیں جس کی خوراک تیل ہے اور جو اپنے دشمن تاریکی سے تمام شب لڑتا بھڑتا رہتا ہے۔ دن کے وقت اگرچہ یہ روشنی موجود نہیں ہوتی لیکن کانچ اور ٹین کا پنجرہ رات بھر اس کی ہم نشینی اور صحبت کی وجہ سے لالٹین ہی کہلانے لگتا ہے۔

اے ابن آدم! تیرے اندر بھی عرفان نفس کی ایک روشنی ہے۔ اگر تو اس کی قدر جانے اور اس کو پہچانے تو مخلوق خدا تیرے سب وجود کو روشنی کہنے لگے گے، خاک کا پتلا کوئی نہیں کہے گا۔ دیکھو! رب کریم کے اولیاء کو جو اپنے پروردگار کے قرب کی خواہش میں رات بھر کھڑے رہتے ہیں تو دن کے وقت بھی ان کو نور خدا سے علیحدہ نہیں سمجھا جاتا۔ یہاں تک کہ مرنے کے بعد بھی وہ اپنی اس شان سے محروم نہیں کردیئے جاتے بلکہ حیات طیبہ کا مظہر بن جاتے ہیں۔

اے بندہ خدا پہلے اپنے نفس کی چمنی کو صاف کرلے یعنی لباس ظاہری کو گندگی اور نجاست سے آلودہ نہ ہونے دے اس کے بعد ڈبیا میں صاف تیل بھر لے یعنی حلال روزی کا اہتمام کر، پھر دوسروں کے گھر کے اندھیروں کو اپنی ہستی کو جلا کر منور کردے تب تو بھی قندیل حقیقت اور فانوس ربانی بن جائے گا۔

مذکورہ بالا نگارشات خواجہ حسن نظامی کی فکر منور سے ماخوذ ہیں اور ہم نے انہیں اس لیے زینت قرطاس بنایا ہے کہ ہمارے ممدوح جناب قاری محمد حبیب قادری رضویہ کو خواجہ نظام الدین اولیاء سے بھی خاطر قلب حاصل تھا۔

بہ آں گروہ کہ از بادۂ وفا مستند
سلام ما بہ رسانید ہر کجا ہستند

انسانی لوح شعور پر کچھ شخصیتیں اس طرح اثر انداز ہوتی ہیں کہ زندگی میں ان کے ساتھ گزرتے گزارے ہوئے چند لمحات بھی ہمیشہ کیلئے نقش ہو جاتے ہیں۔ ہم حیات مستعار کی گونا گوں مصروفیات میں اس قدر محور ہو جاتے ہیں کہ پرانے رفقاء سے برسوں ملاقات نہیں ہو پاتی تاہم وہ ذہن کی گہرائیوں میں ضرور جاگزیں رہتے ہیں۔ ایسی ناقابل فراموش ہستیوں میں سے جب کسی کے دنیا چھوڑ جانے کی خبر ملتی ہے تو پھر ان کے ساتھ گزرے ہوئے ایام، فلم کی طرح آنکھوں کے سامنے چلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی دل سوز واقعہ رونما ہوا ہے۔ ۱۰ فروری

بروز جمعہ ۲۰۱۷ء کو راقم الحروف جب قاری صاحب مرحوم کی مسجد گلاب مصطفیٰ میں خطبہ جمعہ کیلئے حاضر ہوا تو ادائیگی فرض نماز کے بعد جلدی کی وجہ سے ملاقات کیے بغیر ہی روانہ ہونے لگا تو آپ نے میرے پیچھے ایک نمازی کو بھیجا کہ کیوں جلدی ہے آج تو ارادہ تھا کہ بقیہ نماز کے بعد چائے کیلئے بیٹھیں گے لیکن میں نے معذوری ظاہر کرتے ہوئے آئندہ جمعہ کیلئے عرض کر دیا۔ مگر چند ایام بعد ہی انکی وفات کی خبر نے گویا ہمارے دل کو دکھ درد سے بھر دیا۔ سارا دن غم و ابتلا میں گزار دیا۔ شعور کی تختی پر کندہ ماضی کی یادوں نے چراغ روشن کر دیئے۔

کل اس کی آنکھ نے کیا زندہ گفتگو کی تھی
گماں تک نہ ہوا کہ وہ بچھڑنے والا ہے

قاری صاحب کو وصال کیے ہوئے ایک ماہ کا عرصہ گزرنے کو ہے ہم اپنے ممدوح و محترم کے ساتھ گزرے ہوئے ایام کو بھلا کیسے بھول سکتے ہیں۔

راستے مہکے، در و بام پر رونق آئی
موجِ بادِ سحر بن کے کوئی گھر سے چلا

مخدوم و محترم قاری صاحب نے زندگی بھر دین کیلئے کام کیا۔ شب و روز طالبان شریعت کی راہ نمائی کی۔ سینکڑوں لوگوں کو تلاوت قرآن پر لگا دیا۔ ہزاروں طالبات ان کے علم قرآن و شریعت سے روشناس ہوئیں لیکن آپ اپنا نام روشن کرنے کے حق میں نہ تھے۔ انہوں نے اپنی ذاتی تشہیر میں کبھی بھی رغبت اور دلچسپی نہیں لی۔ ان کی شہرت کا انتظام ان کی نا آمادگی کے باوجود ان کی شہرت کا سامان قدرت نے مہیا کر دیا کہ جب ان کی نماز جنازہ کی ادائیگی کیلئے ایک جہاں اُمڈ آیا تو اندازہ ہو رہا تھا جو زندگی بھر لوگوں کی نظروں سے پنہاں رہا آج نگاہ قدرت نے اس کی قدر لوگوں میں یوں عیاں کر دی ہے کہ ہر کوئی دل فگار ہو کر انکی نماز جنازہ کی ادائیگی کیلئے آ رہا ہے اور لوگ اتنی کثرت سے آئے کہ وسیع گراؤنڈ کشادگی کے باوجود تنگی داماں کا شکوہ کرتا نظر آ رہا تھا اور ایسا منظر بہت کم دیکھنے میں آتا ہے کہ ہر سو غم کی فضاء محسوس ہو رہی ہو۔

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے میں کہیں چھپتا ہے اکثر پھول پتیوں میں نہاں ہو کر کشادگی محبت سے پیدا ہوتی ہے اور محبت خود کشادہ ہے، یہ محبت ہی ہے جو ناہموار اور پُر خار راستوں کو ہموار گلباز کر دیتی ہے۔ ہمارے ممدوح قاری صاحب چشمہ محبت کے فیضاب تھے۔ دھیما پن ان کی پہچان تھی۔ نیاز مندی اور خلوص کے پیکر تھے۔ گویا آپ محنت کا سمبل اور علامت تھے جو

بھی آپ کی دوستی میں آیا وہ آپکا ہی ہو کر رہ گیا۔

آپ ہوس دنیا کی آلودگیوں سے کوسوں دور تھے۔ تعلیم دین کے ساتھ ساتھ خدمت خلق آپ کا وطیرہ تھا۔ علماء کی قدر اور عزت سے آشنا تھے۔ اسی لیے عمر بھر اہل حق سے وابستہ رہے سادہ لباس پہنا، سادہ غذا کھائی، سادگی کو شعار بنایا، اللہ تعالیٰ نے ویسے بھی آپ کو خدمت دین کا جذبہ عطا کر رکھا تھا۔ ساری زندگی دین اسلام کے بنائے ہوئے راستے پر خود بھی چلے اور دوسروں کو بھی تلقین کی۔ اس راستے میں اچانک عارضہ قلب میں مبتلا ہو کر آخر کار اخلاقی، دینی، اور معاشرتی دنیا کے اس شہسوار نے حیات مستعار گزار کر ۱۶ فروری ۲۰۱۷ء بروز جمعرات کو اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

وقت کی رفتار اور لمحے کی چاپ کو انہوں نے ایک زیرک اور باہوش انسان کی طرح محسوس کیا اور اپنا اثر تخلیقی سطح پر چھوڑا۔ بلاشبہ وہ ایک سچے عاشق رسول، صاحب طریقت، شہرت سے بے نیاز انسان اور ایک بے حد مخلص عالم دین تھے۔ انہوں نے اپنے پیچھے وابستگان علم و ادب کی ایک کثیر جماعت چھوڑی۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں خصوصاً طالبات کی جو کہ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں نمایاں کردار کے حامل ہیں لیکن آپ کے مشن کے اصل وارث ہیں۔ آپ کے محبین ہیں جو کہ آپ کی دکھائی ہوئی راہ محبت پر بہ صد خلوص گامزن ہیں۔

ہوا کے رخ پر چراغ الفت کی لو بڑھا کر چلا گیا ہے
وہ اک دیے سے نہ جانے کتنے دیے جلا کر چلا گیا ہے

گل گلستان رضا

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین المصطفیٰ

تیری صورت سے نہیں ملتی کسی کی صورت
میں جہاں میں تیری تصویر لیے پھرتا ہوں

اس عالم رنگ و بو میں مختلف انواع واقسام کے پھول کھلتے ہیں جو اپنے رنگ وخوشبو سے چمن کو زینت بھی دیتے ہیں اور اشرف المخلوقات کے لئے فرحت وانبساط، سرور ودلبستگی کا سامان بھی، چمن کی رعنائی وزیبائی پھولوں ہی سے ہے مگر وہ پھول جس کی خوشبو سے چمن ہی نہیں کوہ ودمن بھی مہکے اور خوبی رنگ سے آفتاب گگن معلوم ہو، کسی نے کیا خوب کہا

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

چمنستان رضا میں زیبائی وشکیبائی کے صدہا پھول کھلے جنھوں نے شریعت وطریقت، معرفت وحقیقت سے دنیائے اسلام کو معطر ومنور ومعنبر فرمایا، اُن کی خوشبو سے جو معطر ہوا وہ راہ مستقیم پر چلتا رہا...... انھیں میں وہ پھول کھلا جو زینت چمن بھی تھا...... اور صحرائے انسانی میں غمزدہ دلوں کا قرار بھی...... تشنگان الفت کو جامِ عشق رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سیراب کیا...... اجڑے ہوئے دلوں کو شریعت وطریقت کے نگہت وانوار سے ضیاء پاشی فرما کر گلشن وزہراءزار بنادیا...... جو قوم مسلم کا ہادی بھی، دین حنیف کا محافظ بھی...... وہ ایسے شاداب پھول ہیں جن کی رعنائی جمال سے چمن اسلام مہکتا رہا...... اور شکیبائی جلال سے دشمنان اسلام وگستاخان رسول ﷺ سے چمنستان اہلسنت کی حفاظت بھی فرماتے رہے...... کروڑوں کی آرزو اور قوم وملت کی آبرو بن کر کھلے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

چمن رضا کے اس گُل صدرنگ کو دنیا نے عاشق اعلیٰ حضرت، حبیب ملت، یادگار اسلاف، پیکر اخلاص، داعی محبت دین وملت قبلہ قاری محمد حبیب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانا، پہچانا اور مانا

قلب مومن کی ضیاء عاشق اعلیٰ حضرت
دین و سنت کی جلا عاشقِ اعلیٰ حضرت

حضرت حبیب ملت اپنے عزم وارادے کے بنیان مرصوص اور کوہ گراں تھے۔ امتحان گاہ کی وہ سنگلاخ زمین جہاں اچھے اچھوں کے قدم پھسل گئے، مگر آپ وہاں بھی نعرہ تکبیر بلند کرتے رہے۔ آپ کی پالیسی ایک تھی اور صرف ایک

چُھٹ جائے اگر دولت کونین تو کیا غم
چُھوٹے نہ مگر ہاتھ سے دامانِ محمد ﷺ

حضرت حبیب ملت عاشق اعلیٰ حضرت ایسی فخر زمن اور نادر روزگار ہستی کا نام ہے جو آخری سانس تک رشد وہدایت اور انوار ایمانی کے جلوے بکھیرتے رہے۔ جب آپ درس بیاں سے ایمان وعقیدے کی دولت گراں مایہ سے مالامال فرماتے۔ عشق رسالت علیہ التحیہ والثنا کے جام

عرفان سے سیراب فرماتے۔ محبت اولیاء کرام کے ساتھ ساتھ الفت اعلیٰ حضرت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے دلوں کو معمور فرماتے۔۔تو۔۔ایمان کے لٹیروں کی نشاندہی فرما کر مومنین کے عقیدے کی حفاظت بھی فرماتے۔وہ زبان جو دشمنان دین کے لئے شمشیر برہنہ تھی جس سے شاتمان رسول کے نشیمن پر بجلیاں کوندتی تھیں، وہی زبان اپنوں پر پیار ومحبت کے پھول بھی برساتی

وہ اپنی خلوت و جلوت میں کوہ استقامت تھا
وہ اپنوں کے لئے ہر لمحہ اخلاص و محبت تھا
عدوّ دین و ایمان کیلئے وہ غیظ و شدت تھا
حقیقت میں وہ تھا اک جامع اوصاف انسانی

اخیر میں اس حقیقت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا نشرواشاعت کے یہ سارے جلوے ضیائے ملت۔۔پروردہ آغوش ولایت پیر طریقت عاشق غوث ورضا صاحبزادہ محمد ضیاء المصطفیٰ رضوی مدظلہ خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ بریلی شریف کے رہن منت ہیں جن کی توجہات سے ''تذکرہ حبیب'' منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی مولا تعالیٰ حبیب ملت۔کے درجات کی بلندی عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی المرسلین ﷺ

(الفقیر ابوالصبیح پیر محمد شاہد علی رضوی غفرلہ، خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ بریلی شریف)

آہ! میرے پیارے ابا جان

از: محمد بلال حبیب قادری بن قاری محمد حبیب رضا قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دوکان اپنی بڑھا گئے
اک شمع تھی سو وہ بھی خاموش ہے

کیسے اور کیوں کر لکھوں 16 فروری 2017 بروز جمعرات کو بوقت 7:45 بجے میرے اوپر سے وہ عظیم اور پرشفقت سایہ چھن گیا کسے خبر تھی کہ وہ عظیم ہستی ہم سے اتنی جلدی جدا ہو جائے گی اور اتنی دور چلی جائے گی کہ نہ سلام زبانی آئے گا اور نہ پیام تحریری ملے گا۔نہ بلائیں گے اور نہ خود آئیں گے۔قریب بٹھا کر گلے لگا کر تسلی دینے والا ایک خواب بن کر رہ جائے گا یہ کیسی قید وبند ہے کہ چاہنے والے تڑپتے ہیں ایک جھلک کو ترستے ہیں کسی کو کسی کا پتہ نہیں۔مژدۂ زیارت کون دے گا؟ نوید جاں بخش کہاں سے ملے نہ کوئی وعدہ ہے نہ حرف تسلی ہے۔

میرے پیارے ابا جان! آپ کی وہ میٹھی میٹھی سی آواز وہ پروجیہہ ونورانی چہرہ کہاں سے لاؤں میں کیسے اور کیوں کر یقین کرلوں کہ میں اب قیامت تک اس حسین چہرہ کو نہ دیکھ سکوں گا۔ آپ کی آواز سننے کیلئے میرے کان اب ہمیشہ ترسیں گے۔

میرے پیارے ابا جان! اب میں آپ کی صورت دیکھنے کے لئے ہمیشہ بے تاب اور سرگرداں رہوں گا۔ میرے کنارے مجھ سے چھوٹ کر دور ہو گئے اب کسے معلوم کہ اس بحر بیکراں کا کنارہ اور ساحل میں کب پاؤں گا، اور کب پتہ میری موجوں میں ڈگمگاتی بھنوروں میں پھنسی کشتی کو کبھی کنارہ بھی مل پائے گا؟

یا ابت! میں آپ کی عظیم المرتبت شخصیت کے پہلوؤں کو کس طرح بیان کروں۔ آپ کی اس عظیم وبابرکت زندگی کے بارے میں کیسے لکھوں نہ دماغ ساتھ دے رہا ہے نہ دل سہارا دے پا رہا ہے۔ آپ کو اپنی اولاد سے کتنی محبت تھی کیسے بتاؤں آپ کا شفیق سایہ اولاد تو اولاد اہل محلہ واہل علاقہ حتی کہ غیروں سے بھی یکساں تھا۔

آپ کی تمام تر زندگی تقوی وتوکل، اخلاص وللھیت جیسی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں تمام ہوئی۔ میں نے تو جب ہوش سنبھالا آپ کی زندگی کو جہد مسلسل درس وبیان، ذکر وفکر، اصلاح عوام سے بھرپور پایا۔ آپ کے شب وروز انتہائی مصروف گزرے۔ طلبہ وطالبات دین کی خدمت کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ نہایت متحمل مزاج، سچے پکے عاشق رسول ﷺ تھے۔ درود پاک کی کثرت اور اس کی تلقین کرنا آپ کا شیوہ تھا۔ سادگی پسند مزاج ان پر غالب تھا۔ اول تا آخر درویشانہ زندگی بسر کی۔ آپ کی زندگی تمام پہلوؤں سے بھرپور تھی اور آپ کی پاکیزہ ومجاہدوں سے بھرپور زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ یہ عظیم سرمایہ، یہ باغ وبہار شخصیت اب ہم میں نہیں ہے۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ اس دنیا کی ہر شئے راہی ہے جلد یا بدیر سب کو چلے جانا ہے تاہم ابھی آپ کی ضرورت تھی اس پُرآشوب زمانے میں ایک مخلص، بے غرض اور ایک ہی خواہ اور دعا گو کا اچانک یوں بچھڑ جانا کسی قیامت صغریٰ سے کم نہیں اور ہم سب اب اس باب الدعا کے بند ہو جانے کی وجہ سے عظیم نقصان سے دوچار ہیں۔

تم کیا گئے کہ دل میں اندھیرا سا چھا گیا
شمع حیات ہو گئی مدھم تمہارے بغیر

میرے پیارے ابا جان! ہم تو تصور بھی نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی وہم وگمان میں تھا کہ تایا

محمد سلیمان (وفات 1994-8-5)، تایا محمد سعید اختر (وفات 2011-7-12ء) اور تایا محمد وحید اختر (وفات 2013ء) کی جدائی کے بعد جو آپ شفقت و بیکراں محبت و مؤدت حاصل تھی اس سے بھی محروم ہونا اتنی جلد ہمارے مقدر میں لکھا ہے۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ ہماری رونقیں، ہماری بہاریں، ہماری خوشیاں اتنی جلدی لٹ جائیں گی اور آپ کی شفقتوں سے محروم آپ کا یہ پیارا بیٹا اور لاڈلہ بیٹا رہ جائے گا۔ جتنی شفقت، محبت، سایہ عاطفت اور خلوص اپنی حقیقی اولاد پر نچھاور کرتے ویسے ہی روحانی اولاد کے ساتھ بھی رویہ اختیار کرتے، بلکہ اکثر تو ایسا بھی ہوا کہ (جب ناظرہ قرآن مجید پڑھتے تھے) طلبہ کی غلطی کے واضح ہو جانے کے بعد جو ہم بھائیوں میں سے کسی کے ساتھ ادنیٰ لڑائی میں ہوئی ہو پھر بھی ہمیں جھڑک دیتے اور طلبہ کی بات کو ترجیح دیتے مگر بعد میں اس کا اظہار بھی فرما دیتے کہ میری اولاد کی وجہ سے ان طلبہ کو ادنیٰ سی بھی تکلیف یا ان کے ساتھ کچھ بھی زیادتی نہ ہو اور طلبہ کے ذہن میں کہیں یہ بات نہ سرایت کر جائے کہ ہمیں ابا جان نے بیٹا ہونے کی وجہ سے جانبداری اور طرفداری کی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی محتاط زندگی گزارنے کی توفیق دی تھی کہ اہل علاقہ رشک کرتے تھے۔

جی ہاں! تو میں ذکر کر رہا تھا مجسمہ زہد وایثار، پیکر اخلاص وتقوی، کوہ استقامت وجلالت، نابغہ روزگار، سلف وصالحین کی چلتی پھرتی یادگار حامئ توحید وسنت، ماحئ شرک وبدعت، منبع فضائل و کمالات، مرجع خلائق، صبر وتوکل واخلاص کی جیتی جاگتی تصویر، جود وسخا کا سرچشمہ، زاہد وعابد، عاشق ختم المرسلین ﷺ، جامعہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سانگلہ ہل کے ناظم اعلیٰ حضرت قبلہ والد گرامی قدر محمد حبیب رضا قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں آج "مدظلہ العالی" دامت برکاتھم العالیہ"، "زید مجدہم" جیسے آخر میں دعائیہ کلمات لکھنے کی بجائے "نور اللہ مرقدہ، قدس سرہ، ورحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ" لکھتے ہوئے دل دھڑکتا ہے اور قلم لرزتا اور ہاتھ کانپتا ہے کہ جن کے بارے میں کئی لوگوں سے یہ بات سننے میں آئی ہے۔ حضرت ایسے بزرگ ہیں کہ جن کی قدر ومنزلت اور علوشان کا لوگوں کو علم نہیں اور ان کے جود وسخا سے ابھی تک ناآشنا ہیں، اس دار فانی سے ان کے کوچ کرنے کے بعد افسوس کر رہے ہیں کہ ہم انہیں نہ پہچان سکے بلاشبہ یہ خیال بالکل صحیح اور بجا تھا کہ بہت سے لوگ حضرت ابا جان کی عظیم المرتب شخصیت کی گہرائی تک رسائی ہی حاصل نہ کر سکے تھے اور آج وہ لوگ کف افسوس مل رہے ہیں کہ اس چھپے ہوئے اللہ کے نیک بندے کو ہم پہچان نہ سکے اور نہ قدر کر سکے۔

حضرت ابا جان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام تر صلاحیتیں طلبہ وطالبات دین کی خدمت

کیلئے وقف کر رکھی تھیں۔ دن و رات میں چند گھنٹوں کے علاوہ باقی سب وقت باہر مدرسہ میں گزرتا تھا خواہ وہ فجر کی نماز کے بعد جامع مسجد گلاب مصطفیٰ ﷺ سے متصل ہو یا جامعہ فاطمۃ الزہرہ للبنات ملحقہ جامع مسجد تالاب والی والا ہو یا پھر عصر تا مغرب جامع مسجد گلاب مصطفیٰ میں چھوٹی بچیوں کو ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم کا ہو۔ نماز ظہر کے علاوہ کیونکہ وہ مدرسۃ فاطمۃ الزہرا للبنات کے تعلیمی وقت میں آتی تھیں جو وہ جامع مسجد تالاب والی میں تکبیر اولیٰ کے ساتھ باجماعت ادا کرتے۔ باقی سب نمازیں جامع مسجد گلاب مصطفیٰ میں ہی پڑھاتے تھے۔ حضرت ابا جان رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً بائیس تیئس سال کا طویل عرصہ اپنی تمام توجہات کا مرکز و محور مدرسہ فاطمۃ الزہرا للبنات اور مدرسہ جامع مسجد گلاب مصطفیٰ طلبہ و طالبات کو بنائے رکھا۔ خطابت و سیادت و قیادت کا ذوق طبعی طور پر ہی نہ تھا۔ عزلت گزینی اور گوشہ نشینی پسند تھی رجال کار پیدا کرنے اور جید قسم کی مضبوط عالمہ فاضلہ تیار کرنے کی گویا دُھن لگی ہوئی تھی۔ اس کا صلہ خدائے بزرگ و برتر نے دنیا میں بھی یوں دیا کہ جنازہ کے وقت ہزاروں کی تعداد میں علماء و مشائخ اور سادات و عوام اہلسنت کا ایک وسیع و عریض اجتماع تھا جس میں تقریباً ہر آنکھ اشکبار تھی اس کے علاوہ باہر مڑھ بلوچاں روڈ پر بھی عورتوں کا ایک اجتماع تھا جس کو اگر مردوں سے کم کہا جائے تو شاید زیادتی ہو گی ان کی کیفیت بھی کچھ ایسی ہی تھی اس عورتوں کے اجتماع میں سینکڑوں کی تعداد میں بچیاں وہ تھیں جو کہ آپ کی شاگرد بلاواسطہ تھیں اور بالواسطہ کی تعداد کا تو علم اللہ ہی جانے اور اس کے علاوہ ایک چھوٹا اجتماع ناظرہ قرآن پڑھنے والے ان بچے اور بچیوں کا تھا جو کہ گلیوں میں کھڑے زور و قطار رو رہے تھے اور ان کی زبانوں پر یہ الفاظ "اب ہمیں قرآن مجید کون پڑھایا کرے گا" لوگوں کے جذبات میں مزید طولانی پیدا کر دیتے تھے اور لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگتے تھے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت ابا جان قدس سرہ کو اللہ رب العزت نے پاکیزہ سیرت، بلند ہمت، عالی ظرف اور مکارم اخلاق و صفات کے ایسے انمول خزانوں سے سرفراز فرمایا تھا کہ ان کی ذات اخلاقی فطری بلندی کی معراج کو پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ اخلاص و بے غرضی اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی سرشت و جبلت میں اس طرح پیوست کر رکھی تھی کہ جس کا جدا کرنا محال و ممتنع تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصاً محبوبیت کی شان سے اس طور پر نوازا تھا کہ دیکھتے ہی دل میں کشش کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی۔

حضرت ابا جان نور اللہ مرقدہ کی زندگی کے آخری انیس، بیس سال جامعہ فاطمۃ الزہرا

للبنات ملحقہ جامع مسجد تالاب والی سانگلہ ہل ہی میں خدمت دین متین میں گزرے ۔

اٹھ گیا دنیا سے دل عزلت گزینی کے لئے
یاد تمہاری مل گئی ہے ہم نشینی کے لیے
یہ جہاں خلیل ہے بے بقا نہیں ہے بھروسہ حیات کا
وہ ہے کون سا باغ جہاں میں گل چلی جس پر بادخزاں نہیں

کہاں ہیں وہ دست شفقت پھیرنے والے؟ رونے والے کو ہنسانے والے، بے کسوں کا سہارا، مصیبت زدوں کا آسرا، بیواؤں، یتیموں، غریبوں، مسکینوں، طالب علموں کے ملجاء وماویٰ اور صوفیاء ومشائخ کے ساتھی اور ہمراز دوست اور قدرشناس وہ کیا گئے کہ جودوستی، حلم ووقار، نظافت و طہارت، حمیت وغیرت سب اپنے ساتھ لے گئے۔

16 فروری 2017ء دن کا آفتاب اپنے ساتھ ایسا المیہ لے کر طلوع ہوا کہ نہ صرف طلباء علماء بلکہ عوام وخواص اس کے غم میں ڈوب گئے۔ تحصیل سانگلہ ہل کے قرب وجوار کے شہروں سے متعلقین پہنچنا شروع ہو گئے۔ 2 بجے علماء ومشائخ اکابر طلباء کا ایک عجیب مجمع تھا۔ ہر شخص عالم اضطراب میں اس حادثہ کی وجہ سے ہر شخص ساکت وصامت حیرانگی سے ایک دوسرے کو تسلی دینے کی کوشش کررہا تھا کہ غم کسی ایک کا نہ تھا بلکہ تمام اہل علم کا تھا۔ ہر شخص تعزیت کا مستحق تھا، علماء اس لئے تعزیت کے مستحق تھے کہ ان کی صفوں سے ان کے ایک عظیم ساتھی داغ مفارقت دے گئے، طلبہ اس لئے کہ ان کے مربی ومشفق نہ رہے، عوام اہلسنت اس لئے کہ ان کے رہنما اور بے لوث خادم اسلام دنیا سے منہ موڑ چکے تھے۔

حیات وموت کا سلسلہ جاری ہے اور ابدالآباد تک رہے گا۔ زندگی کے تعاقب میں موت ہے اور موت زندگی کے سراغ میں ہمہ تن مصروف ہے۔ موت بڑی بے رحم ہے کسی کو خاطر میں نہیں لاتی کسی کو دوام اور ثبات نہیں صرف اللہ رب العزت کی ذات ہے جو ازل سے قائم ہے اور ابد تک زندہ وپائندہ رہے گی۔ ہر چیز سحر ہے جو تند وتیز ہوا بے رحم جھونکوں سے بجھا ہی چاہتی ہے۔ زندگی کتنی قیمتی ہے ایک انمول ہوتی ہے اس کے پہلو میں ہیرے کی چمک اور تاروں بھری رات کا عکس جمیل قیام پذیر رہتا ہے یہ بڑی دلکش اور جاذب نظر ہے۔ خوبصورتی کا مجسم ہے لیکن اس کے لئے جس نے رب کی اطاعت میں زندگی گزاری رب کی رضا پر چلا، جی وہ تو خوشی خوشی اس دنیا سے چلے گئے۔ جب ہم حضرت ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کو تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال لے کر گئے تو ہم سب کو اور سب

اہل محلّہ کو یقین تھا کہ جلد ٹھیک ہو کر واپس آئیں گے پھر وہی دست شفقت ہمارے سروں پر رکھیں گے لیکن اس بات کا اندازہ ہی نہ تھا کہ حضرت ابا جان اب ہمارے پاس چند گھنٹوں بھی نہیں چند منٹوں کے مہمان ہیں۔ E.C.G ہوئی جو مکمل طور پر کلیئر تھی۔ بیڈ پر بٹھایا گیا۔ سامنے ٹیبل پر حضرت ابا جان کا تعویز اور کنگھی پڑھی تھی مجھے فرمانے لگے "بلال تعویز اور کنگھی سنبھال لو"۔ میں نے جلدی سے ان کو محفوظ کر لیا۔ یہ جملے ان کی طرف سے الوداعی جملے تھے ہم نے غور نہ کیا میں ان کی کمر کو اپنے بازو سے ٹیک دیئے بیٹھا کہ اچانک انہوں نے سر آگے کو جھکایا میں نے تھامتے ہوئے عرض کیا ابو جان کیا ہوا پھر سیدھے پیچھے کی جانب ہوئے اس وقت آہستہ آہستہ منہ میں کچھ پڑھ رہے تھے۔ احباب ڈاکٹر صاحب کی طرف دوڑے ابا جان سیدھے لیٹ چکے تھے بس مجھے محسوس ہو چکا تھا کہ اب وہ اس جہاں میں نہیں رہے۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا آ رہا تھا۔ چند لمحات بعد ڈاکٹر نے بھی وہی روح فرسا خبر سنائی۔ چند منٹوں میں یہ خبر علاقہ میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ حضرت ابا جان کا جسد خاکی بذریعہ ایمبولینس جب محلّہ کی گلی کوچوں میں پہنچا تو لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے ایک دوسرے سے ملتے لوگ رو رہے تھے۔ طالبات کی آوازیں آ رہی تھی کہ آج ہم یتیم ہو گئیں۔ اس کے بعد حضرت ابا جان کی چارپائی گھر میں لائی گئی جیسے ہی چارپائی گھر کے اندر داخل ہوئی گویا ایک قسم کا کہرام مچ گیا۔ ہر طرف سے آوازیں آ رہی تھیں کوئی باپ کہہ رہا تھا کوئی شوہر کہہ کر پکار رہا تھا تو کوئی چچا کہہ کر پکار رہا تھا تو کوئی بھائی کہہ کر پکار رہا تھا کوئی بیٹا کہہ کر پکار رہا تھا تو کوئی استاد کہہ کر۔ الغرض ہر ایک اپنی آواز میں پکار رہا تھا کہ ہم سے جدا ہو گئے۔ گھر میں جگہ کم پڑنے کی وجہ سے مڑھ بلوچاں روڈ کے ایک ٹریک پر تمبو وغیرہ لگا کر باپردہ انتظام کیا گیا تھا جس میں آپ کے جسد منور کو منتقل کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد غسل کا مشورہ ہوا اس کے بعد آپ کے جسد کو غسل کیلئے گھر لایا گیا۔ غسل کی تیاری شروع ہوئی۔ غسل میں محترم سید حفیظ الحسن شاہ صاحب آف چک نمبر 119 بھلیر) والوں نے جن کے ساتھ ابا جان کے بڑے قریبی مراسم تھے، صاحبزادہ پیر محمد ضیاء المصطفی رضوی (خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ بریلی شریف) محترم المقام حاجی محمد امین حبیبی صاحب اور محترم محمد اشفاق احمد رضوی صاحب، محترم ڈاکٹر محمد ندیم دونوں تایا ابو، بھائی حافظ عمران صاحب اور بندہ نے شرکت کی اور ابا جان کو غسل دیا اور پھر سنت کے مطابق تکفین کی گئی۔ کفن میں باقی چادروں کے ساتھ ایک چادر وہ بھی استعمال کی گئی جو ابا جان نے عمرہ ادا کرتے ہوئے حالت احرام میں استعمال کی تھی۔ اس کے بعد زیارت کے لئے چارپائی پھر روڈ پر جس جگہ

انتظام کیا گیا تھا وہاں رکھ دی گئی۔ پھر دوسرے انتظامات کو آخری شکل دی گئی۔

بہر حال تقدیر سے کون لڑسکتا ہے وہ تو ہمیشہ کے لئے نظروں سے اوجھل ہونے جا رہے تھے۔ شاگردوں نے کہا آہ! ہم سے ایک عظیم مربی استاد روٹھ گیا۔

طالبات نے کہا آہ! ہم یتیم ہو گئیں۔ متعلقین بولے آہ! ہم سے ایک عظیم دوست اور یار رخصت ہو گیا۔ ماں کے لبوں پر تھا کہ آہ! میں چوتھی بار مر گئی، بیوی کی زبان پر تھا کہ آہ! میں دوسری مرتبہ بیوہ ہو گئی اور بچوں نے کہا آہ! ہم باپ سے محروم ہو گئے۔ حضرت ابا جان کا جنازہ جب قبرستان کی طرف جا رہا تھا تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہماری متاع کل ہم سے چھن گئی ہے اب ہمارے پاس کچھ نہیں رہا۔ جی ہاں!

اٹھتے جاتے ہیں اب اس بزم سے اربابِ نظر
گھٹتے جاتے ہیں مرے دل کے بڑھانے والے

لیکن نہیں نہیں یہ میں کیا کہہ رہا ہوں؟ قلم کیا لکھ رہا ہے؟ یہ وہم ہے خواب کی باتیں ہیں۔ میرے ابا جان، میرے مربی، میرے ملجاء وماویٰ میرے سب کچھ تو وہ مسکراتے ہوئے سامنے تشریف لا رہے ہیں۔ مسجد میں نگاہیں خود بخود اس طرف اٹھ رہی ہیں وہ اپنی سادگی مگر پر کشش آواز میں نماز پڑھا رہے ہیں اور دلوں کو سرور واطمینان کی نعمت نصیب ہو رہی ہے اور جامعہ فاطمۃ الزہراء کی طرف جاؤ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ جامعہ کے دفتر میں تشریف فرما رہے ہیں۔ بقول جگر مراد آبادی مرحوم

وہ کب آئے بھی اور گئے بھی نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں وہ آ رہے ہیں وہ جا رہے ہیں

ہمارے حواس وشعور پر حضرت ابا جان کا اس قدر تسلط ہے کہ وہ ہر وقت ہمارے درمیان چلتے پھرتے معلوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے استدعا ہے کہ بوسیلہ مصطفیٰ ﷺ اپنی شایان شان رحمت کا معاملہ فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

قاری محمد حبیب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

حیات وخدمات

از قلم محمد افضال حسین نقشبندی

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ یہ نظام کائنات عارضی اور غیر مستقل ہے اس کی ہر

چیز بقاء سے فنا اور وجود سے عدم کی طرف رواں دواں ہے۔ آج سے ہزاروں سال قبل اس کی تخلیق کی گئی اور ایک متعین وقت تک کیلئے اس کو قرار بخشا گیا۔ عنقریب اس پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں اس کی ہر چیز تہ و بالا کر دی جائے گی۔ خلاق لم یزل کے ماسوا ہر چیز نیست و نابود ہو جائے گی۔ دنیا کی اس مدت قرار میں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کا سلسلہ چلایا ابتدائے آفرینش سے لیکر امروز تک لاکھوں انسانوں نے اس گلستان میں جنم لیا اور کچھ عرصہ کے لئے مسافر کی طرح سکونت اختیار کر کے موت کی آغوش میں چلے گئے۔

پھر اس دار فانی میں آنے والے بعض ایسے انسان ہوتے ہیں کہ ان کی پیدائش پر دھوم دھام ہوتی ہے۔ خوشیوں اور مسرتوں کے انبار ہوتے ہیں لیکن جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو چند لوگوں کے سوا ان کے جانے کا کسی کو علم نہیں ہوا ان کی وفات پر دو چار آنسو بہا کر خراج عقیدت پیش کرنے والا ان کے مسکن و مستقر پر جا کر چند جملے مغفرت کے بولنے والا کوئی نہیں ہوتا۔

الغرض ان کے دنیا سے کوچ کرنے کے چند دنوں بعد ان کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹ جاتا ہے لیکن بعض نفوس ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اس دھرتی پر قدم رکھتے ہیں جن کا وجود ظاہرا آب و گل سے مرکب ہوتا ہے لیکن وہ علم کے اس زینہ ترقی پر ہوتے ہیں کہ ہزاروں انسان ان کے چشمہ علم و عرفان سے سیراب ہوتے ہیں جہالت کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں۔ معرفت و ہدایت کی وادیاں بہتی ہیں وہ چلتے زمین پر ہیں لیکن آسمان میں ملائکہ ان پر رشک کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جب دنیا فانی کو الوداع کہتے ہیں تو ان کی جدائی پر ہزاروں انسان اشک افشانی کرتے ہیں ان کو رخصت کرنے کیلئے انسانیت کا جم غفیر جمع ہوتا ہے۔ ان کے دار آخرت کی طرف کوچ کرنے کی خبر ہزاروں انسانوں کو آنسو بہانے پر مجبور کرتی ہے۔ ان کا وجود تو دنیا کے چہرے سے چھپ جاتا ہے لیکن ان کا نام انسانی مخلوق کے لب و زبان پر جاری رہتا ہے۔ انہیں شخصیات میں سے ہمارے مہربان قاری محمد حبیب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی قدر تھی۔

آج سے چند روز قبل بندہ جامعہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا للبنات (رجسٹرڈ) کے اس مرکزی دروازہ پر کھڑا تھا جہاں پر قاری صاحب سے کئی بار شرف ملاقات حاصل ہوئی۔ اچانک وہ منظر میرے سامنے ہے میں یادوں میں کھو گیا کہ وہ سر پر سجا خوبصورت عمامہ شریف، آنکھوں میں بلا کی عقابی، رعب دار کشش، خوبصورت چہرہ، چہرے پر علم و تقویٰ کی نورانیت، اکابرین کی تابندہ روایات کے امین، سادگی اور متانت کے پیکر، تدبر و فراست ایمانی سے متصف، ہر تکلف و تصنع سے

عاری، ہر موسم سے بے نیاز، زمانے کے سرد و گرم کے شاکی نہ رو بہ زوال صحت پر نالاں، قلندرانہ دل و دماغ اور کسی مافوق الفطرت طبیعت کے مالک تھے۔ اشاعت علوم نبویہ کے جذبہ سے سرشار بہترین استاد اور مشفق و مربی تھے۔

قاری صاحب کا نام ذہن میں آتے ہی ایک ایسی شخصیت کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں جسے فیاض حقیقی نے علم و فضل، جود و سخا، قناعت و استغناء، صبر و استقامت اور عزیمت و جفاکشی جیسی اعلیٰ صفات سے نوازا تھا۔ ان کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا اور زندگی کی ساری تگ و دو حصول علم، اشاعت علم اور طالبات علم ہی کیلئے تھی۔ شاعر نے کچھ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا کہ

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

ولادت

قاری محمد حبیب رضوی رحمتہ اللہ علیہ یکم اپریل 1968ء کو سانگلہ ہل کے مضافاتی گاؤں مہیس شمالی میں جناب محمد عنایت اللہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد تہجد گزار اور صوم و صلوۃ کے سختی سے پابند تھے۔ آپ کے دادا جن کا نام حسین بخش تھا وہ بھی عبادت گزار تھے بقول گاؤں کے لوگوں کے لوگ آپ کے دادا اور والد گرامی سے اپنے چھوٹے موٹے فیصلے بھی کرواتے تھے اور سب کو ان پر اتنا اعتماد ہوتا تھا کہ جو فیصلہ بھی کر دیتے دونوں فریق اس کو صدق دل سے قبول کر لیا کرتے تھے۔ آپ کے والد گرامی کچھ زیادہ پڑھے لکھے تو نہ تھے مگر پھر بھی ذہین و لائق تھے۔ شاید لوگوں کا آپ سے فیصلے کروانا بھی آپ کے ذہین ہونے کی وجہ سے ہی تھا۔ قرآن مجید ترجمہ کے ساتھ روانہ تلاوت کیا کرتے تھے۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ جو کہ ماشاء اللہ بقید حیات زندہ ہیں وہ بھی نماز پنجگانہ اور تہجد گزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بوسیلہ مصطفیٰ ﷺ ان کا سایہ اپنے دیگر بچے بچیوں اور پوتے پوتیوں پر صحت و عافیت سے تادیر قائم و دائم فرمائے۔ آمین۔

عہد طفولیت

قدرت جن افراد سے مخصوص کام لینا چاہتی ہے، انہیں صلاحیتیں بھی مخصوص ہی عطا کرتی ہے اور پھر ان صلاحیتوں کی نگرانی بھی خود ہی کرتی ہے۔ عظیم لوگوں کا بچپن اور یونہی لڑکپن بھی عظیم ہوتا ہے اور دیکھنے والے ابتداء سے ہی ان کے عظیم کارناموں کا اندازہ کر لیتے ہیں۔ حضرت قاری

صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا مبارک بچپن بھی آپ کی عظمت شان اور مقام رفیع کا مظہر تھا۔

قاری صاحب کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ ''ابھی عمر بمشکل پانچ یا چھ سال ہوگی جب میرا محمد حبیب سحری کے وقت اٹھ کر بیٹھ جاتا اور اپنے والد ماجد کے ساتھ نماز تہجد ادا کرتا۔ ابھی سات سال عمر ہوگی جب اعتکاف بیٹھنا شروع کر دیا تھا۔ نماز پنجگانہ کے اہتمام کی یہ صورت تھی کہ جونہی اذان ہوئی وضو کیا اور اپنے والد کے ساتھ مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ باجماعت نمازوں کی ادائیگی کا جوشوق اور جنون تاحیات آپ پر غالب رہا اس کی ابتداء اوائل عمری ہی میں ہو چکی تھی۔

والدہ کہتی ہیں کہ ''بچوں کے ساتھ اس کا تعلق بس مسجد کی حد تک ہی رہتا تھا یا پھر سکول کی حد تک ورنہ بچپن اور لڑکپن میں بھی عام بچوں سے الگ تھلگ ہی رہتا تھا۔ کھیل کود میں کبھی بھی رغبت نہ رہی۔ یہی دور تھا جب سے سر پر ٹوپی رکھنے کا آغاز بھی ہو چکا تھا۔''

تعلیم وتربیت

قاری صاحب کی والدہ ماجدہ کہتی ہیں کہ: ہمارے گاؤں میں گھر کے قریب ہی گورنمنٹ پرائمری سکول تھا جہاں حبیب کو اس کے والد نے تقریباً 1972ء میں داخل کروایا۔ اس وقت حبیب کی عمر تقریباً ساڑھے چار یا پانچ سال کی ہوگی۔ وہ صبح سکول جاتا اور عصر کے بعد گاؤں میں ہی سید صابر حسین شاہ صاحب کے پاس قرآن کریم پڑھنے جایا کرتا تھا۔ اور نماز مغرب مسجد میں ہی ادا کر کے پھر گھر واپس آیا کرتا تھا۔ اسی عمر میں حبیب نہایت ہی ہر دلعزیز تھا۔ اساتذہ کی آنکھوں کا تارا اور طلباء کی نگاہوں کا مرکز ہوا کرتا تھا۔ سگریٹ، حقے سے سخت نفرت تھی۔ ہر کلاس سے اعلیٰ نمبروں میں پاس ہوا کرتا تھا۔ 1977ء میں حبیب نے پرائمری کا امتحان نہ صرف پاس کیا بلکہ پوزیشن بھی حاصل کی۔ تب تک اس نے قرآن مجید ناظرہ کے ساتھ ساتھ تیسواں اور پہلا پارہ اور اس کے علاوہ کئی سورتیں بھی حفظ کر لی تھیں۔

مڈل و ہائی تعلیم حاصل کرنے کیلئے 1977ء میں شہر سانگلہ ہل میں داخل ہوا۔ روزانہ سائیکل پر سکول جایا کرتا اسی دوران ہم سب شہر سانگلہ ہل میں شفٹ ہو گئے۔ 1982ء میں اس نے اعلیٰ نمبروں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ 1984ء میں ایف اے گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج سانگلہ ہل سے ہی کیا، اعلیٰ نمبروں سے پاس ہوا ساتھ ہی میرٹ پر پرائمری سکول میں بطور ٹیچر تقرر

ہوا۔ قرأت کا کورس زینت القراء، فخر القراء، علاقہ بلکہ پورے ضلع کی جانی پہچانی شخصیت قاری محمد صابر حسین مشوری سے کیا۔ باقی تعلیم داماد محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا ابو الطیب مفتی محمد ذوالفقار علی رضوی دامت برکاتھم العالیہ سے ہی حاصل کی اور مفتی صاحب کو اپنے اس شاگرد پر بڑا ناز تھا اور ہے۔

حلیہ مبارک

خدا تعالیٰ نے آپ کو حسن سیرت کے ساتھ ساتھ حسن صورت سے بھی خوب مزین کیا تھا۔ میانہ قد، روشن آنکھیں، سنت کے نور سے جگمگاتا چہرہ، گندمی مائل رنگت، تمام اعضاء بدن جسم اطہر پر انتہائی متناسب، سادہ لباس، نرم دم رنگت، تمام اعضاء بدن جسم اطہر پر انتہائی متناسب، سادہ لباس، نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو، سراپا سے عجز وانکسار ظاہر خاموش ہوں تو پر جلال، محو کلام ہوں تو جمال ہی جمال، ہمیشہ نگاہیں جھکا کر سڑک کنارے پہ چلتے، نمود ونمائش سے کوسوں دور، راستے میں ہر ایک کو سلام کی پہل کرنا، ریاکاری سے دور، بڑے بڑے القابات سے نفرت، سنجیدہ طبع ہونا، قاری صاحب صفات حمیدہ اور خصائل حسنہ سے متصف تھے اور اخلاق رزیلہ اور عادات سئیہ سے نفیر تھے۔ اس شعر کے پورے مصداق ہیں۔

یہ رتبہ بلند ملا ہے جسے مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

قاری صاحب چھ بھائی تھے۔ آپ بھائیوں میں سب سے چھوٹے اور آپ سے پانچ بھائی بڑے تھے۔ سب سے بڑے بھائی محمد سعید اختر تھے۔ جو 12 جولائی 2011ء کو انتقال کر گئے۔ ان کی اولاد چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ اس سے چھوٹے بھائی محمد نعیم اختر ہیں۔ شادی ہوئی بیوی فوت ہوگئی۔ پھر دوبارہ شادی کی تو ان کے ہاں ایک بیٹا اور ایک بیٹی کی پیدائش ہوئی۔ اس سے چھوٹے بھائی محمد سلیم ہیں جن کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ اس سے چھوٹے بھائی محمد سلیمان تھے جن کا انتقال پانچ اگست 1994ء کو ہوا جن کی پانچ بیٹیاں ہیں۔ ان میں سے ایک تو کم عمری میں ہی انتقال کر گئی۔ اس سے چھوٹے بھائی محمد وحید تھے جو کہ انتقال کر گئے ہیں۔ 2013ء میں ان کا انتقال ہوا ان کی اولاد دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ اس سے چھوٹے قاری محمد حبیب قادری رضوی تھے۔ آپ کی اولاد دو بیٹیاں اور دو بیٹے ہے۔ بڑے بیٹے کی عمر 21 سال اور نام محمد بلال حبیب قادری اور چھوٹے کی عمر بارہ سال اور نام محمد مشتاق حبیب قادری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قاری صاحب کو دین کے لئے چن لیا تھا۔حمید بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

من یرد اللہ بہ خیر یفقھہ فی الدین

ترجمہ: جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو پھر اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

(البخاری: الصحیح، کتاب العلم، باب: من یرداللہ بہ خیر الیفقھہ فی الدین، رقم الحدیث، ۷۱ صفحہ ۱۷ مطبوعہ دار السلام للنشرو التوزیع الریاض)

ظاہر ہے کہ اسلام جس زندگی کا تقاضا کرتا ہے اور انسان ان کو عبودیت کی معراج پر دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ علم دین ہی پر موقوف ہے، علم دین کی بنا پر انسان، انسان بنتا ہے اور بندہ اپنی حقیقت کو پہچان کر اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتا ہے، نیز عقیدہ وعمل کی تمام راہیں اسی سے نکلتی ہیں۔ جس پر چل کر بندہ اپنے پروردگار کا حقیقی اطاعت گزار، رسول اللہ ﷺ کا فرماں بردار اور دین وشریعت کا پابند بنتا ہے۔

قاری صاحب کا ایف اے تک عصری تعلیم حاصل کرنا اور پھر گورنمنٹ نوکری کو لات مار کر دین کا ایف اے کر کے سرکار کریم اور دین اسلام کی نوکری کرنا یقیناً

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

شباب مقدس

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقت پیری گرگِ ظالم می شود پرہیزگار

ترجمہ: ”جوانی کے عالم میں توبہ پر قائم رہنا انبیاء کرام علیھم السلام کی سنت ہے۔ بڑھاپے میں ظالم بھیڑیا بھی پرہیزگار بن جاتا ہے“۔

قاری صاحب کا دور شباب (جوانی) ذہنی وقلبی تطہیر اور فکری وعملی پاکیزگی میں اپنی مثال آپ تھا۔ آپ نے اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں اپنے رب جل مجدہ اور اس کے پیارے محبوب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت شان بیان کرنے اور حب صحابہ کرام و اہلبیت عظام پھیلانے میں صرف کر دی تھیں۔ نیز خدمت واطاعت شیخ پر تاحیات کمربستہ رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کا آغاز شباب تکمیل علم اور وسط شباب اشاعت علم میں گزرا۔ آنکھوں میں شرم وحیا تھی اپنی نظر کی سخت حفاظت فرمانے والے تھے۔

عاجزی وانکساری

انسان اگر خدا کی معرفت ورضا یا مخلوق پر رحم وکرم کی خاطر اپنے اصل درجے اور رتبے سے کم پر راضی ہو جائے یا خود کو پست کر دے تو اس فضیلت کو تواضع کہیں گے۔ وضع (ذلت) اور تواضع میں بڑا فرق ہے۔ وضع ایسی کیفیت کا نام ہے جس میں انسان اپنے نفس کی لذت کی خاطر اپنی ذلت رسوائی اور نفس کی اہانت پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ علامہ زبیدی فرماتے ہیں کہ تواضع، خدا کی ذات وصفات کی معرفت، اس کے جلال و جبروت اور محبت وعلم اور نفس کے عیوب ونقائص کے علم سے پیدا ہوتی ہے۔ جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جناب میں انکسار قلب اور مخلوق کے حق میں رحم اور نیاز مندی کے ساتھ جھک جانے کا نام ہے اور جو پستی اور اہانت نفس کی لذت کی خاطر، خودداری اور عزت نفس کو مٹا کر اختیار کی جاتی ہے۔ اس کا نام ذلت ہے۔ پہلی صفت فضیلت اور دوسری رزیلت ہے۔

صاجبزادہ محمد علی حسن رضوی صاحب نے بیان کیا کہ: اکثر اوقات جب عمامہ شریف بندھوانا ہوتا تو فون کر کے بلاتے۔ عمامہ شریف کا طرہ نکلوانا پسند نہیں کرتے تھے اگر کبھی میں طرہ زبردستی نکال دیتا تو اس وقت تو کچھ نہ کہتے بعد میں طرہ کو پانی لگا کر نیچے کی طرف جھکا دیا کرتے تھے۔ یہ عمل آپ کی عاجزی وانکساری پر واضح دلیل ہے۔

راقم الحروف نے جب مختلف احباب کے انٹرویو کیئے تو ان میں سے کئی احباب نے بیان کیا کہ قاری صاحب میں عاجزی وانکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ چنانچہ اپنے بارے میں کوئی بھی مدح وتوصیف کا کلمہ پسند نہ فرماتے تھے بلکہ سختی سے منع فرماتے تھے۔

محترم حاجی محمد امین حبیبی صاحب (بانی انجمن میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رجسٹرڈ سانگلہ ہل) بیان کرتے ہیں کہ ایک بار جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی معلمات میں سے ایک معلمہ نے قاری صاحب سے کہا آپ خود جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ انجمن میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے احباب سے اس کے امور میں مشاورت کی آپ کو کیا ضرورت ہے۔ یہ سنتے ہی جلال میں آکر کہنے لگے میں اس جامعہ کا ناظم نہیں بلکہ خادم ہوں اور نہ ہی میں نے کبھی اپنے آپ کو اس جامعہ کا ناظم سمجھا ہے۔

ان واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے اور اپنے پانچ چھے سال کے ان کے ساتھ تعلق کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے یہ بات کہنے میں کوئی بھی عار نہیں کہ قاری صاحب کی زندگی مجسمہ عجز و انکسار اور تکبر و رعونت سے کوسوں دور تھی۔

اخلاق واقدار کا پیکر

نیک و صالح مومن وہ ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں ادا کرتا ہے اور اس کی زندگی اطاعت وفرماں برداری کی راہ پر گزرے۔ بالخصوص حدیث شریف میں مسلمان کے جو چھ حقوق بیان ہوئے ہیں ان کی پابندی کرے۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حق المسلم علی المسلم ست

''مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں''

آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا ہیں۔

۱۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اذا لقیته فسلم علیه ''جب تو اس سے ملے تو اُسے سلام کر''

۲۔ واذا دعاك فاجبه ''اور جب وہ تجھے دعوت دے تو قبول کر''

۳۔ واذا استنصحك فانصح له

''اور جب وہ تجھ سے خیر خواہی طلب کرے تو اس کی خیر خواہی کر''۔

۴۔ واذا عطس فحمد الله فشمته ''جب وہ چھینکے اور الحمد اللہ کہے تو تم دعا دو یعنی یرحمک اللہ کہو''

۵۔ واذا مرض فعده ''جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو''۔

۶۔ واذا مات فاتبعه ''اور جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت کرو''۔

(احمد بن حنبل: المسند، مسند المکثرین من الصحابۃ، رقم الحدیث: ۸۸۴۵، صفحہ ۶۰۴، مطبوعہ دار السلام للنشر والتوزیع الریاض)

قاری صاحب کی زندگی میں، میں نے یہی دیکھا ہے کہ آپ ان چھ حقوق کو ادا کرنے میں ہی لگے رہتے تھے۔ ان کی زندگی میں ان چھے حقوق کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

افشاء السلام

حقوق المسلم میں سب سے پہلا حق جو اس حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ جب مسلمان بھائی ملے اُسے السلام علیکم کہے۔ دوسری حدیث شریف میں نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین مسلمانوں کی نشاندہی یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ السلام علیکم بہت زیادہ کہنے والا ہو۔

کسی بھی مسلمان کے بہترین اور خیر والا ہونے کی علامت اور نشانی یہ ہے کہ وہ ہر ایک مسلمان کو سلام کہے۔ دین اسلام میں السلام علیکم کو اسلام کا شعار قرار دیا گیا ہے اور اس وصف پہ جنت کی گارنٹی دی گئی ہے اور صرف مسلمان ہونے کی نہیں بلکہ بہترین مسلمان ہونے کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ (اس پر مکمل حدیث شریف بمعہ ''حوالہ مہمان نوازی'' والی سرخی میں آگے آئے گی)۔

قاری محمد حبیب قادری رضوی میں یہ صفت کمال درجہ کی پائی جاتی تھی۔ رستے میں چلتے ہر مسلمان کو سلام کہتے۔

میں نے بھی کئی بار اس چیز کا مشاہدہ کیا ہے میں جب بھی قاری صاحب کے ساتھ چلا تو دوران سفر یہی دیکھتا بار بار ہاتھ اٹھا کر قاری صاحب السلام علیکم کہتے۔ آپ یہ سمجھ لیں کہ قاری صاحب کا وظیفہ سفر میں السلام علیکم ہوتا تھا۔

قاری صاحب کے بڑے بیٹے محترم محمد بلال حبیب قادری صاحب نے بتایا کہ گھر میں آتے اور جاتے پابندی سے السلام علیکم کہا کرتے تھے۔ مدرسہ جاتے اور مسجد میں نماز پڑھانے جاتے ہوئے راستے میں جو بھی مسلمان بھائی ملتا اس کو السلام علیکم کہنا آپ کا معمول تھا۔ یہی بات آپ کی والدہ محترمہ نے بھی باالفاظ مختلفہ بیان کی ہے۔

فوجی محمد افضل صاحب (جو کہ ایک معمر بزرگ ہیں) بیان فرماتے ہیں کہ: قاری صاحب جب بھی میری دکان کے قریب سے گزرتے السلام علیکم ضرور کہتے۔ انکی پوری زندگی میں مجھے کوئی ایک دن بھی ایسا یاد نہیں جب وہ السلام علیکم کہے بغیر میرے قریب سے گزرے ہوں۔ راقم نے کئی بار اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جب کبھی میں محترم حاجی محمد امین حبیبی صاحب یا محترم محمد مقصود احمد صاحب (سلطان واچ ہاؤس والے) انکی دکان پر بیٹھا ہوتا۔ سائیکل پر گزرتے تو ہاتھ اٹھا کر السلام علیکم کہتے۔ آج بھی میں جب یہ بات لکھ رہا ہوں تو قاری صاحب کا یہ عمل آنکھوں کے سامنے نظر آرہا ہے۔

عرصہ پانچ چھ سال راقم کا جو قاری صاحب سے ایک دیرینہ تعلق رہا اس میں شاید

سینکڑوں بار موبائل فون پر ان سے رابطہ ہوا ہو گا لیکن ان میں سے مجھے ایک بھی call ایسی یاد نہیں جس میں انہوں نے سلام کی پہل نہ کی ہو۔

محترم محمد رشید صاحب (خادم جامع مسجد تلاب والی) بیان کرتے ہیں کہ قاری صاحب کا معمول تھا۔ سلام میں پہل کرتے تھے اور جب کبھی میری دکان کے قریب سے گزرے السلام علیکم ضرور کہا کرتے تھے۔ بعض اوقات ہم کام میں اتنے مگن ہوتے تھے کہ قاری صاحب کو بلند آواز میں کئی بار السلام علیکم کہنا پڑتا مگر پھر بھی غصہ نہیں کرتے تھے۔

حاجت برآری

اس حدیث میں دوسرا حق رسول اللہ ﷺ نے یہ بتایا ہے کہ واذادعاك فاحببۂ "جب مسلمان بھائی بلائے تو اس کی بات کو قبول کرے۔"

کئی لوگ اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ جب مسلمان بھائی دعوت کرے تو ضرور کھائے، ہاں دعوت قبول کرنا مسلمان کا حق ہے۔ لیکن بڑا حق دعوت کرنا ہے۔ جسے نبی کریم ﷺ نے اطعمو الطعام سے بیان فرمایا ہے۔ کئی لوگ غریب آدمی کی دعوت قبول نہیں کریں گے۔ عذر اور بہانے تراشیں گے اور امیر آدمی کی دعوت کو ضرور آئیں گے بلکہ دوسرے کام چھوڑ کر آئیں گے۔ لیکن قاری صاحب غریبوں سے محبت کرنے والے انسان تھے۔ انہیں کھانے پینے سے غرض نہیں تھی انہیں تو اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود تھی۔

محترم اشفاق احمد رضوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی غریب اپنی بیٹی کی شادی پر یا کوئی غریب اپنے بیٹے کے ولیمہ پر آنے کی دعوت دیتا تو جتنے بھی مصروف ہوتے وقت نکال کر ضرور جایا کرتے تھے۔

اس حدیث شریف کا یہاں مطلب یہ ہے کہ مسلمان بھائی کو حاجت ہو تو وہ تجھے بلائے تو اس کی ضرورت کو ضرور پہنچ۔ یہ خوبی بھی قاری صاحب میں کمال درجہ کی تھی۔

محترم محمد رشید صاحب (خادم جامع مسجد تالاب والی) بیان کرتے ہیں:

قاری صاحب اتنے اچھے تھے کہ کبھی کوئی آپ سے کچھ مانگتا تو ناں نہ کرتے تھے۔ ایک طالبہ جو کہ آپ کی شاگرد تھی اس کے والدین بہت غریب تھے۔ انہوں نے آکر قاری صاحب سے کہا قاری صاحب! یہ آپ کی بھی بچی ہے، اس کیلئے کچھ کریں۔ جس پر قاری صاحب نے اس بچی کیلئے فرنیچر اور دیگر سامان اور شادی کے کھانے وغیرہ کا سب انتظام اُن کر دیا مگر کسی کو کانوں کان خبر

بھی نہ ہونے دی۔

اسی طرح محترم حاجی محمد امین جیبی صاحب بیان کرتے ہیں کہ قاری صاحب کے محلہ میں کسی بچی کی شادی تھی وہ قاری صاحب کے پاس آئے کہا ہماری بچی کی شادی ہے جس میں ہمیں تقریباً اسی ہزار روپے کی ضرورت ہے۔ قاری صاحب نے ان سے پوچھا یہ رقم آپ کو کب تک چاہیے۔ انہوں نے جتنے دنوں کا کہا اُس سے چند دن قبل ہی اس کا بندوبست کر کے اُن کے گھر دے آئے۔

حاجی صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ وصال سے چند دن قبل ہی اپنے محلّہ کی ایک لڑکی کو فرنیچر بنوا کر دیا جو کہ غریب گھر کی تھی اور ساتھ ہی اسکے گھر والوں کو کہا کہ آپ نے پریشان نہیں ہونا۔ باقی انتظام بھی ان شاء اللہ میرے حضور ﷺ کے صدقے ہو جائے گا لیکن ان کی زندگی نے وفا نہ کی۔

محترم محمد نعیم الیکٹرونکس والے بیان کرتے ہیں کہ ہمارے محلّہ کی ایک طالبہ جو کہ جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا میں زیر تعلیم تھی اور معذور بھی تھی لیکن اس کو علم دین حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا۔ گھر والے رکشہ کی فیس برداشت نہیں کر سکتے تھے اسی بنا پر بچی کو جامعہ سے نکلوانے کا ارادہ کیا تو قاری صاحب کو علم ہوا تو آپ اس بچی کے والدین سے ملے اور رکشہ کی فیس خود ادا کرنے کی ذمہ داری اٹھالی پھر جب تک وہ پڑھتی رہی رکشہ کی فیس قاری صاحب ادا کرتے رہے۔

محترم محمد رشید صاحب بیان کرتے ہیں کہ جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا میں ایسی بچیوں کی جو کہ دیہاتوں سے تعلیم دین کیلئے آتیں تھیں ان کی ایک خاص تعداد تھی جن کے رکشوں کی ماہانہ فیس خود ادا کرتے تھے۔

خیر خواہی کا جذبہ

اس حدیث شریف میں حقوق المسلمین میں سے تیسرا حق جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا وہ یہ ہے کہ واذا الستنصحك فانصح لهٗ "مسلمان بھائی کی خیر خواہی کی جائے"۔

اس حق کے پیش نظر قاری صاحب کا سارا وقت عامۃ المسلمین کی ہدایت وارشاد کی خاطر مسجد و درس میں مسائل واحکام بیان کرنے میں، صبح وشام بچوں کو پڑھانے اور صبح نو بجے سے لیکر تقریباً دو اڑھائی بجے تک جامعہ فاطمۃ الزہراء میں بچیوں کی تعلیم وتربیت میں گزرتا تھا۔

جب کوئی شخص آپ کے گھر میں دینی رہنمائی کیلئے آتا تو آپ اپنے مشاغل چھوڑ کر ہمہ

تن گوش اس کی طرف متوجہ ہو جاتے اور جتنی دیر وہ چاہتا، آپ کے پاس بیٹھا رہتا۔ آپ نے کبھی کسی قسم کی ناگواری اور اکتاہٹ کا اظہار نہیں کیا بلکہ آنے والے شخص کی وقت اور موسم کے مطابق مہمان نوازی کرتے اور اصرار کے ساتھ اُسے چائے مشروب وغیرہ ضرور پلاتے اگر کھانے کا وقت ہوتا تو اسے کھانا کھائے بغیر کبھی نہ جانے دیتے۔

راقم الحروف ایک دن قاری صاحب کے در دولت پر ان کے ساتھ بیٹھا تھا تو اس دوران میں آپ کے موبائل فون پر بار بار لوگوں کے فون آ رہے تھے۔ میں نے یہ دیکھ کر کہا کہ اس پریشانی سے تو بہتر ہے بندہ اپنے پاس موبائل فون ہی نہ رکھے۔ یہ سن کر قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: اس سے بھی تو لوگوں کو فائدہ ہی ہو رہا ہے اور سرکار کریم ﷺ کے فرمان ''مسلمان بھائی کے ساتھ خیر خواہی کی جائے'' کے مطابق مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی ہی ہو رہی ہے۔

محترم ڈاکٹر محمد ندیم بیان کرتے ہیں دوستوں کی مسائل میں اکثر رہنمائی فرمایا کرتے تھے ایک بار مجھے کھڑے ہو کر کنگھی کرتے ہوئے دیکھا تو بڑے پیار بھرے انداز سے ایسا سمجھایا کہ اس کے بعد جب بھی داڑھی شریف کو کنگھی کرتا ہوں تو بیٹھ کر ہی کرتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار مجھے ٹی شرٹ میں نماز پڑھتے دیکھ کر سمجھایا اور رہنمائی کی اور فرمانے لگے تم جس طرح کسی کے ہاں مہمان جاتے ہو تو کس طرح تیار ہو کر جاتے ہو یہ اللہ کا گھر ہے۔ اس میں تو اور بھی اہتمام اور تیاری سے حاضر ہونا چاہیے۔ ان نصائح سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔ مجھے انتہائی خوشی اور شادمانی بھی محسوس ہوئی کہ ہمارے محترم قاری صاحب نے اصلاح و رہنمائی فرمائی۔

ہو گئے محروم ہم اس گوہر نایاب سے
ہو گیا خالی شبستان آہ اس مہتاب سے
سسکیاں سی اٹھ رہی ہیں منبر و محراب سے
جیسے مجبوراً بچھڑ جائے کوئی احباب سے

اسی مذکورہ بالا حدیث میں چوتھا حق رسول اللہ ﷺ نے یہ بتایا ہے کہ واذا عطس فحمد الله فشمته ''اور جب وہ چھینکے اور الحمد للہ کہے تو تم دعا دو یعنی یرحمك الله کہو''۔

یہ وصف بھی قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں پایا جاتا تھا۔ جب بھی پاس بیٹھے کسی شخص کو چھینک آتی وہ الحمد لله کہتا تو قاری صاحب فوراً یرحمك الله جواب میں کہتے۔ ایسا راقم نے اکثر دیکھا، بلکہ اگر کوئی نہ کہتا تو اس کو حدیث شریف سنا کر ترغیباً کہتے کہ دوسرے مسلمان بھائی کا حق

ہے اگر ہم یرحمك الله نہیں کہیں گے تو گویا ہم نے دوسرے مسلمان بھائی کا حق ادا نہ کیا۔ کئی لوگوں نے جو آپ کے پاس بیٹھنے والے تھے انہوں نے یہ جواب آپ سے سن سن کر یاد کر لیا تھا۔

بیمار پرسی کرنا

مذکورہ حدیث شریف میں حقوق المسلم میں پانچواں حق رسول اللہ ﷺ نے مسلمان بھائی کی بیمار پرسی و عیادت کرنا بتایا ہے۔ واذا مرض فعدہ "جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو"۔

حضرت سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "بیمار آدمی کی عیادت کرنے والا جنت کے میوہ زار میں ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے"۔

(الترمذی: الجامع الصحیح، ابواب الجنائز، باب: ماجاء فی عیادۃ المریض، رقم الحدیث: ۹۶۷، صفحہ ۲۱۰ مطبوعہ دار السلام للنشر و التوزیع الریاض)

بیمار کی عیادت والا وصف بھی قاری صاحب میں کمال درجے کا تھا جس کسی کے بیمار ہونے کی خبر ملتی فوراً اُس کی عیادت کیلئے تشریف لے جاتے۔

قاری محمد حبیب قادری رضوی کے برادر گرامی جناب محمد سلیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ پورے شہر میں نہیں بلکہ پورے علاقہ میں قاری صاحب کی بہت عزت و توقیر اور عظمت تھی، ان کا عام معمول تھا جب ان کو علم ہوتا کہ کوئی عالم دین یا کوئی مسلمان بھائی بیمار ہے تو اُس کی تیمارداری کیلئے اس کے گھر پہنچ جاتے اور اس کی بیمار پرسی فرماتے اور دعائیں بھی دیتے۔ جب بھی کسی عالم دین کی تیمارداری کو جاتے اس عالم دین کی نقدی کی صورت میں خدمت بھی کر کے آتے۔ موسمی پھل وغیرہ بھی ساتھ لے جاتے۔ کسی غریب و اہل محلّہ کی یا کسی کی بھی بیمار پرسی کیلئے جاتے تو خالی ہاتھ نہیں جاتے تھے۔

جناب فوجی محمد افضل صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے پیٹ پر پکند ر پھوڑا ہر سال نکلا کرتا تھا۔ کئی آپریشن بھی ہوئے قاری صاحب رات دس بجے روزانہ تیمارداری کیلئے آیا کرتے تھے تاکہ کسی کو پتا بھی نہ چلے اور احادیث بیان کر کے ڈھارس بندھاتے۔ کسی چیز کی بھی ضرورت ہوتی فراہم کرتے اب ان جیسا قاری صاحب ہمیں نہیں ملے گا۔

جن دنوں ہم سانگلہ ہل کے مضافاتی گاؤں گھوینکی لدھڑ چک نمبر 116 ر۔ب ہوا کرتے تھے میری والدہ ماجدہ کو پتے میں پتھری کا عارضہ تھا۔ قاری صاحب کو کہیں سے ان کی

ناسازی کا علم ہوا تو سخت گرمیوں میں موٹر سائیکل پر کسی دوست کے ساتھ تیمارداری کیلئے تشریف لائے۔ ساتھ پھل وغیرہ بھی تھا یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جب قاری صاحب سے میرے تعلق کو شاید دو ماہ بھی مکمل نہ ہوئے ہوں گے۔ آپ کا معمول تھا کسی غریب سے غریب آدمی کا بھی پتا چلتا کہ وہ بیمار ہے تو اس کی عیادت کیلئے چلے گئے۔ مجھے ساری زندگی اپنی والدہ کی بیمار پرسی والا واقعہ نہیں بھولے گا۔

اہل محلّہ کا بیان ہے کہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے نمازیوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ان کے نام وایڈریس تک کا قاری صاحب کو پتا ہوتا تھا۔ اکثر وبیشتر صبح درس میں فرماتے یہ ہماری سستی ہے۔ ہمیں نمازیوں کا پتا نہیں ہوتا۔ ان کے گھر کا پتا نہیں ہوتا کوئی بیمار ہو جائے ہمیں پتا نہیں چلتا۔ ان کا خیال رکھا کرو پتا چلے ان کی تیمارداری کیلئے جایا کرو۔ فرماتے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

”جو شخص اپنے مومن بھائی کو اس کی تکلیف میں تسلی کی تلقین کرے اور اس کی تیمارداری کرے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن سبز رنگ کا لباس پہنائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ: یحبر بھا کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اس پر رشک کیا جائے گا، دوسرے اس پر رشک کریں گے کہ کاش! یہ لباس ہمیں بھی مل جائے جائے۔

(الخطیب البغدادی: تاریخ بغداد، جلد ۷،

صفحہ ۳۹۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

حاجی محمد امین حبیب صاحب بیان کرتے ہیں کہ: ملک حاجی عبدالحمید صاحب گکے زئی ان کی تیمارداری کیلئے اکثر اوقات جایا کرتے تھے۔ حاجی صاحب نے ہی بیان کیا ہے: جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم (سابقہ ایم این اے) جن دنوں الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں داخل تھے اپنے دیگر احباب کے ساتھ ان کی تیمارداری کیلئے گئے۔ اسی طرح فقیہ عصر حضرت قبلہ مفتی محمد امین صاحب نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ کی خرابی صحت کا پتا چلا تو اپنے دوستوں سمیت ان کی تیمارداری کیلئے محمد پورہ شریف فیصل آباد پہنچ گئے۔

آج سے پانچ چھ ماہ قبل امام المناظرین، شیخ القرآن، حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد سعید احمد اسعد صاحب زید مجدہ کی بیماری کا پتا چلا تو عزیز فاطمہ ہسپتال ملت چوک فیصل آباد بیمار پرسی

کیلئے گئے۔ان کا اکثر معمول تھا کہ جب بھی کسی عالم دین کی عیادت کیلئے جاتے تو ساتھ پھل اور نقدی کی صورت میں نذرانہ ضرور پیش کرتے تھے۔

جنازوں میں شرکت کا عالم

اس حدیث شریف میں حقوق المسلمین میں سے چھٹا حق جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا وہ یہ ہے: واذا مات فاتبعہ ''اور جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت کرو''۔

رسول کریم ﷺ نے اس کو مسلمان کا حق قرار دیا ہے۔ جسے آج کل بہت کم اہمیت دی جاتی ہے لیکن قاری صاحب کا عمل اس معاملہ میں بھی دیدنی تھا۔

قاری صاحب کے برادر گرامی جناب محمد نعیم اختر صاحب نے بیان کیا کہ: قاری صاحب کا لڑکپن سے یہ عمل تھا کہ گاؤں کے تقریباً سب جنازوں میں شریک ہوتے۔شہر میں آنے کے بعد اور ان گنت مصروفیات کے باوجود ان کو علم ہو جاتا کہ فلاں شخص فوت ہو گیا ہے تو وہاں ضرور پہنچتے تھے، چاہے دور دراز جانا پڑتا۔حالانکہ یہ بڑی ہمت کی بات ہے کہ اپنے مشاغل سے وقت نکال کر چلے جانا۔

قاری صاحب کی والدہ محترمہ بیان کرتی ہیں: جامعہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی طالبات میں سے اگر کسی کا کوئی رشتے دار فوت ہو جاتا تو قاری صاحب کو بس اطلاع ملنے کی دیر ہوتی فوراً پہنچ جاتے۔گرمی و سردی کا لحاظ بھی نہیں کرتے تھے۔رات نو بجے بھی کبھی مہیس یا کسی اور گاؤں سے اطلاع ملتی رات اور خطرناک راستوں کی پرواہ کئے بغیر پہنچ جاتے۔اور صرف جنازہ پڑھنے پر ہی اہتمام نہ کرتے بلکہ تدفین تک شرکت کا معمول تھا۔

قارئین عظام یہ عالم تو تھا ان جنازوں کا جو عام لوگوں کے ہوتے تھے۔اس سے اندازہ کریں کہ کسی اللہ والے یا عالم دین کا جنازہ کس طرح پہنچ کر پڑھتے ہوں گے۔محترم حاجی محمد امین جیبی صاحب بیان کرتے ہیں کہ اپنے شہر میں حضرت علامہ مولانا محمد صدیق احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد حنیف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ ہو یا داتا نگر لاہور میں حضرت علامہ مولانا الٰہی بخش قادری رضوی کا جنازہ ہو یا تاجدار حافظ آباد خطیب اسلام پیر سید شبیر حسین شاہ صاحب حافظ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ ہو یا پھر جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان صاحبزادہ حاجی محمد

فضل کریم رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد دھوبی گھاٹ میں جنازہ ہو سب جنازوں میں بڑی عقیدت و احترام کے ساتھ شریک ہوئے۔

محترم حاجی محمد عبدالمجید صاحب کے جنازہ میں بھی لاہور جاکر شرکت کی۔ محدث اعظم پاکستان کے صاجزادہ کا جنازہ بھی پڑھا تھا۔

تعزیت کیلئے جانا

تعزیت کا مفہوم یہ ہے کہ لواحقین کو صبر جمیل اور حوصلہ کی تلقین کرنا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب ہم گھوینکی لدھڑ چک نمبر 116 ر۔ب ہوا کرتے تھے ہمارے ایک دوست جناب محمد عامر سہیل کی والدہ صاحبہ فوت ہوگئیں تو ان کے ہاں تعزیت کیلئے تشریف لائے۔ قاری صاحب کی آمد وار تعزیت سے اوران کی باتوں سے عامر سہیل بھائی کو بہت حوصلہ ہوا۔ یہ تو تھا شہر سے باہر کا معاملہ۔ شہر میں بھی کسی کا پتا چلتا تو تعزیت کیلئے ضرور تشریف لے جاتے اور ایسا بھی سننے میں آیا ہے کہ اگر کسی غریب کے ہاں گئے تو قل خوانی کا مکمل خرچ انہیں دے آئے۔ بقول شاعر

دھر میں انتخاب تھا وہ شخص
آپ اپنا جواب تھا وہ شخص

زہد وتقویٰ

قاری صاحب اپنے احباب، اولاد اور ارادتمندوں کو ہمیشہ یہی تلقین فرماتے کہ دنیا لاشئی ہے اس سے یوں محبت نہ کرو تمہارا دین خراب ہو جائے۔ آج کل لوگ اکثر عقیدت مندوں سے نذرانے وصول کر کے خوش ہوتے ہیں جبکہ آپ کی طبیعت بالکل اس کے برعکس تھی اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کسی کی خدمت کرنے سے اتنے خوش نہ ہوتے تھے بلکہ جتنا کسی کے کردار کی خوبی دیکھ کر مسرور ہوتے تھے۔

فرمایا ایک بزرگ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

جے تو فضل کریں ہک تارے اساں تارے تارے تارے
جو تو عدل کریں ہک موئے اساں موئے موئے موئے

یعنی اگر تو ایک تار برابر بھی فضل کرے تو ہم کامیاب ہو گئے اگر تو بال برابر بھی عدل کرے تو ہم مر گئے، مر گئے، مر گئے۔ تین تین مرتبہ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا۔ قبر۔ حشر

قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے داماد محترم حافظ محمد عمران بیان کرتے ہیں کہ جب ہم آپ کے ہاں رات ٹھہرتے میں نے دیکھا ہم سونے کی تیاری کر رہے ہوتے تھے اور وہ قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ صبح جب آنکھ کھلتی تو ان کو پھر مصلیٰ پر بیٹھے قرآن کریم کی ہی تلاوت کرتے پاتے۔

جناب ڈاکٹر محمد ندیم رضوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ: قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بھائی نے اپنے بیٹے کیلئے قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی کا رشتہ مانگا۔ آپ کے بھائی کا بیٹا دبئی میں ہیئر سیلون کا کام کرتا تھا۔ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اس لئے اپنی بیٹی کا رشتہ دینے سے انکار کر دیا کہ تمہارا بیٹا لوگوں کی داڑھیاں مونڈھ کر دولت کماتا ہے۔ میں نے بزرگوں سے سنا ہے جو شخص لوگوں کی داڑھیوں کو مونڈھ کر دولت کمائے اس میں برکت نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ دولت حلال ہے۔

قارئین عظام! آج کے اس پُر فتن دور میں جہاں لوگ ڈھونڈتے ہی دولت والا لڑکا ہیں۔ خواہ وہ معاذ اللہ بے دین ہی کیوں نہ ہو قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دنیا کے مال کو لات مار کر دین اسلام کی بات کرنا آپ کے انتہائی متقی اور پارسا ہونے کی دلیل ہے۔

اساتذہ کا ادب واحترام

ترقی یافتہ اس زمانہ میں استاذ اور شاگرد کے درمیان اس رشتہ اخلاص وعقیدت کو سمجھنا و سمجھانا کس قدر مشکل ہے جو آج سے نصف صدی پہلے انقیاد واطاعت اور ادب واحترام کے روح افزاء منظر دیکھنے میں آتے۔ یہ تعلق حصول علم کی سنگلاخ وادیوں کا سفر نرم اور سبک بنا دیتا۔ نتیجہ میں علم وعمل میں برکات کا ایک باب کھلتا۔ انگریزی تہذیب وتمدن اور جدید تعلیم کا نظام جب تعفن بدوش ہندوستان میں داخل ہوا تو صدیوں کی یہ روایات اُلٹ کر رہ گئیں۔ پہلے طلباء استاذ کی طرف سے ایک لفظ کا بھی افادہ اپنے حق میں نعمت غیر مترقبہ سمجھتے، اب طلباء سکون کے ساتھ درس بیٹھ کر سن لیں۔ استاد کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، ماضی کا استاد تخت نشین ہوتا اور طلباء کی جماعت بوریا نشین، اب کالجوں میں پروفیسر کھڑا ہوا ہے اور پڑھنے والے کرسیوں پر، گذشتہ دور نے یہ تخیل پیدا کیا تھا کہ استاذ کی زبان سے نکلے ہوئے ایک لفظ کی بھی قیمت ادا نہیں کی جاسکتی اور اس وقت ٹیوشن کی معمولی فیس استاد کے پورے علم کو خرید سکتی ہے۔ روایات کے اس انقلاب نے علم کی کائنات کو تہہ بالا کر دیا مگر اس دور کو دیکھ کر گذشتہ پچاس سالہ عہد اور اس سے پہلے کی مسلسل تاریخی کڑیوں کو ایک

دوسرے پر قیاس نہ کیجئے جو زمانہ گزر چکا اس میں سعادت مندوں کا یہ اعلان تھا۔

''جس نے مجھے ایک حرف سکھایا میں اس کا ہمیشہ کیلئے غلام بن گیا''۔ قاری محمد حبیب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اساتذہ کا بے حد احترام کیا کرتے تھے۔ اپنے سب کچھ کو اپنے اساتذہ کا فیض سمجھتے تھے اور ان کی دعاؤں کا نتیجہ سمجھتے تھے۔ حد تو یہ ہے کہ آپ نے فضل و کمال اور شہرت و امتیاز کے اس زمانہ میں بھی اپنی اساتذہ کرام کے احترام اور عقیدت میں کوئی فرق نہیں آنے دیا تھا۔

راقم الحروف نے کئی بار دیکھا کہ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ جب استاذ العلماء و المدرسین، حضرت علامہ مولانا ابوالطیب مفتی محمد ذوالفقار علی رضوی دامت برکاتہم العالیہ کے سامنے آتے تو احتراماً جھک جاتے اور آگے بڑھ کر دست بوسی کرتے اور خیر یہ تو آپ کا معاملہ استاذ العلماء والمدرسین سے تھا جو آپ کے سب سے بڑے استاذ تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کے بیان کے مطابق آپ کی نیاز مندی و شاگردانہ سعادت تمام ہی اساتذہ کے ساتھ اسی نوعیت کی تھی۔ والدہ صاحبہ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ:

> ''اساتذہ کے اہل وعیال میں سے اگر کوئی ہمارے گھر آتا تو ان کے ادب و احترام میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھتے''۔

اللہ تعالیٰ نے اس حُسنِ اخلاص، حسن نیت، حسن عمل کا ثمرہ اس طرح عنایت فرمایا کہ بلاشبہ آپ کے تلامذہ طلبہ و طالبات کو آپ کے ساتھ جو تعلق اور عقیدت ہے دور حاضر میں اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ گویا خدمت سے مخدومیت تک پہنچنے کا مشہور مقولہ آپ کی زندگی میں اپنی تمام سچائیوں کے ساتھ جلوہ نما رہا۔

اساتذہ کی خدمت

اساتذہ کرام کی خدمت قاری صاحب کی عادت ثانیہ بن چکی تھی بلکہ بقول قاری صاحب کے برادر گرامی جناب محمد نعیم اختر صاحب کے اپنی تنخواہ میں سے ایک حصہ اپنے اساتذہ و علماء کرام کیلئے مختص ہوتا تھا۔ جو اساتذہ و علماء کرام حیات ہیں۔ وقتاً فوقتاً حسب وسعت ان کی طرف ہدایا تحائف بھیجتے تھے۔

حاجی محمد امین حبیبی صاحب بیان کرتے ہیں کہ گھر کوئی نئی و اعلیٰ چیز پکتی تو علامہ صاحب (یعنی مفتی محمد ذوالفقار علی رضوی دامت برکاتہم العالیہ) کیلئے لاتے اور ان کو پیش کرتے، عید الفطر

اور عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر عمامہ شریف، سوٹ، خوشبو اور نقدی کی صورت میں نذرانہ پیش کیا کرتے تھے۔ مفتی صاحب کو آم پسند ہیں گرمیوں میں آموں کے تحائف بھیجتے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی کام اُن کے ذمہ مفتی صاحب لگاتے تو تمام کاموں کو پس پشت ڈال کر مفتی صاحب کا کام پورا کرتے تھے۔

پیرومرشد اور ان کی اولاد کا ادب

آپ نے پیکر صدق وصفا، بدر المشائخ، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، حضرت علامہ مولانا الحاج پیر محمد شوکت حسن خان قادری رضوی نوری دامت برکاتھم العالیہ آف کراچی کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔

محترم محمد اشفاق رضوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ پیر صاحب آتے تو پیر صاحب کی قدم بوسی بھی کرتے۔ کبھی پیر صاحب کو پشت کر کے نہ چلے اور چل رہے ہوتے تو پیر صاحب کے پیچھے پیچھے چلتے۔ اگر پیر صاحب تشریف فرما ہوتے تو ان کے سامنے کبھی اونچا نہ بولا کرتے تھے۔ اکثر خاموش بیٹھے رہتے۔ اگر گفتگو کا موقع ملتا تو نہایت آہستگی سے گفتگو کرتے۔ اپنے شیخ کریم و مرشد کریم کے احکامات کی متابعت زندگی کا نصب العین تھا۔ جو حکم ملتا سر آنکھوں پر رکھتے اور عمل درآمد کیلئے جی جان سے کوشش کرتے۔ پیر صاحب نے اگر کسی جانی دشمن سے بھی ملنے کو کہا تو فوراً جا کر اس کو ملتے۔ شیخ کریم کی محبت اپنے کمال پر تب پہنچتی ہے جب مرید اپنی پسند و ناپسند شیخ کی پسند و ناپسند کے تابع کر دے اور اس کی طبیعت شیخ کے رنگ میں جذب ہو جائے۔ بقول ظفر:

محبت کا یہ مطلب ہے کہ میں نے
وہی چاہا جو کچھ تم نے چاہا

قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس اصول محبت کو سمجھا اور خوب سمجھا۔ چنانچہ صورتحال یہ تھی کہ جن سے شیخ کو محبت تھی ان سے آپ کو محبت تھی، جن سے انہیں نفرت تھی اُن سے آپ کو نفرت تھی۔ محترم ڈاکٹر محمد ندیم رضوی بیان کرتے ہیں کہ: پیر صاحب کا ادب اس حد تک بجالاتے جب ہم سب پیر بھائی کراچی جاتے، ہوٹل میں قیام ہوتا کچھ احباب کا اصرار ہوتا تھا کہ سامان رکھتے ہی فوراً پیر صاحب کی بارگاہ میں حاضری دی جائے ان کا جذبہ محبت اپنی جگہ مگر قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جذبہ عشق یہ تھا کہ تھوڑا آرام کیا جائے تاکہ اتنے لمبے سفر کی تھکاوٹ دور ہو سکے پھر غسل

کر کے نئے کپڑے پہن کر خوشبو وغیرہ لگا کر پیر صاحب کے ہاں حاضری دی جائے۔ قاری صاحب کا الحمدللہ پوری زندگی یہی معمول رہا جب بھی کراچی گئے یونہی اہتمام کے ساتھ حاضری دیتے اور کبھی مرشد کے پاس خالی ہاتھ نہ گئے۔ اگر کبھی بیماری کی وجہ سے حاضری نہ ہوسکتی تو دوسرے احباب کے ہاتھوں پیر صاحب کیلئے ہدایا اور تحائف ضرور بھیجتے۔ اور یہی حال مرشد کریم کے صاحبزادگان کے ساتھ ادب واحترام کا تھا۔ 2012ء میں آپ کو پیر صاحب سے خلافت بھی عطا ہوئی۔

سائل کو دروازے سے نہ جھڑکنا

قاری صاحب کی یہ عادت مستمرہ تھی کہ کوئی کسی قسم کی مالی یا اور حاجت لیکر آتا تو فوراً جتنا ہوسکتا پوری کر دیتے بلکہ متعدد بیوائیں ایسی ہوتی تھیں جن کو ماہانہ کچھ نہ کچھ ضرور بھیجا کرتے تھے۔ اگر پتا چلتا کسی کے گھر راشن نہیں ہے تو اسے راشن لے کر دیتے اور کسی دوسرے کو تو کیا اس کے ہمسائے کو بھی کانوں کان خبر نہ ہونے دیتے تھے۔

قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ اور صاحبزادہ محمد بلال حبیب قادری بیان کرتے ہیں کہ دروازے پر آئے سائل کو کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹاتے کچھ نہ کچھ ضرور دیتے تھے۔

قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے داماد جناب حافظ محمد عمران صاحب بیان کرتے ہیں کہ قاری صاحب اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی تم سے اللہ رسول کے نام پر مانگتا ہے۔ اللہ رسول کے نام کی صدا کرتا ہے تو اس کو کبھی بھی خالی نہ موڑو خواہ تمہیں علم بھی ہو جائے کہ یہ مستحق نہیں لیکن بعد میں اس کو سمجھا دو کہ آئندہ کسی سے اللہ رسول کا واسطہ دے کر کچھ نہ مانگنا۔ یہ واسطہ بھیک مانگنے کیلئے نہیں بلکہ بخشش مانگنے کیلئے ہے۔

بڑوں کا ادب

قاری صاحب میں بڑوں کا ادب بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اگر کسی سفید ریش بزرگ کو دیکھتے یا ملتے تو جھک جاتے ایک بار راقم کسی ضروری کام سے آپ کے ساتھ جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے سامنے کھڑا محو گفتگو تھا کہ ایک سفید ریش بزرگ آئے۔ قاری صاحب ان کو جھک کر ملے وہ بزرگ کہنے لگے آپ صاحب علم ہیں اور میری بچیوں کے استاد ہیں یوں جھک کر شرمندہ نہ کیا کریں، جھکنا تو آپ کے سامنے ہمیں چاہیے۔ آپ ہمارے محسن و مربی ہیں آپ کی وجہ سے میری بچیوں کو کچھ دین کی سمجھ بوجھ حاصل ہو رہی ہے۔ قاری صاحب خاموشی سے سر

جھکائے ان کی گفتگو سنتے رہے جب وہ خاموش ہوئے تو کہا جن سفید بالوں کا رب حیاء کرتا ہے ہم گناہ گار کمینے کیا ہوتے ہیں ان کا حیا نہ کریں۔

قاری صاحب کے دونوں بھائیوں سے جو کہ آپ سے بڑے ہیں آپ کی وفات کے بعد جب راقم نے انٹرویو کیا تو انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے ساتھ کبھی اونچی آواز میں پوری زندگی بات نہیں کی۔ چھوٹا ہو کر بڑوں والے کام کرتا تھا۔ حق تو ہمارا تھا کہ ہم اس کی خدمت کرتے مگر وہ اُلٹا ہماری خدمت کیا کرتا تھا۔ کوئی کام بھی کرتا خواہ وہ چھوٹا ہوتا یا بڑا ہمارے ساتھ مشورہ کے بغیر نہیں کرتا تھا۔

چھوٹوں سے پیار

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: من لم یرحم صغیر نا و یعرف حق کبیرنا فلیس منا ''جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا حق نہ پہچانے (ادب نہ کرے) وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔

(ابو دائود: السنن ، کتاب الادب ، باب: فی الرحمۃ

رقم الحدیث: ۴۹۴۳ ص ۹۷۶ مطبوعہ دار السلام للنشر و التوزیع الریاض)

قاری صاحب کا بڑوں کا ادب تو آپ ملاحظہ کر ہی چکے۔ اسی طرح چھوٹوں سے پیار بھی دیدنی تھا۔ ہر وقت جیب میں ٹافیاں رکھتے جو بچوں میں تقسیم کرتے رہتے تھے۔ قاری صاحب کے معمولات زندگی میں سے تھا صبح فجر کی نماز کے بعد دس پندرہ منٹ کا درس دیتے پھر بچوں کو 7:45 تک ناظرہ قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ راقم الحروف کو دوبار دیکھنے کا موقع ملا کہ آپ کے پاس تقریباً 150 بچے صبح پڑھتے تھے۔ دوسری بار ملاقات میں، میں نے مزاحاً عرض کیا۔ قاری صاحب آپ کے پاس کون سی ''گیدڑ سنگھی'' ہے جو آپ سنگھاتے ہیں اور آپ کے پاس ماشاءاللہ بچوں کی اتنی بڑی تعداد پڑھنے کیلئے آتی ہے۔ حالانکہ دیگر مساجد میں بچوں کی تعداد بہت کم دیکھنے میں آئی ہے۔ ہنس کر فرمانے لگے ہفتہ بعد سب طلباء میں ٹافیاں وغیرہ تقسیم کر دیتا ہوں۔ گرمیوں میں کبھی کبھی مشروب وغیرہ بنا کر بچوں کو پلا دیتا ہوں اور جو بچہ سبق صحیح سناتا ہے اسے انعام وغیرہ دیتا رہتا ہوں۔ حتی الوسع کوشش کرتا ہوں کہ کسی بچے کی دل آزاری نہ ہو۔ یہی کوشش کرتا ہوں کہ بچوں سے پیار ہی کیا جائے وہ اس لئے بھی کہ ہمارے آقا ﷺ بھی تو بچوں سے پیار کیا کرتے تھے۔ راقم

بھی سو فیصد اس بات سے متفق ہے کہ قاری صاحب کا بچوں سے پیار ہی اتنی تعداد میں بچوں کو آپ کے ہاں آنے پر مجبور کرتا تھا اور کرتا رہے گا۔ ان شاء اللہ العزیز۔ کچھ دفعہ ایسا بھی دیکھنے میں آیا کہ جب قاری صاحب مدرسہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے واپس گھر تشریف لاتے تو محلے کے بچوں کو اپنے ساتھ سائیکل پر بٹھا لیتے تھے اور انہیں محلہ کی گلی میں سائیکل پر بٹھا کر سیر کرواتے تھے۔ ایسا اکثر اوقات یتیم و مسکین بچوں کے ساتھ کرتے تھے۔

بچوں کا قاری صاحب سے والہانہ پیار

قارئین عظام! یہ تو چند جھلکیاں بچوں کے ساتھ قاری صاحب کے پیار اور محبت کی تھیں۔ اب چند جھلکیاں بچوں کے قاری صاحب کے ساتھ پیار اور محبت کی ملاحظہ کریں۔

راقم جب یہ سطور تحریر کر رہا ہے قاری صاحب کے وصال کو سولھواں دن ہے مگر پھر بھی آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے۔ خاص طور پر جب تصور میں آپ کی میت کو سامنے گراؤنڈ میں پڑا دیکھتا ہوں اور بچوں کے آپ کے ساتھ والہانہ پیار کی طرف نظر کرتا ہوں تو لکھنے کی بھر پور کوشش کر رہا ہوں مگر چند ہی سطروں بعد ہی آنکھوں میں آنسوؤں کی دھند پھیلنے لگتی ہے اور پھر سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔

راقم کو قاری صاحب کے وصال کی خبر فون پر صاجبزادہ پیر محمد ضیاء المصطفی رضوی صاحب (صدر انجمن میلاد مصطفی ﷺ رجسٹرڈ سانگلہ ہل) نے دی تقریباً 2:25 منٹ پر میں اس گراؤنڈ میں پہنچ چکا تھا۔ میری سعادت مندی کے مجھے پہلی صف میں جگہ مل گئی۔ قاری صاحب کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے علماء و مشائخ کے بیانات کا سلسلہ جاری تھا کہ صاجبزادہ پیر محمد ضیاء المصطفی رضوی صاحب نے بیان کیا کہ جب ہم صبح قاری صاحب کی میت کے ساتھ محلّہ اسلام پورہ میں پہنچے تو گلیوں میں بچے دیواروں سے چمٹ چمٹ کر رو رہے تھے ان کے ہاتھوں سپارے تھے اور رو رو کر کہہ رہے تھے کہ

"اب ہمیں سبق کون پڑھایا کرے گا"

ان بچوں کے قاری صاحب کے ساتھ ایک والہانہ عقیدت و محبت کے ان جملوں کو مجمع میں سنایا گیا تو ایک بار پھر مجمع کی دھاڑیں نکل گئیں۔

راقم نے خود ملاحظہ کیا کہ جب جنازہ کے لئے صفیں سیدھی ہوئیں تو کئی بچے سامنے پڑی

قاری صاحب کی میت کو سائیڈ سے دیکھ دیکھ کر زار و قطار رو رہے تھے۔ جب جنازہ مکمل ہوا تو زیارت کیلئے لائینیں لگیں تو میں نے اپنی آنکھوں سے یہ لمحات بار بار دیکھے کے کچھ بچے آپ کے قدموں کو چوم رہے ہیں اور کچھ قدموں سے چمٹ کر زار و قطار رو رہے ہیں اور کچھ اپنے سر کی ٹوپیاں اتار اتار کر قاری صاحب کے قدموں سے مَس کر رہے ہیں۔ بس قارئین! معذرت اس کے علاوہ اور کچھ بیان کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں۔

قول و فعل میں تضاد نہ تھا

قاری صاحب جیسے قول و فعل کے مضبوط اور سچے آدمی میں نے کم ہی دیکھے ہیں۔ قاری صاحب کالے جوتے پہننے کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور آپ کا ساری زندگی کا معمول بھی یہی رہا ہے کہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے قاری صاحب کو کالا جوتا پہنتے یا پہنے ہوئے دیکھا ہے۔

شادی

قاری محمد حبیب قادری رضوی کے بھائی محمد سلیمان صاحب 5 اگست 1994ء کو وفات پا گئے۔ مرحوم نے پیچھے ایک بیوہ اور چار بیٹیاں چھوڑیں۔ بقول والدہ صاحبہ کے ان کی کفالت قاری صاحب کرتے رہے بعد میں والدہ ماجدہ کے ہی حکم پر بھائی کی بیوہ سے بیس جنوری 1995ء میں شادی کر لی۔ آپ کا نکاح آپ کے اساتذ گرامی استاذ العلماء والمدرسین حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ذوالفقار علی رضوی مدظلہ نے پڑھایا بھائی کی بیوہ سے نکاح کر کے بھائی کی چار بچیوں کے ذہنوں سے یتیمی کا احساس نکالا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خیر بیت فی المسلمین بیت فیه یتیم یحسن الیه ۔مسلمانوں میں سب سے اچھا وہ گھر ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ نیک سلوک ہوتا ہو۔"

(ابن ماجه: السنن، کتاب الادب، باب: حق الیتیم، رقم الحدیث: ۳۶۷۹، ص ۶۲۶ مطبوعه دار السلام للنشرو التوزیع الریاض)

حسن سلوک کا تو یہ عالم تھا کہ محترم محمد بلال حبیب قادری صاحب جو کہ قاری صاحب کے بڑے صاحبزادے ہیں ان سے جب راقم نے انٹرویو کیا تو انہوں نے بتایا کہ ابو جان نے ان کو یتیمی کا احساس نہ ہونے دیا اگر ان سے کوئی غلطی سرزد ہو بھی جاتی تو درگزر کر جاتے کبھی ان کو نہ ڈانٹا مارنا تو بہت دور کی بات ہے۔ میں بڑے وثوق سے بیان کر رہا ہوں کہ انہوں نے پوری زندگی ہم

سے بڑھ کر انہیں پیار کیا۔ ان کی تعلیمی و اخلاقی تربیت کرتے رہتے تھے۔ ان کی خواہشات کا یہاں تک احترام کرتے تھے کہ اگر انہوں نے کہا آج فلاں چیز پکانی ہے تو وہی لا کر دیتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: جس نے تین یتیموں کو پالا پوسہ تو وہ ایسا ہی ہے جیسا رات بھر عبادت کرتا رہا ہو۔ دن میں روزے رکھتا رہا ہو اور صبح و شام تلوار لے کر جہاد کرتا رہا ہوں اور یاد رکھو میں اور وہ شخص جنت میں اس طرح ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں، پھر آپ نے درمیانی اور شہادت کی انگلی کو ملا کر دکھایا۔

(ابن ماجه: السنن ، کتاب الادب ، باب: حق الیتیم ، رقم الحدیث: ٣٦٨٠ ، ص٦٦٦ ، مطبوعه دار السلام للنشرو التوزیع الریاض)

قاری صاحب سرکار کریم ﷺ کی بشارت عظمیٰ کے پورے پورے مصداق ٹھہرتے ہیں جنہوں نے عرصہ تیئس سال تین ہی نہیں بلکہ چار بچیوں کو پالا پوسہ اور ان کی پرورش بھی کی اور ایک کی شادی بھی کی تھی۔

اولاد و امجاد

اللہ تعالیٰ نے قبلہ قاری صاحب کو دو بیٹے اور دو بیٹیاں عطاء فرمائیں۔ بڑے بیٹے صاحبزادہ محمد بلال حبیب قادری ہیں۔ جن کی عمر اب ماشاء اللہ 21 سال ہو چکی ہے جو کہ انتہائی با اخلاق، ملنسار، متواضع اور منکسر المزاج ہیں بلکہ کئی ایک معاملات میں، میں نے انہیں قاری صاحب کی کاپی ہی پایا ہے۔ مثلاً بول چال، رہن سہن، چال ڈھال وغیرہ میں ماشاء اللہ صوم و صلوٰۃ کے بڑے پابند ہیں۔ قاری صاحب کے قل شریف کے موقع پر اہل محلّہ کی بھرپور ایما پر سانگلہ ہل کے مشہور علماء و مشائخ بالخصوص استاذ العلماء والمدرسین بقیۃ السلف حضرت علامہ مولانا ابو الطیب مفتی محمد ذوالفقار علی رضوی دامت برکاتھم العالیہ، صاحبزادہ پیر محمد ضیاء المصطفیٰ قادری رضوی (خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ درگاہ بریلی شریف) نے بشمول مسجد انتظامیہ اور سرکردہ شخصیات کی موجودگی میں صاحبزادہ محمد بلال حبیب قادری کی دستار بندی کی گئی۔ جو اب امامت اور مسجد سے ملحقہ مدرسہ کی اور دیگر سب ذمہ داریاں باحسن و بخوبی نبھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

چھوٹا بیٹا محمد مشتاق حبیب قادری ہے جس کی عمر اب بارہ سال ہو چکی ہے۔

تربیت اولاد

قاری صاحب ایک مثالی باپ بھی تھے اور تمام اولاد سے بے پناہ محبت کرتے تھے، وہ

اپنی ہر ذمہ داری کو پورا کرتے تھے۔ سراپا محبت وشفقت تھے لیکن اس کے باوجود اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت سے بھی غافل نہ رہتے تھے۔

صاحبزادہ محمد بلال حبیب قادری صاحب بیان کرتے ہیں کہ : ابتداء میں جب میں داڑھی کو مشین لگواتا تھا تو اکثر مجھے کہا کرتے تھے کہ کیا نکالتا ہے اب اس کے حال پر رحم بھی کردو ان کی اس تربیت ہی کی وجہ سے میں نے داڑھی رکھ لی۔ چھوٹا تھا جب سے نماز کے لئے مسجد میں ساتھ لے کر جاتے تھے۔ وہی عادت تھی کہ اب تک میں ان کے ساتھ گھر سے مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے آتا تھا اور آتا رہوں گا۔

جب صبح اٹھتے بقول والدہ صاحبہ کے بچیوں کو بھی نماز کیلئے جگاتے اور اکثر گھر میں نماز کی فضیلت پر درس دیا کرتے تھے اور بے نمازی اور بلاوجہ نماز قضا کرنے والوں کے متعلق وعیدیں جو قرآن وسنت میں آئی ہیں پڑھ کر سناتے تھے اور برے دوستوں کی صحبت میں بیٹھنے سے سختی سے منع کیا کرتے تھے۔

عاشق قرآن مجید

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس نے قرآن مجید سیکھا اور دوسروں کو سکھایا

(الدارمی ; السنن ، کتاب فصائل القرآن ، باب; خیارکم من تعلم القران و علمه ، رقم الحدیث; ۳۳۳۷ جلد ۲ ، صفحه ۵۲۸ مطبوعه قدیمی کتب خانه مقابل آرام باغ کراچی)

حضرت سیدنا انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سے کچھ اللہ والے ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون خوش نصیب ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أهـل الـقـرآن ، هم اهل الله و خاصته۔ قرآن والے، وہی اللہ والے اور اس کے خواص ہیں''۔

(ابن ماجه :السنن ، کتاب السنة ، باب: فضل من تعلم القرآن و علمه ، رقم الحدیث: ۲۱۵ ، صفحه ۴۰ مطبوعه دار السلام للنشر و التوزیع الریاض)

قاری صاحب عاشق قرآن مجید تھے۔ قرآن مجید سے ایسا خوب لگاؤ تھا کہ بس حرز جان تھا ساری زندگی محض اللہ کی رضا کیلئے مفت قرآن کریم پڑھایا بلاشبہ سینکڑوں لڑکیوں اور عورتوں نے

ان سے قرآن پڑھا۔ لڑکوں اور مردوں کی تعداد تو بیان سے باہر ہے۔ قاری صاحب کی والدہ ماجدہ اور برادر گرامی محمد نعیم اختر صاحب نے بیان کیا کہ کالج دور میں ہی گھر میں محلے کے بچوں اور بچیوں کو قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا تھا پھر گھر میں جگہ کی کمی کے پیش نظر حاجی تاج دین صاحب نے اپنا مکان بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم کیلئے پیش کر دیا۔ یہ 1982ء کے اوائل کی بات ہے۔ وہاں آپ نے سینکڑوں بچوں اور بچیوں کو قرآن مجید پڑھایا۔ تقریباً 1994ء تک پڑھاتے رہے جو کہ تقریباً بارہ ساڑھے بارہ سال کا عرصہ بنتا ہے۔

والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ 1994ء کی بات ہے کہ اپنے چند طلباء کے ساتھ میرا بیٹا محمد حبیب گلی سے گزر رہا تھا محلّہ کی مسجد کی انتظامیہ کے کچھ لوگ کھڑے ہو کر مشورہ کر رہے تھے کہ مسجد میں جو قاری صاحب قرآن مجید پڑھاتے تھے وہ تو چلے گئے ہیں۔ اب نیا قاری جلد لانا چاہیے تاکہ بچوں کی تعلیم کا حرج نہ ہو سکے۔ ان میں سے شیخ رمضان صاحب نے کہا یار یہ نوجوان قاری نہیں ہمیں اس کو ہی رکھ لینا چاہیے۔ وہ سب مل کر شام کو گھر آئے اور باقاعدہ مسجد کے ساتھ ملحق مدرسہ میں پڑھانے کی دعوت دی۔ ان کی محبت اور اصرار کے سامنے اس کی ایک نہ چلی اور اس نے پڑھانے کا وعدہ کر لیا۔ پھر اس نے اپنے سب طلبہ و طالبات کو جامع مسجد گلاب مصطفٰے ساتھ ملحق مدرسہ میں پڑھانا شروع کر دیا۔ بچوں کو صبح پڑھاتے اور بچیوں کو نماز عصر کے بعد پڑھایا کرتے تھے۔

آخر عمر تک قرآن مجید ہی پڑھاتے رہے۔ صبح جامع مسجد گلاب مصطفٰی ﷺ میں بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے اور بعد میں مدرسہ فاطمۃ الزہراء میں بھی قرآن مجید پڑھاتے تھے اور عصر تا مغرب پھر اپنی مسجد میں بچیوں کو پڑھاتے باقی اوقات مثلاً فجر سے قبل مدرسہ فاطمۃ الزہراء سے آ کر اور نماز مغرب و عشاء کے بعد اور سونے سے قبل بھی قرآن مجید کی تلاوت کرتے نظر آتے تھے۔

فرائض امامت

قاری صاحب نے 1995ء میں جامع مسجد گلاب مصطفٰی ﷺ محلہ اسلام پورہ سانگلہ ہل میں محلّہ کے لوگوں کی رضا اور انتظامیہ مسجد کی بھرپور دعوت و خواہش پر امامت کا آغاز کیا اور امامت کے فرائض کو اس احسن انداز سے نبھایا کہ جس دن آپ کا وصال ہوا فجر کی آخری نماز بھی اسی مسجد میں پڑھائی۔ آپ کو قرآن مجید اور مصلیٰ امامت سے اس قدر پیار تھا کہ بیان سے باہر ہے۔

محترم سید حفیظ الحسن شاہ صاحب (آف بھلیر چک نمبر 119) بیان کرتے ہیں کہ

"آپ کا سب کچھ مصلیٰ اور قرآن تھا"۔

انجمن میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی

محترم حاجی محمد امین جیبی صاحب بیان کرتے ہیں کہ انجمن میلاد مصطفیٰ علاقائی سطح پر وسیع تر مسلکی مفاد کی خاطر 1983ء سے قبل بھی قائم تھی۔ مگر 1983ء میں باضابطہ طور پر نام دیا گیا اور مختلف محلوں کے اندر اس کے یونٹ قائم کئے گئے۔ انجمن میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کاوشیں مسلک اہلسنت و جماعت کے لئے تھیں۔ قاری صاحب رحمت اللہ علیہ کو ان دنوں حاجی تاج دین صاحب (تانی بنکے والوں) نے اپنا ایک بڑا کشادہ گھر بچوں اور بچیوں ی تعلیم کیلئے دیا ہوا تھا۔ جیسا کہ وضاحت سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ قاری صاحب وہاں پر ہر ماہ گیارہویں شریف کا انعقاد کرتے تھے۔ اس کے علاوہ چھوٹی محافل میلاد نعت خوانی، قرآت اور تقریری مقابلے بھی کروایا کرتے تھے اور انعامات کا سلسلہ بھی ہوا کرتا تھا۔ چونکہ انجمن میلاد مصطفیٰ کا ان دنوں شہر میں مذہبی حوالہ سے کافی شہرہ تھا۔ قاری صاحب انجمن کے اعلیٰ عہدے داروں کو بطور مہمان شرکت کیلئے دعوت دیا کرتے تھے۔ جب کافی ملاقاتوں سے تعلق آگے بڑھا تو قاری صاحب نے اپنے محلّہ اسلام پورہ میں یونٹ قائم کرنے کا اعلان کیا۔ یوں انجمن میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا تعلق اور وابستگی بنی۔

جامعہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قیام

محترم حاجی محمد امین جیبی صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ پورے علاقہ بھر میں بچیوں کا کوئی بھی جامعہ و مدرسہ نہ تھا۔ بچوں کیلئے پھر بھی چند مدارس تھے۔ قاری صاحب اس دگرگوں حالات سے کافی پریشان تھے۔ اکثر انجمن میلاد مصطفیٰ کے اعلیٰ عہدے داروں سے اپنی کڑھن اور پریشانی کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ 1983ء سے لے کر 1987ء کے آخر تک تقریباً کچھ بھی نہ ہو سکا۔ 1988ء کے شروع میں انجمن میلاد مصطفیٰ کے اعلیٰ عہدے داروں سے حتمی مشاورت کے بعد جامعہ فاطمۃ الزہرا للبنات کا قیام عمل میں آیا۔ جامعہ کا نام "جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا للبنات" قاری صاحب کا ہی تجویز کردہ تھا جو کہ آپ کی سیدہ کائنات سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے بھرپور عقیدت ومحبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ابتداء میں جامع مسجد تالاب والی سے ملحقہ ایک ہال میں چار بچیوں سے جامعہ کے تعلیمی سلسلہ کا آغاز ہوا۔ وہ چار بچیاں بھی آپ کی وہ شاگرد تھیں جو آپ سے گھر میں شاید ترجمہ وتفسیر

پڑھا کرتی تھیں اور آپ کی ایک طالبہ جو آپ سے مکمل پڑھ چکی تھی اس کے گھر والوں سے اجازت لیکر اس کو جامعہ کی پہلی معلمہ بنایا گیا۔

اکیلا ہی نکلا تھا جانب منزل
لوگ ملتے گئے کارواں بنتا گیا

جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے شعبہ جات

جامعہ فاطمۃ الزہرا للبنات کے مکمل شعبہ جات کی تعداد 10 ہے۔

(۱)۔ ناظرۃ القرآن

(۲)۔ حفظ القرآن

(۳)۔ ترجمہ وتفسیر القرآن الکریم

(۴)۔ ثانویہ عامہ (مساوی میٹرک)

(۵) ثانویہ خاصہ (مساوی ایف۔اے)

(۶)۔ ثانویہ عالیہ (مساوی بی۔اے)

(۷)۔ ثانویہ عالمیہ (مساوی ایم۔اے)

(۸)۔ کمپیوٹر کورس

(۹)۔ سلائی کورس

(۱۰)۔ فہم دین بمعہ قرأت کورس

جن میں سے آخری تین شعبے گرمیوں کی چھٹیوں سے وابستہ ہیں۔ یہ تینوں کورسز جامعہ میں سکول و کالج اور یونیورسٹی لیول کی بچیوں اور دیگر ایسی طالبات کیلئے منعقد کئے جاتے ہیں جو کہ مستقل طور پر علم دین حاصل نہیں کر سکتیں۔ ان کو ان تین ماہ کے کورسز میں ضروری مسائل سے آگاہ کیا جاتا ہے۔

ہر سال جب بچیوں کا رزلٹ آتا تو ناظرۃ القرآن، حفظ القرآن، ترجمہ وتفسیر اور عالمہ بننے کی سعادت حاصل کرنے اور دیگر شعبہ جات سے فارغ التحصیل ہونے والی بچیوں کی ''سالانہ چادر پوشی'' وسیدہ کائنات کانفرنس کا انعقاد کیا جاتا۔ جس میں عالمہ بننے والی بچیوں کو ترجمہ کنزالایمان شریف مع تفسیر خزائن العرفان شریف، بہار شریعت اور کچھ دیگر کتب ملا کر بطور تحفہ پیش کیا جاتا۔ فہم دین معہ قرأت کورس کرنے والی طالبات کیلئے بھی انعامات کا کتب کی صورت میں

سلسلہ ہوتا۔اسی طرح دیگر شعبہ جات سے فارغ ہونے والی طالبات کوانعامات دیئے جاتے۔محترم حاجی محمد امین حبیبی صاحب بیان کرتے ہیں کہ سالانہ چادر پوشی کے موقع پر قاری صاحب کی اکثر و بیشتر یہی کوشش وخواہش ہوتی کے کوئی سیدزادی آ کر طالبات کی چادر پوشی کرے۔پچھلے کئی سالوں سے محترم سید حفیظ الحسن شاہ صاحب کی اہلیہ محترمہ اور صاجبزادیاں تشریف لاکر طالبات کی چادر پوشی کررہی تھیں۔قاری صاحب ان کو بھی جتنا ہوسکتا ضرور ہدیہ ونذرانہ پیش کرتے تھے۔ اکثر وہ کہتیں قاری صاحب! ہم قریب ہی سے تو آئی ہیں۔نذرانہ کی کیا ضرورت تھی۔لیکن پھر بھی اصرار سے نذرانہ پیش کرتے اور کہتے یہ تو آپ کا ہم پر ہے۔آخری سال 2016ء والی چادر پوشی کے موقع پر بھی انہوں نے ہی طالبات کی چادر پوشی کی۔

محترم سید حفیظ الحسن شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس بار کچھ یوں ہوا کہ میری اہلیہ اور بیٹیاں چھپ چھپا کر بغیر بتائے باہر آ گئیں تا کہ نہ وہ جاتے ہوئے قاری صاحب سے ملیں اور نہ ہی وہ اصرار کرسکیں۔کچھ دنوں بعد جب میرا قاری صاحب کے ہاں جانا ہوا تو انہوں نے بطور شکوہ کہا۔ شاہ صاحب اس بار بچیاں کھانا بھی نہیں کھا کر گئیں اور نہ ہی بتا کر گئی ہیں۔جب واپس آنے لگا تو ایک لفافہ پیش کیا۔میں نے کہا یہ کیا ہے؟ کہنے لگے یہ وہی نذرانہ ہے جو وہ اس دن چھوڑ گئی تھیں۔ یہ انہیں کا حق ہے جو اُس دن سے میرے پاس امانت پڑا ہوا تھا۔

جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے فیوضات وثمرات

98-1997ء سے لیکر 2016ء تک جامعہ فاطمۃ الزہرا للبنات قاری صاحب کی انتھک کوششوں اور کاوشوں سے ترقی کی ان منازل تک پہنچا کے آج پوری تحصیل سانگلہ ہل میں نمبرون پر ہے۔جامعہ کے مختلف شعبہ جات سے ان 19 سال میں جن طالبات نے فیض حاصل کی اس کی مختصراً تفصیل کچھ یوں ہے:

(۱)۔ شعبہ حفظ القرآن سے اس دور میں 378 طالبات

(۲)۔ شعبہ ناظرۃ القرآن سے 631 طالبات

(۳)۔ شعبہ ترجمہ وتفسیر القرآن الکریم سے 248 طالبات

(۴)۔ شعبہ سلائی (دستکاری) سے 218 طالبات

(۵)۔ شعبہ کمپیوٹر سے 361 طالبات

(۶)۔ شعبہ فہم الدین معہ قرأت کورس سے 631 طالبات

(۷)۔ شعبہ درس نظامی سے 200 طالبات

فارغ التحصیل ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ کئی احباب نے راقم کو بتایا کہ تحصیل سانگلہ ہل میں بالعموم اور شہر سانگلہ ہل میں بالخصوص کوئی گھر ایسا نہیں جس میں جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات سے بالواسطہ یا بلاواسطہ فارغ یا تعلیم یافتہ بچیاں یا عورتیں موجود نہ ہوں۔

بطور ناظم اعلیٰ خدمات

قاری صاحب کی جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کیلئے گراں قدر خدمات ہیں جن کا اندازہ کچھ یوں کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً جب جامعہ شروع کیا گیا تو اس وقت چار طالبات تھیں جبکہ قاری صاحب کے وصال کے وقت 450 طالبات جامعہ کے گلشن کی رونق ہیں اور زیور علم سے آراستہ ہو رہی ہیں۔

☆...... جب جامعہ شروع کیا گیا تو صرف ایک معلمہ تھی جبکہ قاری صاحب کے وصال کے وقت 12 معلمات طالبات کو علم وعمل کی خیرات بانٹ رہی ہیں۔

☆...... جب جامعہ شروع کیا گیا تو صرف ایک شعبہ ہی تھا جبکہ قاری صاحب کے وصال کے وقت دس شعبہ جات جامعہ کی ترقی اور قبلہ قاری صاحب کی مساعئ جمیلہ اور محنتوں وکاوشوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

☆...... جامعہ سے متعلقہ اپنی تمام تر ذمہ داریاں خوب نبھائیں۔

☆...... ذاتی طور پر اگر کسی نے خدمت کی تو وہ بھی جامعہ پر لگا دینا۔

محترم محمد اشفاق احمد رضوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ کئی بار دیکھا کہ اگر کوئی شخص قاری صاحب کی ذاتی طور پر خدمت کرتا تو آپ وہ بھی جامعہ کے کاموں میں ہی لگا دیا کرتے تھے۔

☆...... جامعہ کے معاملات میں فکر مند رہنا

محترم رشید احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب بھی انہیں پرکھا سچا پایا اور جامعہ کے لحاظ سے انہیں فکر مند ہی پایا۔

☆...... نظم وضبط باکمال رکھا

کسی بھی ادارہ کے لئے نظم وضبط بہت ضروری ہوتا ہے۔ قاری صاحب اس لحاظ سے بھی قابل رشک تھے کہ پورے علاقہ میں جامعہ کے نظم وضبط کی مثال دی جاتی ہے۔

ذمہ دار مکتبۃ المدینہ محترم محمد جمیل احمد عطاری صاحب بیان کرتے ہیں کہ جامعہ کے اوقات میں اگر کوئی ملنے کیلئے آتا تو نیچے آکراس کو ملتے اور بہت ہی مختصر وقت میں اس سے اجازت لے کراوپر چلے جاتے۔ کسی شخص کواوپر لیکر نہ جاتے تھے حتی کہ انجمن میلاد مصطفٰی ﷺ کے افراد و احباب میں سے بھی کوئی آتا تو اُسے نیچے ہی ملتے۔

محترم حاجی محمد امین حبیبی صاحب بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی بہت ضروری کام ہوتا تو جامعہ جانا ہوتا تو باہر سے گھنٹی بجاتا اگر آجاتے تو ٹھیک ورنہ واپس آجایا کرتا۔ان کا نیچے تشریف نہ لانا طالبات کے ٹیسٹ یا جامعہ کے کسی اور کام میں گہری مصروفیت کا ہی اشارہ ہوتا تھا۔

☆...... جامعہ کا ماحول اتنا خوشگوار اور محفوظ تھا اور ہے کہ راقم کوانٹرویو کے دوران کئی اُن احباب نے بتایا جن کی بچیاں جامعہ میں زیور علم سے آراستہ ہورہی ہیں کہ ہم اپنی بچیوں کو اپنے گھر میں بھی اتنا محفوظ نہیں سمجھتے جتنا قاری صاحب کی نگرانی میں جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا للبنات میں محفوظ سمجھتے تھے اور ہیں۔

☆...... انسویٹی گیشن آفیسرز کا جامعہ پر اطمینان

ملکی حالات کے پیش نظر جامعہ کی سکیورٹی انتہائی سخت تھی جو کہ قاری صاحب کی توجہات کا ہی نتیجہ ہے۔ جب حکومت کی طرف سے مدارس کی سکیورٹی سخت کرنے کا اعلان ہوا تو قاری صاحب نے سی سی ٹی وی کیمرے بھی لگوائے جو کہ جامعہ کے چاروں اطراف کی مانیٹرنگ کرتے ہیں۔جبکہ سکیورٹی گارڈ تو پہلے ہی موجود تھا۔یہی وجہ ہے کہ محترم جمیل عطاری صاحب (ذمہ دار مکتبۃ المدینہ) بیان کرتے ہیں کہ میرا قاری صاحب سے تقریباً آٹھ سال پرانا تعلق ہے جب بھی کوئی حکومتی ٹیم جامعہ کے وزٹ کیلئے آئی یا کوئی انویسٹی گیشن آفیسر آیا تو وہ قاری صاحب کے انتظامات سے نہ صرف مطمئن ہو کر جاتا بلکہ جاتے ہوئے آپ کے انتظامات کی تعریف بھی کرتا تھا۔

یہی وہ اوصاف وکمالات ہیں جو کہ کسی جامعہ کے ناظم اعلیٰ میں ہونے چاہیں اور یہی وہ اوصاف تھے جن کی بنا پر قاری صاحب نے بحیثیت ناظم اعلیٰ جامعہ فاطمۃ الزہرا للبنات کو ترقی کی منازل پر گامزن کیا اور آپ کی یہ خدمات سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔اللہ تعالیٰ حبیب کے گلشن جامعہ فاطمۃ الزہرا کو شادر کھے اور تا قیامت اس کو آبادر کھے۔آمین

باغ باقی ہے باغباں نہ رہا
اپنے پھولوں کا پاسباں نہ رہا

کارواں تو رواں رہے گا مگر
ہائے وہ میرِ کارواں نہ رہا

جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے قیام کے اغراض ومقاصد

قاری صاحب نے جب جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا 1988ء میں جب قیام عمل میں لایا گیا تو انجمن میلاد مصطفیٰ اور آپ کے پیش نظر جامعہ کے قیام کے درج ذیل اغراض ومقاصد تھے۔

۱۔ قرآن وسنت کی ترویج

۲۔ عقائد اہلسنت وجماعت کی حفاظت اور ان کی مثبت انداز میں اشاعت کرنا

۳۔ انبیاء کرام علیہم السلام صحابہ کرام واہلبیت عظام، صوفیاء کرام ومحدثین عظام کے علوم و معارف کو سمجھ کر اور ان پر اعتماد کرتے ہوئے ان کو عملی زندگی میں اپنانا

۴۔ ایسی معلمات پیدا کرنا جو زندگی کے تمام شعبوں میں نہ صرف یہ کہ خود دین کے مطابق زندگی گزارنا جانتی ہوں بلکہ اُمت محمدیہ کے عقائد واعمال کی اصلاح کی صلاحیت رکھتی ہوں۔

۵۔ ایسے خاندان جو اپنی بچیوں کے دینی تعلیم کیلئے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے۔ ایسی بچیوں کی مفت تعلیم وتربیت کرنا اور ان کے جملہ معارف واخراجات برداشت کرنا۔

۶۔ اُمت مسلمہ کے اوپر آنے والے نت نئے فتنوں کو سمجھنا اور ان آزمائشوں سے نبرد آزما ہونے کیلئے قرآن وسنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں رہنمائی کرنا۔

۷۔ اپنے اکابرین پر اعتماد کرتے ہوئے انکی راہنمائی کی روشنی میں ان اغراض ومقاصد کی تکمیل کیلئے مسلسل جدوجہد کرتے رہنا۔

طلبہ وطالبات کی حوصلہ افزائی

کسی آدمی کو اس کی محنت کی داد دینا، اور اس کے فن پر اسے رغبت دلانا، اسے مزید شوق دلانا اس کے اچھے کام پر اس کو انعام دینا، زبان سے اس کے لئے کلمہ تحسین ادا کرنا، حوصلہ افزائی کہلاتا ہے۔ حوصلہ افزائی کے ذریعے آپ کسی سے بڑے سے بڑا کام بھی لے سکتے ہیں، بڑے لوگ ہمیشہ چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کر کے ان کے دل بھی جیت لیتے ہیں۔ دین کے کام پر کسی کو رغبت دلانا یہ تو مفت میں اپنے اجر وثواب میں اضافے کا سبب ہے۔ کام دوسرا کرے گا اتنا ہی اجر و ثواب آپ کو بھی ملے گا۔

قاری صاحب جب کسی کو نیکی کا کام کرتے دیکھتے تو اس کی اس انداز سے حوصلہ افزائی فرماتے کہ اس کا دل چاہتا میں اس کام کو مزید کروں اور بہتر کروں۔

حاجی محمد امین حبیبی صاحب بیان کرتے ہیں کہ 2016ء میں جب کافی زلزلے آئے، کئی دن تک جھٹکے آتے رہے تو قاری صاحب اسمبلی میں تشریف لے گئے اور کہا: کون کون سی بچی ہے جس نے کل کے زلزلے کے بعد (جو بخیریت گزر گیا ہے) کوئی جانی و مالی نقصان نہیں ہوا اس کے شکرانے کے نوافل اللہ رب العزت کے حضور ادا کیے ہوں۔ جس جس بچی نے ہاتھ اٹھایا قاری صاحب نے اس اس بچی کو بہار شریعت بطور انعام عطا کی۔

قاری صاحب شوق و ذوق سے پڑھنے والے محنتی طلبہ و طالبات کی بھی خوب حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔

محترم حاجی محمد امین حبیبی صاحب بیان کرتے ہیں کہ جامعہ فاطمۃ الزہرا کی ایک شاخ سانگلہ ہل کے مضافاتی گاؤں "ہنجلی" میں بھی قائم ہے، جس میں دو معلمات اور 90 بچے اور بچیاں حفظ و ناظرہ کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ قاری صاحب جس طرح جامعہ کو خصوصی توجہ سے چلاتے تھے اسی طرح اس شاخ کے ساتھ بھی آپ کا بڑا ہی گہرا رابطہ ہوا کرتا تھا۔ اکثر جب مہینے بعد گاؤں والی شاخ میں جاتے تو طلبہ و طالبات کا ٹیسٹ لیتے۔ اعلیٰ کارکردگی والے طلبہ و طالبات کو خصوصی انعامات سے نوازتے۔

وہ علم و فضل کا پیکر
وہ عجب اک انسان تھا
وہ طلبہ و طالبات کے دل کی تسکین
وہ للہیت کا اک آسمان تھا

محترم محمد بلال حبیب قادری صاحب جو کہ قاری صاحب کے بڑے بیٹے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ: جامعہ میں ہر مہینے کوئی نہ کوئی مقابلہ ضروری کرواتے چاہے حسن قرأت، حسن نعت کا یا کوئی تقریری مقابلہ ہوتا۔ اس میں پوزیشن لینے والی طالبات کو "خاتون جنت"، "پردے کے بارے میں سوالات و جوابات"، "اسلامی بہنوں کی نماز" اور "عجائب القرآن" وغیرہ کتب انعامات میں دیتے اور ساتھ نقدی کی صورت میں بھی طالبات کی حوصلہ افزائی فرماتے اور سب طلباء و

طالبات آپ پر ناز کرتے تھے۔

ناز کرتا تھا زمانہ جس کی ذات پاک پر
سو گیا مرقد میں جا کر اب وہ فرشِ خاک پر

راقم الحروف جن دنوں ''خطبات شیر اہلسنت'' پر کام کر رہا تھا اکثر فون کر کے پوچھتے کام کہاں تک پہنچا ہے۔ اور پھر ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے جو یقیناً راقم کے حوصلے مزید بلند کر دیتیں۔ جب ''خطبات شیر اہلسنت'' چھپ کر منظر عام پر آئے۔ راقم پیش کرنے کیلئے آپ کے در دولت پر حاضر ہوا۔ نماز عصر کا وقت تھا قاری صاحب مسجد میں نماز پڑھانے کیلئے جا چکے تھے۔ راقم بھی مسجد میں حاضر ہوا۔ آپ کے پیچھے نماز عصر ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ نماز سے فراغت کے بعد ملاقات ہوئی۔ حسب سابق انتہائی پُر مسرت انداز سے ملے۔ مصافحہ و معانقہ ہوا۔ قاری صاحب فرمانے لگے گھر چلتے ہیں۔ میں نے عرض کیا جیسے آپ کی مرضی۔ گھر پہنچے مدینہ شریف کی بابرکت کھجوروں، آب زمزم شریف اور چائے سے مہمان نوازی فرمائی۔ راقم نے عرض کیا حضرت آپ کے لئے خوشخبری ہے۔ ''خطبات شیر اہلسنت'' چھپ گئے ہیں اور ایک نسخہ پیش کیا تو اٹھے سینے سے لگایا، ماتھا چوما اور کافی دیر تک عزت افزائی فرماتے رہے اور بھی موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ جب میں نے اجازت چاہی تو کچھ دینی کتب، ایک عدد سوٹ، خوشبو (عطر) اور تین ہزار روپیہ نقدی کی صورت میں عطا کیا۔ بندہ حیران تھا کہ یہ سب کیا ہے؟ فرمانے لگے یہ سب تمہارا انعام ہے اور یہ سب کچھ تو اس کارنامے کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ اتنی دعاؤں سے نوازا کہ وہ ان کا ہی خاصہ تھا انکی اس حوصلہ افزائی و خیر مقدم نے راقم کو اور تحریری کام کرنے پر بھی جذبہ دیا۔

غریب و نادار طلباء و طالبات پر خصوصی توجہ اور خیر خواہی

قاری صاحب عموماً غریب و نادار طلبہ کو زیادہ تنبیہ کرتے تھے فرماتے: کہ دنیا تو تمہارے پاس ہے نہیں دین بھی نہ آیا تو کیسی ذلت کی زندگی گزارو گے؟ کسی مال دار طالب علم کی طرف اشارہ کر کے کہتے کہ فلاں نہ پڑھے تو زندگی تو گزار سکتا ہے۔

رحمت دو عالم ﷺ کا بڑا وصف مومنین و متعلمین کی خیر خواہی ہے، متعلمین کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی ہمدردی نہ صرف اپنی حد تک محدود تھی بلکہ اُمت کے علماء کو طلباء و طالبات دین کے ساتھ ہمیشہ ہمدردی کرتے رہنے کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے

مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ان رجالا یاتونکم من اقطار الارض یتفقھون فی الدین، فاذا اتوکم فاستو صوابھم خیرا۔

ترجمہ: لوگ پوری روئے زمین سے حصول علم کیلئے تمہارے پاس آئیں گے، اگر طلباء (و طالبات) تمہارے پاس آئیں تو ان سے متعلق مجھ سے خیر کی وصیت قبول کرو۔

(الترمذی: الجامع الصحیح، ابواب العلم، باب:ماجاء فی الاستیصاء بمن یطلب العلم، رقم الحدیث: ۲۶۵۰، صفحہ ۷۹۰ مطبوعہ دار السلام للنشرو التوزیع الریاض)

حضرت قاری محمد حبیب قادری رضوی صاحب اپنی حقیقی اولاد سے بڑھ کر اپنی روحانی اولاد کی خیر خواہی فرماتے، وہ زیادہ تر وقت طلباء و طالبات میں ہی گزارتے۔ صبح کی نماز سے لیکر 7:45 بجے تک جامع مسجد گلاب مصطفیٰ میں اور پھر تقریباً 8:30 بجے سے لیکر نماز ظہر سے بعد تک جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں اور نماز عصر سے لیکر نماز مغرب تک وقت پھر جامع مسجد گلاب مصطفیٰ میں طلبہ و طالبات کے افادہ میں ہی گزرتا۔ طلبہ و طالبات کی خیر خواہی میں اس قدر حریص تھے کہ صبح کی نماز سے لے کر مغرب کی نماز تک روزانہ پڑھاتے سکھاتے وقت گزرتا تھا۔ اس سے بڑھ کر طلباء و طالبات کی خیر خواہی کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی طالب علم و طالبہ کو کتابوں، یونیفارم، ٹیوشن فیس، رکشہ فیس اور دیگر اخراجات کی ضرورت ہوتی تو اس کا پورا پورا انتظام فرما کر دیا کرتے تھے۔ کسی کی گھریلو پریشانی ہو جاتی تو حتی الوسع اس کو دور کرنے یا حل کرنے کی پوری کوشش فرماتے۔

محترم ڈاکٹر محمد ندیم رضوی صاحب کا بیان ہے کہ جامعہ کی طالبات میں سے جو غریب یا یتیم ہوتیں۔ ان کی کتب، یونیفارم اور رکشہ فیس اپنی طرف سے ادا کرتے۔ اگر کسی بچی کو اسمبلی میں پریشان دیکھتے، علیحدہ بلا کر اس سے پریشانی کی وجہ پوچھتے، اور انداز ایسا ہوتا کہ وہ طالبہ اپنی پریشانی آپ کے سامنے کھول کر بیان کر دیتی۔ اگر گھریلو جھگڑا وغیرہ کا معاملہ ہوتا تو اس بچی کے والدین کو فون کر کے جامعہ بلاتے اور سمجھاتے کہ آپ کے گھریلو ماحول کی وجہ سے آپ کی بچی پریشان رہتی ہے اور اس کی تعلیم کا حرج ہوتا ہے۔ آپ اپنے گھریلو ماحول کو درست کریں اور اگر وہ بچی کسی دوسری گھریلو پریشانی کا اظہار کرتی تو حتی الوسع اس کی پریشانی کو حل کرتے تا کہ بچی دل لگا کر پڑھ سکے۔

محترم محمد نعیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ کے جامعہ میں ہمارے محلّہ کی ایک طالبہ پڑھتی ہے اس کے والدین بہت غریب ہیں۔ جامعہ کی معلمات میں سے کسی نے یونیفارم پر سختی کی

اور کہا کل سب طالبات جنہوں نے یونیفارم نہیں پہنا ہوا پہن کر آئیں ورنہ کل جامعہ مت آنا۔اس بچی نے اگلے دن سے یونیفارم نہ ہونے کی وجہ سے جامعہ جانا چھوڑ دیا۔قاری صاحب کو پتا چلا اُس طالبہ کے والد سے ان کے گھر جا کر ملے اور پوچھا آپ کی بچی جامعہ نہیں آ رہی کیا وجہ ہے؟اس کے والد نے سب صورتحال بیان کر دی۔اگلے دن قاری صاحب نے یونیفارم لا کر دیا اور کہا کل سے آپ کی بچی جامعہ آنی چاہیے۔یہی نہیں اور بھی کئی طالبات کا تعلیمی خرچہ قاری صاحب ہی ادا کرتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ قاری صاحب اپنے تلامذہ کے دلوں پر حکومت کرتے تھے اور یہی وہ شان ہے جو حکمرانوں کو بھی نصیب نہیں ہوتی۔کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

وہ ادائے دلبری ہو کہ نوائے عاشقانہ
جو دلوں کو فتح کرے وہی فاتح زمانہ

عزیز و اقارب سے حسن سلوک

حضرت کلیب بن منفعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے دادا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ:من ابرُّ ا ؟

”میں کس (کس) سے حسن سلوک کروں؟

آپ نے ارشاد فرمایا:امك و اباك و اختك و اخاك، و مولاك الذی یلی ذاك حق و اجب

ترجمہ: اپنی ماں اور باپ سے اپنی بہن اور بھائی سے اور اپنے ان سب رشتہ داروں سے جو ان سب سے تعلق رکھتے ہیں یہ ایک واجب حق ہے۔

(البخاری: الادب المفرد ، باب: وجوب صلة الرحم، رقم الحدیث:٤٧ صفحه ٣٦ مطبوعه قدیمی کتب خانه مقابل آرام باغ کراچی)

حضرت سیدنا مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے۔ان اللہ یوصیکم بامھاتکم ثم یوصیکم ، بامھاتکم، ثم یوصیکم ، بآبائکم، ثم یوصیکم بالأ قرب فالا قرب۔

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ماؤں کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہے،(دو مرتبہ فرمایا)، پھر تمہارے والدوں کے بارے میں تمہیں بھلائی کی وصیت فرماتا ہے،اور بعد ازاں درجہ

بدرجہ قریبی لوگوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت فرماتا ہے۔

(البخاری: الادب المفرد، باب: بر الاقرب فالا قرب، رقم الحدیث: ٦٠،

صفحہ 39، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی)

ان احادیث میں نبی کریم ﷺ نے بندۂ مومن کے کچھ حقوق کو بیان کیا ہے۔ قاری صاحب ان احادیث میں وارد سب حقوق کو اعلیٰ درجہ میں پورے کرنے والے تھے۔ پہلا حق والدین سے حسن سلوک کرنا ہے۔ قاری صاحب اپنے والدین سے کس انداز میں حسن سلوک اور صلہ رحمی کرنے والے تھے اس پر چند اقوال ملاحظہ ہوں۔

قاری صاحب کے برادر گرامی محترم محمد سلیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ: گھر یا خاندان کا کوئی بھی فیصلہ بھائیوں کے مشورہ اور رضا سے کرتے مگر حتمی فیصلہ والدہ صاحبہ کا ہی مانتے اور جانتے تھے۔

قاری صاحب کی والدہ ماجدہ بیان کرتی ہیں کہ ؛ میرے بیٹے حبیب نے بچپن میں بھی کبھی اپنے والدین کی نافرمانی نہیں کی۔ میرے بیٹے نے ساری زندگی مجھے گھر کا بادشاہ بنا کر رکھا کبھی اُف تک بھی نہ کہا۔

والدہ صاحبہ قاری صاحب ہی بیان فرماتی ہیں کہ میرے ساتھ اُس کے حسن سلوک کا یہ حال تھا کہ جب باہر کسی سفر پر جاتا تو مجھ سے ملتا۔ میرے ہاتھوں کو چومتا اور کئی مرتبہ میرے پاؤں بھی چوم لیتا میں گلے لگا کر اُس کے ماتھے کو چوم لیتی ایسے ہی جب واپس آتا سب سے پہلے مجھے ملتا اور ہاتھ پاؤں چوم لیتا۔ کئی بار ایسے ہوا کہ اگر میں سوئی ہوتی تو پاؤں کے تلوؤں پر آ کر بوسہ دے لیتا تھا۔ گھر کا چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر کام میرے مشورے ہی سے کرتا تھا۔

یہ تو تھا قاری صاحب کا والدین سے حسن سلوک آیئے اب بھائیوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور صلہ رحمی کا حال ملاحظہ ہو۔ قاری صاحب کے برادر گرامی محمد سلیم صاحب نے بیان کیا ہے کہ: وہ اتنا اچھا تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ میرا اتنا خیال رکھتا تھا کہ شام کو باہر چہل قدمی کیلئے نکلتا دیکھ لیتا تو کہتا بھائی جان شام کے وقت باہر نہ جایا کرو کہیں گر جاؤ گے اور چوٹیں لگ جائیں گی۔

محترم ڈاکٹر محمد ندیم رضوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ قاری صاحب کے بھائی محمد سلیم صاحب جو کہ دل کے مریض ہیں ان کی دوائی کا مکمل خرچ قاری صاحب خود ہی اُٹھاتے تھے۔

قاری صاحب کے بھائی محمد سلیم صاحب ہی نے کہا کہ ہر لحاظ سے میرا خیال رکھا کرتا تھا

گھر میں سب سے چھوٹا تھا مگر پورے گھر والوں کیلئے ایک شجر سایہ دار کی طرح تھا۔ مجھے کسی قسم کا درد اور دکھ محسوس نہیں ہونے دیتا تھا۔ یوں کہا جائے کہ وہ پورے خاندان کی بہار تھا تو غلط نہیں ہوگا۔ عید وغیرہ کے موقع پر کپڑے، جوتے وغیرہ لے کر دیتا تھا۔ جب کبھی مجھے ملتا نماز کا ہی کہتا، بولتا بھائی کسی حال میں بھی نماز نہ چھوڑا کرو۔

آپ کے بھائی محمد سلیم صاحب ہی نے بیان کیا کہ میری بڑی بیٹی کی شادی تھی میں نے قاری صاحب کو کہا آپ نے ہی کرنی ہے۔ قاری صاحب نے شادی کا مکمل خرچ اپنے ذمہ لیا اور تمام ضروریات کو بخوبی پورا کیا۔

قاری صاحب کے دوسرے بھائی محمد نعیم اختر صاحب نے کہا کہ میری بائیں آنکھ کا آپریشن ہوا، اس کے بعد جب پہلی بار میں قاری صاحب کے ہاں آیا تو قاری صاحب نے دس ہزار والدہ کو دیا کہ مجھے دے دیں۔ واپسی پر والدہ نے جب مجھے وہ رقم دی تو مجھے پتا چل گیا کہ یہ قاری صاحب نے ہی والدہ کو مجھے دینے کیلئے دیئے ہیں۔ میں نہ لئے تو رو پڑا کہنے لگا۔ میں نے ہسپتال ہی آنا تھا مگر جامعہ میں امتحانات ہو رہے تھے۔ اس وجہ سے نہ آسکا۔ میں نے کہا میرا تو دینے کا حق بنتا ہے، لینے کا نہیں۔ مگر اُس نے اس محبت بھرے انداز سے مجھے کہا "یار لے لو" کہ میری آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ وہ اتنا عظیم تھا کہ کبھی بھی ہمیں ناراض نہ کرتا تھا۔ ہمیشہ بڑے بھائیوں کے سامنے نرمی سے بات کرتا تھا بلکہ میں تو یوں کہوں گا کہ وہ ہمارے پورے خاندان کا فخر تھا۔

یہ حسن سلوک تو تھا بھائیوں سے اب بھائیوں کی اولاد سے حسن سلوک کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

آپ کا بھانجا شہزادہ خرم بیان کرتا ہے کہ ہر عید کے موقع پر کپڑے، جوتے لیکر دیتے اور عیدی بھی دیا کرتے تھے۔ ہم سے بڑی محبت کرتے تھے ہمیشہ نماز پڑھنے اور درود شریف پڑھنے کی تلقین کرتے تھے۔

2015ء میں محمد بلال (جو کہ قاری صاحب کا بڑا صاحبزادہ ہے) کے ساتھ مجھے ووکیشنل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ صفدر آباد چھ ماہ ڈپلومہ کیلئے داخل کروایا، یونیفارم، داخلہ فیس اور کتب کا مکمل خرچ چاچا جان نے ہی اٹھایا۔ یہ ان کی ہماری تعلیم و تربیت کیلئے فکرمندی اور شفقت و محبت کا بین ثبوت ہے۔

حافظ محمد عمران صاحب جن کا قاری صاحب سے دوہرا تعلق ہے۔ ایک تعلق تو یوں کہ

حافظ صاحب آپ کے بھانجے اور دوسرا یہ کہ قاری صاحب کے داماد بھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ابو جان کے انتقال کے بعد ہماری تمام ضروری حاجات کو پورا کیا، کبھی پوری زندگی ہمیں اپنے والد کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔

دوستوں سے حسن سلوک

قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے اپنے دوستوں سے حسن سلوک کا یہ عالم تھا کہ آپ کے دوستوں میں سے اگر کوئی پریشان ہوتا تو اُس کی اس انداز سے مدد کرتے کہ وہ اپنے قدموں پر پھر کھڑا ہو جاتا۔

حافظ عمران صاحب بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی غیور سُنی یا آپ کا کوئی دوست ایسا دیکھتے کہ وہ گھریلو مسائل میں یا دیگر پریشانیوں میں گھرا ہوا ہے تو اس کی اس انداز سے خدمت کرتے کہ اس کے مسائل اور پریشانیوں کا حل ہو جاتا اور حتی الوسع آپ کی کوشش ہوتی کہ اپنے اس دوست کو قدموں پر کھڑا کیا جائے۔ اکثر اوقات آپ کی کاوشیں رنگ لاتیں اور وہ اپنے قدموں پر کھڑا ہو ہی جاتا۔

محترم حاجی محمد امین حبیبی صاحب کے بیٹے محمد حسنین علی صاحب نے بیان کیا قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنے دوستوں سے اس قدر محبت رکھتے تھے کہ جامن بھی اُتارے تو تھوڑے تھوڑے ہی سہی اپنے سب دوستوں کے ہاں بھیجا کرتے تھے۔ گاؤں سے بیر وغیرہ آتے وہ بھی سب دوستوں کے گھروں میں تھوڑے تھوڑے کر کے ضرور بھیجتے۔ علی بھائی نے کہا حالانکہ جامن بیر وغیرہ عام سی چیزیں ہیں۔ عام بازار سے مل جاتے ہیں لیکن جو وہ بھیجتے تھے ان میں ایک خاص چاشنی اور محبت وخلوص کا مزا ہوا کرتا تھا۔

یونہی علی بھائی نے مزید بیان کیا کہ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ میں یہ عظیم وصف بھی پایا جاتا تھا کہ کبھی سخت سے سخت پریشان بھی ہوتے تو اپنے دوستوں کو اس کا احساس تک نہ ہونے دیتے۔ وجہ یہ ہوتی کہ دوست پریشان ہوں گے۔

محترم ڈاکٹر محمد ندیم رضوی صاحب نے بیان کیا کہ کراچی سے پیر صاحب کی طرف ''توشۂ غوث اعظم'' آتا اس میں سے بھی تھوڑا تھوڑا کر کے اپنے تمام دوستوں کے گھروں میں تبرک کے طور پر بھیجتے۔ راقم کو بھی ایک بار فون کیا فرمانے لگے سانگلہ آنے کا کب ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا کچھ دن بعد ہی آؤں گا۔ فرمانے لگے آپ کا حصہ میرے پاس رکھا ہوا ہے۔ جب بھی آؤ تو وہ ضرور لے لینا۔

بھائی محمد عمر امین صاحب بیان کرتے ہیں اپنے دوستوں اور دیگر احباب سے زیادہ دیر تک غصے نہیں رہا کرتے تھے اور یہ بھی یاد رہے کہ آپ کا غصہ کسی شرعی حوالے سے ہی ہوتا تھا ویسے نہیں۔ ہر وقت ان کے چہرے پر مسکراہٹ سجی رہتی تھی۔ جو دوسروں کو مسکرانے پر مجبور کر دیتی تھی خواہ وہ ذہنی طور پر کتنے بھی پریشان ہوں۔ کسی نے کیا خوب کہا

لوکاں دے نال رکھ فقیر ایسا بہن کھلون
کول ہوویں تے ہسن سارے دور ہوویں تے رون

مہمان نوازی

مہمان نوازی کرنا ایمان ہے۔ جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من کان یؤ من باللہ و الیوم الآخر فلیکرم ضیفہ

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالی اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو تو اُسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی خوب عزت افزائی کرے۔

(ابو دائود: السنن، کتاب الاطعمۃ، باب: ماجاء فی الضیافۃ، رقم الحدیث: ۳۷۴۸ صفحہ ۷۵ مطبوعہ دار السلام للنشر و التوزیع الریاض)

دین اسلام میں مسلمان بھائیوں کو کھانا کھلانا اسلام کا شعار قرار دیا گیا ہے اور اس وصف پر جنت کی گارنٹی دی گئی ہے اور صرف مسلمان ہونے کی نہیں بلکہ بہترین مسلمان ہونے کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے حضرت عبداللہ بن سلام جو پہلے یہودی تھے انہوں نے رسول کریم ﷺ سے سب سے پہلے یہی بات سنی۔

اطعمو الطعام ''لوگوں کو کھانا کھلاؤ''۔ آگے فرمایا:

تد خلو الجنۃ بسلام ''تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے''

(الطبرانی: المعجم الاوسط، من اسمہ احمد، رقم الحدیث: ۵۴۱۰ جلد ۴ صفحہ ۱۱۸-۱۱۷، مطلوبہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

مہمان نوازی ایمان سے نصیب ہوتی ہے، بڑے بڑے مالدار ایمان کے اس شعبے سے محروم ہیں۔ دنیادار شخص خود چائے پی رہا ہوگا اس کی دوکان پر کوئی مہمان آجائے تو اس کا پیٹ جلنا شروع ہو جاتا ہے۔ مہمان کو پوچھے گا بھی نہیں۔ اسے حقیر اور ذلیل سمجھے گا اور یہ ذہن بنائے گا کہ

اُسے پانی گھونٹ بھی دنیا میں میسر نہیں آنا چاہیے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں دنیا پر صرف اُنہی کا حق ہے۔ اور جنہیں کچھ نہیں ملا اُنہیں ہم بھی کچھ نہیں دیں گے۔ اگر اللہ نے انہیں نہیں کھلایا تو ہم کیوں کھلائیں۔ یہ لوگ دوسروں کو حقیر سمجھ کر خود نیکی سے محروم رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے!۔ ایسے لوگوں کیلئے قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی بہترین نمونہ تھی اور ہے۔ جن کے اعمال میں اپنی زندگی میں دیکھتا رہا ہوں۔ وہ آنے والے کو نہیں دیکھتے تھے کہ اسے کھلا کر مجھے کیا ملنا ہے، ان کی نظر اور طمع اللہ تعالیٰ سے ہوتی تھی۔ وہ انہیں کھلا کر اللہ تعالیٰ سے اجر کے امیدوار ہوتے تھے۔

حضرت قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے گھر کوئی بھی گیا ہے وہ ضیافت بغیر واپس نہیں آیا، وہ طالب علم ہو یا طالبہ علم، عالم دین ہو یا غیر عالم دین، واقف ہو یا ناواقف، آپ نے یہ نہیں پوچھا کیا کھاؤ گے کب کھاؤ گے؟ بلکہ سنت ابراہیمی کی طرح جو ہوتا لے آتے تھے۔ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی بیٹھک ہی اپنی لائبریری کو بنایا تھا۔ یہی لائبریری تھی یہی بیٹھک، یہی قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی مسند تھی۔ یہی دستر خوان، قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بیٹھک میں بیٹھے محسوس ہوتا تھا کہ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کا نصب العین پڑھنا، پڑھانا، فون کالجز پر پوچھے گئے مسائل کا جواب دینا، مہمانوں کی تواضع کرنا تھا۔

قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی عادت مبارکہ تھی کہ ہر آنے والے مہمان کی موسم کے مطابق مہمان نوازی کرتے تھے۔ کوئی بھی جیسے ہی آپ کے گھر میں داخل ہوتا؟ آپ فوراً اپنے بڑے صاحبزادے محمد بلال کو آواز دیتے اور کوئی مشروب لانے کو کہا کرتے تھے اور اگر کوئی بچہ گھر میں نہ ہوتا تو مہمان کو دیکھ کر فوراً کھڑے ہوتے اور خود برتن اٹھا کر مہمان کو کھانا یا چائے پیش کیا کرتے تھے۔ یہ آپ کا ایسا متواتر اور محبوب عمل تھا کہ آپ کے گھر میں آنے والا شخص ممکن ہی نہیں کہ کچھ کھائے پیئے بغیر واپس آیا ہو۔

قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کھانا اس طرح کھلاتے جس طرح ماں اپنے بچے کو کھلاتی ہے۔ جب مہمان آتا تو قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا انداز یہ ہوتا۔ دستر خوان خود بچھاتے، اندر سے کھانا خود اٹھا کر لاتے اور پھر مہمان کو کھانے کی ترغیب دلاتے اور اسے مزاحاً کہتے: کھاؤ اور کھاؤ، اگر وہ کم کھاتا تو اسے کہتے: نام تو آپ کا لگ گیا ہے اب کھل کر کھاؤ اور کھاؤ۔

راقم الحروف کے ساتھ بھی آخری ملاقات میں کچھ ایسا ہی ہوا۔ چاولوں سے بھری ہوئی رکابی لے آئے ساتھ میں ایک پیالے میں سالن تھا۔ میں نے عرض کیا حضرت اتنے چاول مجھ سے

نہیں کھائے جائیں گے۔ فرمانے لگے شروع تو کریں! میں نے کھانے شروع کئے لیکن دوسری رکابی میں آدھے چاول نکال کر، دوسری رکابی سے چاولوں کا چمچ بھر کر میری رکابی میں ڈال دیتے۔ میں نے عرض کیا حضرت بس اتنے ہی کافی ہیں فرمانے لگے کھاؤ گے نہیں تو دین کا کام کیسے کرو گے؟

قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی آواز اب بھی میرے کانوں میں گونجتی ہے کہ آپ کے ہاں جب بھی کوئی مہمان آتا تو آپ عموماً اپنے بڑے صاحبزادے کو آواز دیتے (محمد بلال) بس اتنی آواز دینا ہوتی تھی کہ چند لمحوں کے بعد کوئی نہ کوئی چیز موسم کے مطابق ضیافت کیلئے موجود ہوتی تھی۔ مہمان نوازی کا وصف قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا بہت مشہور ہو چکا تھا اگر کوئی شخص قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے گھر جاتا اسے اطلاع ملتی۔ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ گھر نہیں مسجد گئے ہیں۔ وہ جامع مسجد گلاب مصطفیٰ ﷺ میں جاتا جہاں قاری صاحب نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ وہاں لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوتے اور سوال جواب کی مجلس لگی ہوتی۔ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ مہمان کو دیکھتے تو اہل مجلس سے اجازت چاہتے کیونکہ لوگوں کے سوالات ختم ہو چکے ہوتے اور مہمان کو ساتھ لے کر گھر آجاتے اور گھر آتے ہی اسے کھانا کھلاتے۔ مہمان مسجد میں آتا اس کے ساتھ فوراً گھر کی طرف چلے آتے جبکہ کئی لوگوں کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ مہمان گھر آجائے اسے لے کر مسجد میں آجاتے ہیں۔ آجاؤ مسجد میں بیٹھتے ہیں وہاں کوئی آدمی آئے گا۔ وہ مہمان کے بہانے ساتھ مجھے بھی کھلائے گا نہیں کوئی آئے گا تو چلو مہمان سے گلوخلاصی تو ہوگی۔ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کبھی یہ مہمان سے نہ کہا کہ گرم پیو گے یا ٹھنڈا پیئو گے یا کیا کھانا ہے؟ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ مہمان کے لئے سامنے مشروب یا طعام پیش کرتے تھے۔ کئی حضرات پوچھتے ہیں کیا کھاؤ گے؟ اب کوئی مہمان بتائے گا تو پھر یہ حضرات لے کر آئیں گے ورنہ مہمان کی الحمدللہ کے ساتھ ان کی طبیعت میں فرحت کی لہر میں دوڑے گی۔

محترم حاجی محمد امین حبیبی صاحب بیان کرتے ہیں کہ: علاقہ بھر کی بچیوں کا سنٹر جامعہ فاطمۃ الزہراء ہی بنا کرتا تھا۔ جو سٹاف پیپرز لینے کیلئے معلمات و ٹیچرز کا آتا اس کی جامعہ میں رہائش کا بندوبست کرتے اور اپنی والدہ صاحبہ کو رات جامعہ میں ہی ان ٹیچرز کے ساتھ سلاتے اور ان کا تینوں اوقات کا کھانا اپنے گھر سے بنوا کر لاتے تھے اور کبھی ان کے چہرے پر شکن نہیں آتا تھا۔ اعلیٰ اعلیٰ کھانوں سے ان مہمان ٹیچرز کی تواضع کرتے تھے۔ حالانکہ خود دوپہر کا کھانا اکثر اوقات نہیں کھایا کرتے تھے۔

قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے جگر گوشہ محمد بلال حبیب صاحب نے بیان کیا: مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ اگر گھر کوئی آتا وہ کچھ بھی نہ لیتا۔ بھوک نہ ہونے کی وجہ سے تو اس کو مدینہ شریف کی کھجوریں اور آب زم زم شریف یا سادہ گلاس پانی ہی پلا دیتے تھے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تو منون بالله

غور فرمایئے! اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا سب باقی اعمال وافعال سے مقدم ہے۔ لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر محض اس لیے پہلے کیا گیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کو واضح کرنا مقصود تھا۔ ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرمادی کہ اے مسلمانو! تم بہترین اُمت صرف اس لئے ہو کہ تم برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو۔ با الفاظ دیگر اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک مسلمان اچھے کاموں کا حکم دیتے اور برے کاموں سے روکتے رہیں گے وہ بہترین اُمت رہیں گے اور جب انہوں نے اس فریضہ سے کوتاہی کی تو پھر بہترین اُمت نہیں رہیں گے۔ برے کاموں سے روکنے اور اچھے کاموں کی ترغیب کرنے کا فریضہ فرداً فرداً بھی ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے اور اجتماعاً اُمت مسلمہ پر بھی۔ ہر ایک کو اپنی اپنی حیثیت اور قوت کے مطابق اس فریضہ سے عہدہ برآ ہونا لازم ہے۔

آیئے دیکھیے! یہ وصف اور خوبی قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ میں کس حد تک پائی جاتی تھی ملاحظہ ہو۔

قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ نماز فجر کے بعد درس دیا کرتے تھے اور روزمرہ کے پیش آمدہ مسائل کا تذکرہ کر کے ان کا حل دریافت کرتے اور دیگر مسائل پر گفتگو ہوتی۔ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ لوگوں کو کتاب وسنت پر عمل کرنے کی رغبت دلاتے تھے اور اہل مجلس احباب کو نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ترغیب دیتے تھے۔ کسی ساتھی کے بیمار ہونے کا پتا چلتا تو بیمار پرسی کے لئے جاتے آپ کے ساتھ کئی اہل مجلس بھی چلے جاتے، اگر قاری صاحب پہلے کسی کی بیمار پرسی کی ہوتی تو اہل مجلس کو رغبت دلاتے آپ بھی جائیں اور ان کا پتا لیں۔

قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے داماد حافظ محمد عمران صاحب نے بیان کیا: قاری

صاحب کے وصال سے چند روز قبل ہم ملنے کے لئے آئے جب واپس جانے لگے تو کہنے لگے تھوڑی دیر ٹھہرو پھر کستوری لا کر دی اور ساتھ ہی فرمانے لگے۔ فرائض نماز کی پابندی کے ساتھ جمعۃ المبارک اور کثرت درود شریف کی بھی پابندی کیا کرو۔ جمعہ پڑھنے کے لئے جب جاؤ تو غسل کر کے تھوڑی کستوری لگا لیا کرو کیونکہ جمعۃ المبارک کے دن غسل کرنا اور خوشبو لگانا ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے اس پر سختی سے عمل کیا کرو اور ساتھ ہی فرماتے فرائض کی ادائیگی سے قرب خدا حاصل ہوتا ہے اور سنتوں کی ادائیگی اور کثرت درود سے قرب مصطفی ﷺ حاصل ہوتا ہے۔

حافظ محمد عمران صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ ٹوتھ پیسٹ، برش وغیرہ سے سخت نفرت کرتے تھے اور مسواک کی ہر کسی کو ترغیب دیا کرتے تھے اور مسواک سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت ان کی جیب میں مسواک ہوا کرتی تھی۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک ضرور کرتے تھے مجھے بھی اکثر اوقات مسواک کی ترغیب دیتے اور برش اور ٹوتھ پیسٹ سے منع کرتے۔ ان کی دی ہوئی مسواکیں اب بھی میرے پاس موجود ہیں اور میں بھی ان کی ترغیب سے اب مسواک ہی پسند کرتا ہوں۔

راقم الحروف ایک دفعہ آپ کے پاس آپ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا ایک شخص جو کہ داڑھی مونڈھا تھا وہ آیا سوالات پوچھنے لگا۔ وہ سوال کرتا آپ اسے جوابات دیتے آخر میں جب وہ جانے لگا تو آپ نے فرمایا: بھئی آپ نے اتنے سوال کئے ہیں لیکن ایک سوال نہیں کیا؟ وہ حیران ہو کر کہنے لگا وہ کون سا سوال ہے جو میں نے کرنا تھا لیکن نہیں کیا اور اس کا آپ کو پتا ہے؟ تو قاری صاحب اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہنے لگے کہ اس کے متعلق سوال؟

سائل کو داڑھی کی رغبت دلانے کا یہ بڑا بہترین انداز و طریقہ تھا جس سے وہ شخص بھی اور راقم ہم دونوں متاثر ہوئے۔

قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھانجا شہزادہ خرم بیان کرتا ہے کہ میں داڑھی کے فیشن بنوایا کرتا تھا۔ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیکھ لیتے تو سختی اور ڈانٹ کر منع کیا کرتے تھے اور فرماتے پہلی بات تو یہ ہے کہ داڑھی سنت مصطفی ﷺ ہے اس کو چہرے پر سجاؤ اگر تم نے نہیں رکھنی تو اس کے ساتھ مذاق تو بند کرو ورنہ میرے سامنے مت آیا کرو۔ یہ بات خرم صاحب نے مجھے دیئے گئے انٹرویو میں بتائی اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ جب میں پینٹ شرٹ گھر میں پہنتا دیکھ لیتے تو کہتے یہ تم نے کونسا انگریزوں والا لباس پہنا ہوا ہے۔ یہ لباس مت پہنا کرو شلوار اور قمیض کا استعمال کیا کرو۔ میں نے کہا میرے پاس تو یہی لباس ہے شلوار قمیض تو ہے ہی نہیں چند دنوں بعد دو تین سوٹ سلوا کر دیئے اور

کہنے لگے کہ اب یہ پہنا کرو۔

حافظ محمد عمران صاحب نے بیان کیا کہ: قاری صاحب کالے رنگ کے جوتے، کالے رنگ کے لباس اور کالے رنگ کے موزے نہ تو خود پہنتے تھے اور اگر کبھی مجھے دیکھتے تو سختی سے منع کرتے کہ کالا جوتا، کالا لباس اور کالے موزے نہ پہنا کرو۔ اور اسی طرح گھر میں تصویریں لگانے آویزاں کرنے سے بھی منع ہی کیا کرتے تھے۔

حافظ محمد عمران صاحب ہی فرماتے ہیں کہ: جب میری شادی کے دنوں کا تقرر ہوا تو سختی سے فرمانے لگے بارات کے ساتھ کوئی ڈھول، بینڈ باجے وغیرہ نہیں آنے چاہئیں۔ نکاح سے قبل جو لڑکے اور لڑکی کو اکٹھے بٹھاتے ہیں اس کی بھی خوب تردید ہی کی اور مکمل سادگی اور شریعت کے قوانین کے مطابق ہمارا نکاح عمل میں لایا گیا۔

غریب پروری کا عالم

اللہ تعالیٰ نے قبلہ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو دردمند دل عطا کیا ہوا تھا۔ ضعیفوں، محتاجوں اور بے کسوں کی تکالیف کا درد اپنے سینے میں محسوس فرماتے تھے۔ اپنے آبائی گاؤں مہیس شمالی سے اپنے محلہ اور شہر، یا ان علاقوں سے جہاں جہاں سے طالبات مدرسہ میں آتی ہیں اگر کوئی شناسا کوئی حاجت یا مشکل لے کر آتا تو آپ اس کی حاجت برآری میں حتی المقدور کوشش فرماتے۔ اگر کسی محکمہ میں کام ہوتا تو کسی نہ کسی واسطے سے اس کا معاملہ حل کروانے کی پوری کوشش فرماتے۔

اپنے اعزہ واقرباء میں سے اگر کسی کو ضرورت مند دیکھتے تو قبل اس کے وہ آپ سے سوال کرتا۔ آپ خود اس کی مدد کر دیتے، اپنے پورے خاندان کی ضرورتوں پر نظر رکھتے۔ اگر آپ کا کوئی عقیدت مند محتاج ہوتا، تو اس سے نذرانہ وصول کرنے کی بجائے اپنی جیب سے اُس کی مدد کر دیتے تھے۔ آج کے دور میں اس سیرت وکردار اور دردمند دل کے مالک لوگ بہت کم رہتے جاتے ہیں۔ اگر مریض اپنی بیماری کے سلسلہ میں علاج کی خاطر آپ سے مدد چاہتا تو آپ متعلقہ ہسپتال میں اس کے داخلے کا بندوبست کرتے۔

ڈاکٹر محمد ندیم رضوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ: محلہ میں اگر کوئی غریب بیمار ہو جاتا مجھے فون کر کے مکمل صورتحال سے آگاہ کرتے اور اگر صورتحال کچھ نارمل نہ ہوتی تو مجھے اس مریض کے گھر بلا لیتے۔ اس کا چیک اپ کرواتے اور اس مریض کے مکمل اخراجات چیک اپ سے لیکر

آخری دوائی تک خود برداشت کرتے تھے۔ اگر کسی مریض کی صورتحال خراب ہوتی تو مجھ سے مشورہ کرتے اور پوچھتے اس کا یہاں سے ہی مسئلہ حل ہو جائے گا یا فیصل آباد لے جانا پڑے گا۔ اگر فیصل آباد لے جانا پڑتا تو ایمبولینس خود کروا کے دیتے اور مکمل دوائیوں، ٹیسٹوں کے اخراجات خود برداشت کرتے جب تک وہ مریض کلی طور پر صحت یاب نہ ہو جاتا۔ روزانہ اس کے گھر جا کر یا فون پہ اس کا حال پوچھتے اور گھر والوں کو خوب تسلی دیتے۔ آپ نے پریشان نہیں ہونا کوئی بھی مسئلہ ہو مجھے بتائیں۔ ان شاء اللہ میں حل کرنے کی پوری کوشش کروں گا اور یہ صرف دعوے ہی نہیں بلکہ عمل کی حد تک ہوتا تھا۔

ڈاکٹر محمد ندیم رضوی صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ سانگلہ ہل کے مضافاتی گاؤں ہنجلی کے ایک سید زادے کو ریڑھ کی ہڈی کا مسئلہ تھا۔ اُس کا چیک اپ وقت پر کرواتے، دوائی وقت پر پہنچاتے اور اس کا مکمل علاج معالجہ کروایا۔ آخر میں اللہ تعالی نے اس کو صحت یابی عطا فرمائی۔ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس کی صحت یابی کی خبر سن کر بہت زیادہ خوش ہوئے اور اللہ تعالی کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔

محترم محمد اشفاق احمد رضوی صاحب نے بیان کیا کہ: محلہ احمد آباد سانگلہ ہل کی ایک سید زادی جو کہ بیوہ تھیں، قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ ان کی خدمت نذرانہ وہدیہ کی صورت میں بہت زیادہ کیا کرتے۔

فوجی محمد افضل صاحب جو کہ قاری صاحب کے گھر کے قریب ہی رہتے ہیں ان کا فرمانا ہے کہ 2004ء میں میرا ایکسیڈنٹ ہوا اس کی مکمل ٹریٹ مینٹ قاری صاحب نے ہی کروائی، چیک اپ دوائیاں اور ڈاکٹروں کی فیسیں سب وہی ادا کرتے رہے۔ بدقسمتی سے 2010ء کو میرے پیٹ پر پکندر پھوڑا نکل آیا۔ لاہور سی ایم ایچ ہسپتال میں آپریشن کا فیصلہ ہوا۔ قاری صاحب نے ایمبولینس کروا کے دی اور باقی تمام اخراجات کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی۔ مجھے کہنے لگے فوجی صاحب! آپ نے پریشان نہیں ہونا جو بھی پریشانی ہو ایک بار مجھے ضرور اطلاع کیجئے گا۔ آپریشن ہوا مکمل خرچہ قاری صاحب نے ہی اٹھایا۔ اور فون پر مسلسل رابطے میں رہے اکثر پوچھتے پیسوں کی یا کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتا دینا۔ میں انشاء اللہ بندوبست کر دیا کرونگا۔ میرے اب تک پانچ آپریشن ہو چکے ہیں لیکن میں نے اپنی جیب سے ایک روپیہ بھی نہیں لگایا۔ ہر مہینے دو مہینے بعد چیک اپ کیلئے لاہور جانا پڑتا تھا۔ قاری صاحب نے مجھے کہہ رکھا تھا جب چیک

اپ کیلئے لاہور جانا ہو تو ایک دو دن قبل مجھے آپ نے پتا دینا ہے۔ بندوبست ہو جایا کرے گا۔ روزانہ جامعہ جاتے آتے میرا حال پوچھتے رہتے تھے۔ جب میں بتاتا قاری صاحب! کل یا پرسوں لاہور چیک اپ کیلئے جانا ہے۔ مجھے فون کر کے کہتے آج میں آؤں گا۔ رات دس یا گیارہ بجے آکر ناخنوں سے دروازہ کھٹکھٹاتے میں کھولتا تو میرے ساتھ سلام دعا کرتے اور میرے ہاتھ میں چیک اپ، دوائیوں اور کرایہ کا خرچہ دے کر فوراً چلے جاتے۔ اکثر ان کی تیمارداری یا خدمت گزاری کا وقت یہ ہوتا یعنی یا تو صبح کی نماز پڑھانے سے قبل گھر سے سیدھے میرے پاس آتے تھوڑی دیر بیٹھتے تسلی دیتے کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو پوچھ کر پھر جا کر نماز پڑھاتے۔ پھر عشاء کی نماز کے بعد تقریباً دس بجے کے قریب آتے۔ حسب سابق دروازہ کھٹکھٹاتے اور وہ چیز مجھے دیتے اور چلے جاتے۔ دروازہ اتنا آہستہ کھٹکھٹاتے کہ میرے گھر والوں تک کو علم نہ ہونے دیتے۔ میری انہوں نے اس انداز سے خدمت کی ہے کہ میرے گھر والوں نے بھی نہیں کی۔ میں مس کال دیتا تو فوراً بیک کال کرتے اور خیریت و حال پوچھتے۔ قاری صاحب نے 2010ء سے لے کر 2017ء اپنے وصال تک اس انداز سے میری خدمت کی کہ میرے محلہ داروں، ہمسایوں تو درکنار اکثر اوقات میرے گھر والوں کو بھی علم نہیں ہونے دیتے تھے۔

فوجی صاحب نے ہی بیان کیا کہ جب پہلی بار میرا لاہور CMH ہسپتال میں آپریشن تھا پیچھے میرے بیٹے عبدالرحمٰن پر ٹی۔ بی نے سخت حملہ کیا۔ میرے بچے کو لیکر فیصل آباد تک گئے۔ علاج میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن وہ جانبر نہ ہو سکا اور اللہ تعالیٰ کو پیارا ہو گیا۔

فوجی صاحب کی اہلیہ محترمہ نے اپنے جذبات کا اظہار کچھ یوں کیا۔ قاری صاحب ولی تھے اللہ رسول کو راضی رکھا سب اہل محلّہ کو خوش رکھا۔ جس دن ان کا وصال ہوا محلّہ پر سکتہ کا عالم تھا ہر کوئی رو رہا تھا کیونکہ اگر قاری صاحب اہل محلّہ سے پیار و محبت کرتے تھے تو اہل محلّہ بھی ان سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ میرے ابو، امی فوت ہوئے، بیٹا عبدالرحمٰن فوت ہوا مگر جتنا دکھ اور افسوس مجھے قاری صاحب کے وصال پر ہوا ان تینوں پر بھی نہیں ہوا ہوگا!

کسی شاعر نے کہا ہے

ہستیاں جن کو زمین نے ہے بہت پیار دیا
آسماں کو بھی محبوب ہوئی جاتی ہیں

ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک

اللہ تعالی نے قرآن پاک میں ماں باپ کی طرح پڑوسیوں کے ساتھ بھی احسان کا حکم دیا ہے۔(پارہ:۵ سورۃ النساء، آیت:۳۶)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما زال جبريل يو صيني بالجار حتى ظننت انه سيور ثه۔

ترجمہ: جبرائیل علیہ السلام ہمسائے کے حق میں مجھے برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں خیال کرنے لگا کہ وہ اس کو وارث قرار دے دیں گے"۔

(البخاری: الصحيح، كتاب الادب، باب: الوصاة بالجار، رقم الحديث: ۶۰۱۴

صفحه ۱۰۵۲ مطبوعه دار السلام للنشر والتوزيع الرياض)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خير الجيران عند الله خير هم لجاره

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین ہمسایہ وہ ہے جو اپنے ہمسایہ کیلئے بہتر ہو۔

(البخاری: الادب المفرد، باب: خير الجيران، رقم الحديث: ۱۱۵

صفحه ۵۳، مطبوعه قديمی كتب خانه مقابل آرام باغ كراچی)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے دو پڑوسی ہیں کون سے پڑوسی کی طرف (پہلے) ہدیہ بھیجا کرو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الى اقربهما منك بابا۔

ترجمہ: جس کا دروازہ تجھ سے زیادہ قریب ہو، اس کی طرف پہلے ہدیہ بھیجا کرو۔

(البخاری:الصحيح، كتاب الادب، باب: حق الجوار فی قرب الابواب،

رقم الحديث:۶۰۲۰ صفحه ۱۰۵۲، مطبوعه دار السلام للنشر و التوزيع الرياض)

قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ ان احادیث مبارکہ پر پورے پورے عامل تھے اور بس یہیں تک نہیں کہ خود عمل کر لیا بلکہ مسجد و جامعہ میں ہمسائیوں سے حسن سلوک، صلہ رحمی اور ان کے حقوق کیا ہیں ان موضوعات پر اکثر دروس بھی دیا کرتے تھے۔

قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہمسایہ (جن کے گھر اور قاری صاحب کے گھر کی دیوار بھی سانجھی اور دروازے بالکل ساتھ ساتھ ہیں) وہ جناب سید اعجاز حسین شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ: جب ہمارے محلہ اسلام پورہ میں گیس آئی تو قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے گیس میٹر لگوایا اور میں نہ لگوا سکا۔ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے میٹر لگوا کر مجھے بلایا اور کہنے لگے شاہ جی آپ نے میٹر کیوں نہیں لگوایا؟ میں نے بتایا کہ قاری صاحب! حالات کچھ اجازت نہیں دے رہے تھے بس یہ کہنے کی دیر تھی کہ شہر گئے مکمل سامان لائے اور کہنے لگے شاہ جی آپ کے ہاں گیس کا کنکشن پہلے لگے گا اور میرے ہاں بعد میں اور پھر ایسا ہی ہوا۔ انہوں نے پہلے گیس کا کنکشن ہمارا لگوایا اور بعد میں اپنا لگوایا۔ میں نے کہا قاری صاحب آپ نے ہمارے لئے اتنی تکلیف کیوں کی ہے؟

کہنے لگے شاہ جی کیوں نہ کرتا آپ سے تو میرا دو طرح کا محبت کا تعلق ہے ایک تو آپ سید ہیں اور دوسرے میرے ہمسائے بھی ہیں۔ اگر میرے گھر گیس کا کنکشن پہلے لگتا تو قیامت کے دن سرکار کریم ﷺ مجھ سے پوچھ لیتے تمہارے ہمسایہ کے ہاں تو گیس کا کنکشن نہ لگ سکا اور وہ بھی میری اولاد کے ہاں اور تم نے لگوا لیا تو میں کیا جواب دیتا۔ میں آپ کی اس گفتگو کو سن کر بہت متاثر ہوا۔

اگر کسی ہمسائے کو کچھ تکلیف یا پریشانی ہوتی تو فوراً حل کرتے۔ جناب سید اعجاز حسین شاہ صاحب بیان کرتے ہیں ایک دفعہ مجھے دس ہزار کی اشد ضرورت تھی۔ میں نے قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے اظہار کیا اُس وقت تو خاموش ہو گئے شام کو میرے ہاں بیٹھک میں آئے۔ بیٹھے کچھ دیر باتیں ہوئیں اور پھر کہنے لگے شاہ جی اللہ کا ایک بندہ آپ کو نذرانہ پیش کرنا چاہتا ہے اور پھر وہ دس ہزار نکال کر میرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا قبول کریں۔ میں نے بڑا کہا لیکن قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی محبت کے سامنے میری ایک بھی نہ چلی۔ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہا شاہ جی اگر ہم نے آپ کی خدمت ہی نہیں کرنی تو اور کس نے کرنی ہے۔

سید صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ 2000ء میں جب میں نے قربانی کی تو کھال قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو دی نہ لیتے تھے۔ میں نے کہا قاری صاحب دوسری مساجد کے اماموں کو لوگ کھالیں دیتے ہیں اس بار ہم بھی کھالیں آپ کو دیں گے۔ میرے اصرار کے سامنے اُن کی ایک نہ چلی۔ اُس وقت تو رکھ لی کچھ دنوں بعد آئے فرمانے لگے۔ شاہ جی اس بار کھالوں کا ریٹ مندا ہی رہا اور پھر اپنی جیب سے 2700 روپے نکال کر مجھے دیئے۔ میں نے کہا یہ کس چیز کے ہیں کہنے لگے۔ اُسی کھال کے میں نے کہا وہ تو میں نے آپ کو ہی دی تھی کہنے لگے شاہ جی یہ آپ کے پیسے

ہیں مجھے نہیں لگتے۔ میں نے کہا پھر ان کا کیا کیا جائے تو فرمانے لگے محلہ میں کسی ہمسایہ کو جو کہ غریب ہو اُس کو دے دیں۔ میں نے کہا تو پھر یہ کام آپ خود کریں تو انہوں نے دیگر کھالوں کے اور میری قربانی کی کھال کی رقم تمام ہمسائیوں میں تقسیم کردی جن کو وہ رقم شرعاً لگتی تھی۔

جناب سید اعجاز حسین شاہ صاحب ہی نے بتایا کہ ہمارے گھر میں ایک جامن کا درخت ہے جو کہ آدھا قاری صاحب کے گھر کی طرف جھکا ہوا ہے۔ جب جامن پکتے بچے اگر کچھ جامن توڑ لیتے یا چھڑی وغیرہ سے جامن جھاڑ لیتے تو ان سے ناراض ہوتے اور کہتے آپ کی ان حرکات کی وجہ سے اگر ہمسائے تکلیف محسوس کرتے ہوں تو پھر حالانکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا یدخل الجنة من لا یا من جارہ بوائقه۔

ترجمہ: وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کی بری حرکات سے محفوظ نہ ہو۔

(المسلم: الصحیح، کتاب الایمان، باب:بیان تحریم ایذاء الجبار، رقم الحدیث: ۱۷۲، صفحہ ۴۱، مطبوعہ دار السلام للنشرو التوزیع الریاض)

جب مجھے اس بات کا علم ہوا تو میں نے قاری صاحب سے کہا: جامن کے درخت کا جو حصہ آپ کے گھر کی طرف جھکا ہوا ہے۔ وہ آج سے آپ کا ہوا ہے۔ آپ چاہے تو توڑ توڑ کر اتاریں یا جھاڑ کر یہ آپ کی صواب دید ہے۔

علماء وطلباء سے حسن سلوک

قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا علماء وطلباء سے حسن سلوک بھی دیدنی تھا۔ علماء کرام کی اپنے گھر اکثر دعوت کرتے ان کو اچھے اچھے کھانے کھلاتے اور واپسی پر خصوصی نذرانے وہدیے پیش کر کے رخصت کرتے۔ علماء کرام سے محبت کا عالم یہ تھا کہ محترم ڈاکٹر محمد ندیم رضوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ: ایک دن مجھے فرمانے لگے ڈاکٹر صاحب میرا دل کرتا ہے کہ اس بار گیارہویں شریف کے جلوس میں استاذ العلماء والمدرسین، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ذوالفقار علی رضوی دامت برکاتھم العالیہ کیلئے جیپ کا بندوبست کیا جائے۔ وہ جیپ میں بیٹھ کر اس بار جلوس کی قیادت فرمائیں۔ پھر یہ عملاً بھی ایسے ہی ہوا کہ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے مفتی صاحب کیلئے جیپ کا بندوبست کیا اور اس بار مفتی صاحب نے گیارہویں شریف کے جلوس کی قیادت جیپ میں بیٹھ کر کی۔ اس کے تمام اخراجات قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی جیب سے ادا کیے۔

مجاہد اہلسنت حضرت مولانا محمد شاہد رضا قادری رضوی صاحب (آف سرگودھا) بیان

کرتے ہیں جب مکتبۃ المدینہ پر کوئی نئی کتاب آتی فون کرتے اور پوچھنے کا انداز بھی بڑا نرالا ہی ہوتا تھا۔ پوچھتے حضرت آپ کے پاس فلاں کتاب ہے اگر میں کہتا نہیں ہے تو خرید کر رکھ لیتے جب سانگلہ ہل جانا ہوتا پیش کر دیتے۔ اسی طرح کئی اور علماء کرام سے بھی پوچھ لیتے اور پھر کسی طالب علم کو بھیج کر اس عالم دین کے گھر کتب پہنچا دیا کرتے تھے۔ آپ کا یہ معمول صرف علماء کرام تک ہی محدود نہ تھا بلکہ طلباء سے بھی حسن سلوک کا کچھ یہی انداز ہوتا تھا۔

راقم الحروف نے جن دنوں ماہنامہ اہلسنت گجرات میں مستقل طور پر لکھنا شروع کیا تو اکثر فون کر کے فرماتے میں نے آپ کا پورا مضمون پڑھا اور مجھے بہت پسند آیا ہے۔ شاید نہیں بلکہ یقیناً یہ آپ کا راقم کا حوصلہ بڑھانے کا اک خوبصورت انداز تھا۔ دسمبر 2014ء بمطابق صفر المظفر 1436ھ میں ماہنامہ اہلسنت گجرات میں راقم کا مضمون بعنوان ''شانِ اعلیٰ حضرت دیو بندی علماء کے قلم سے!'' اور اکتوبر نومبر 2015 میں۔ ''مقام رضا بزبان مخالفین رضا'' دو قسطوں میں شائع ہوئے۔ پڑھ کر اتنے خوش ہوئے کہ کئی عدد رسالے منگوا کر جامعہ کی معلمات و طالبات میں فری تقسیم بھی کئے اور مجھے فون کیا فرمانے لگے آپ کے ان مضامین کو پڑھ کر جامعہ کی تین طالبات نے اُن طالبات کو جو گمراہی میں دھنسنے والی تھیں راہ حق پر لانے میں کامیاب ہوئی ہیں۔ راقم نے شکرانے کے نوافل ادا فرمائے، مجھے فرمانے لگے اب آپ نے سانگلہ کب آنا ہے؟ راقم نے عرض کیا چند دنوں تک آنے کا ارادہ ہے فرمانے لگے جب آؤ تو مجھے ضرور مل کر جانا میں نے ہاں کر دی۔ ڈھیروں دعاؤں سے نوازا اگلی دفعہ جب ان کے گھر میری ان سے ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے آپ کے پاس فتاویٰ رضویہ شریف موجود ہے۔ میں نے عرض کیا: نہیں تو فرمانے لگے اُس کی کبھی ضرورت ہی پیش نہیں آئی یا پھر کوئی اور وجہ ہے؟ میں نے عرض کیا۔ حضرت! فتاویٰ رضویہ شریف کی ضرورت کس کو نہ ہوگی؟ ضرورت تو ہے لیکن وسائل کی کمی کی وجہ سے خریدنے سے اب تک قاصر رہا ہوں۔ قاری صاحب اٹھے اپنی الماری سے فتاویٰ رضویہ شریف جو کہ ابھی انہوں نے چند ماہ قبل ہی۔ خریدا تھا نکال کر مجھے عطاء کر دیا۔ میں نے کافی کہا حضرت! آپ کو اس کی زیادہ ضرورت ہے۔ ان شاء اللہ میں خرید لوں گا۔ فرمانے لگے جس دن میں نے فون کیا تھا اس دن ہی میں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ فتاویٰ رضویہ شریف میں تمہیں بطور انعام دوں گا۔ لیکن یہ پوچھا میں نے اس لئے ہے کہ شاید فتاویٰ رضویہ شریف پہلے ہی تمہارے پاس موجود ہو۔

اسی طرح جب فون کرتے اکثر پوچھا کرتے تھے کہ کسی کتاب کی ضرورت تو نہیں اگر

ضرورت ہوتی تو فوراً منگوا دیتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ان کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں درجہ قبولیت عطا فرمائے اور انہیں اس کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین

جب ''خطبات شیر اہلسنت'' شائع ہوئے تو بھی بہت خوش ہوئے۔ راقم سے 30 نسخے قیمتاً منگوا کر جامعہ کی معلمات وطالبات میں تقسیم کیے۔ صاحبزادہ محمد علی حسن رضوی صاحب نے بیان کیا کہ: قاری صاحب متبع شریعت اور شریف النفس انسان تھے۔ پورے علاقہ کے لوگوں کو اپنی بہو بیٹیوں کو جامعہ کے پروگراموں میں بھرپور شرکت کیلئے بھیجنا آپ کی شرافت کی اعلیٰ دلیل ہے۔ قاری صاحب دین کے خادموں، علماء وطلباء سے گہری محبت کرتے تھے۔ انکی خدمت نقدی وتحفہ کی صورت میں بھی کرتے تھے۔ قاری صاحب جیسے لوگ مائیں روز جنم نہیں دیتیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

خوف خدا

قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ذات میں خوف خدا بھی بہت زیادہ پایا جاتا تھا۔ اس پر صرف دو مثالیں ایک ابتدائی دور کی اور ایک بالکل زندگی کے آخری ایام کی پیش خدمت ہیں۔ جن کا مطالعہ کر کے قارئین قاری صاحب کے خوف خدا کو بہت ہی قریب سے محسوس کر سکتے ہیں۔ قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ: میرا بیٹا حبیب جب ایف اے کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کر چکا تو گورنمنٹ کی طرف سے اُس کا بطور ٹیچر پرائمری سکول میں تقرر ہوا مگر اُس نے یہ کہہ کر گورنمنٹ کی تنخواہوں میں اکثر سود کی رقم شامل ہوتی ہے۔ رشوت وغیرہ جیسی بیماریاں عام پائی جاتی ہیں۔ گورنمنٹ کی نوکری کرنے سے انکار کر دیا۔

قارئین! جس دور میں اور جب لوگ گورنمنٹ کی نوکریاں حاصل کرنے کیلئے لاکھوں روپے رشوت میں اُڑا دیتے ہوں۔ اس ماحول میں گورنمنٹ کی نوکری صرف اللہ رب العزت کے خوف سے اور اس کی معصیت ونافرمانی سے بچنے کیلئے گورنمنٹ نوکری کو لات مار دینا واقعی انسان کے خوف خدا کی اعلیٰ دلیل ہے۔

محترم حافظ محمد عمران صاحب نے راقم کو دیئے گئے انٹرویو میں بتایا کہ: آپ کے وصال سے چار یا پانچ روز قبل میں نے نیا موبائل خریدا، دیکھ کر پوچھنے لگے آپ کے پاس تو پہلے موبائل موجود تھا پھر نیا موبائل خریدنے کی کیا ضرورت محسوس ہوئی۔ میں نے عرض کیا پہلا میں نے بیچ دیا

ہے پوچھنے لگے کتنے کا خریدا تھا میں نے عرض کیا۔ 7 ہزار کا فرمایا بیچا کتنے کا ہے میں نے عرض کیا 12 ہزار کا، فرمانے لگے دیکھو آپ نے سات ہزار کا خریدا پھر اس کو اتنی دیر استعمال کیا۔ تمہیں چاہیے تھا کہ چھ ہزار میں بیچتے یا پھر ساڑھے چھ ہزار میں بیچتے یا پھر حد سات ہزار کا بیچتے تم نے تو پورے بارہ ہزار کا ہی بیچ ڈالا۔ دیکھو وہ جس کو آپ نے بیچا وہ آپ کا مسلمان بھائی ہے۔ اُس سے یہ زیادتی ہوئی ہے آپ کو اس سے یوں زیادتی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ پتا نہیں اُس کے گھر کے معاملات کیسے چل رہے ہیں۔ فرمانے لگے میرا تو آپ کو مشورہ ہے۔ اُس کو بقیہ پانچ ہزار واپس کر دو دیکھنا وہ آپ کو جو دل سے دعا دے گا وہ تمہیں دنیا و آخرت میں بھی کام آئے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس کا نعم البدل عطا فرمائے گا۔ دیکھنا آپ کے اس عمل سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ آپ سے کتنے خوش ہوتے ہیں۔

حافظ صاحب! کہتے ہیں کہ آپ کی ان باتوں نے اور بار بار تاکیداً کہنے نے مجھ پر خوب اثر کیا اور میں نے جب اس دکان دار کو وہ پانچ ہزار واپس کیا تو اس نے حیران ہو کر پوچھا یہ کس چیز کے ہیں۔ میں نے سب صورتحال کہہ سُنائی۔ اس کی زبان سے فوراً یہ الفاظ نکلے یقین نہیں آتا۔ اس دور میں بھی ایسے لوگ زمین پر موجود ہیں اور اس کی آنکھیں آپ کی مذکورہ باتیں سن کر نم ہو گئیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

اے خدا آسودہ جنت میں رہے وہ روح پاک
جس نے ساز زندگی میں سوز پیدا کر دیا

احترام و اکرام سادات کرام

اہل محبت و عشق کے نزدیک ہر وہ چیز قابل تعظیم ہوتی ہے جسے محبوب کے ساتھ معمولی سی نسبت بھی حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قاری صاحب سے نسبت رکھنے والی ہر شخصیت و ہستی خواہ وہ سرکار ﷺ کے والدین کریمین ہوں یا صحابہ کرام ہوں یا آپ کی اہلبیت عظام ہوں سے حد درجہ عقیدت و محبت رکھتے اور بے پناہ احترام فرماتے تو وہ آپ کے خون مبارک سادات کرام کی عزت و احترام کس انداز سے کرتے ہوں گے۔ ملاحظہ ہو

جناب سید اعجاز حسین شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ قاری صاحب نے ساڑھے پندرہ ہزار کا قربانی کیلئے بکرا خریدا اور وہاں تھوڑی دیر کیلئے ٹھہر گئے۔ جس بچے کو بکرا گھر چھوڑ کر آنے کو کہا

تھا وہ غلطی سے بکرا ہمارے گھر چھوڑ گیا۔ میرے گھر والوں نے بھی اس لئے لے کر گھر باندھ لیا کہ میں بھی اُس دن باہر بکرا خریدنے کیلئے گیا ہوا تھا۔ گھر والوں نے سمجھا شاید ہمارا بکرا ہی آیا ہے۔ جب میں گھر واپس آیا تو گھر بندھا ہوا بکرا دیکھ کر میں بڑا حیران ہوا۔ میں نے گھر والوں سے پوچھا یہ بکرا کس کا ہے۔ انہوں نے کہا آپ نے نہیں بھیجا تھا۔ میں نے کہا نہیں تو پھر مجھے خیال آیا قاری صاحب نے بکرا نہ خریدا ہو جو غلطی سے طالب علم میرے گھر چھوڑ گیا ہے۔ میں نے فوراً قاری صاحب سے رابطہ کیا۔ قاری صاحب بکرا آپ نے خریدا ہے۔ قاری صاحب نے کہا جی ہاں میں نے ہی خریدا ہے۔ بچہ غلطی سے آپ کے گھر چھوڑ گیا ہے۔ میں نے کہا آپ دروازہ کھٹکھٹا کر لے لیتے۔ آپ نے کہا بس احترام سادات ہونے کی وجہ سے دروازہ کھٹکھٹانے کو جی نہیں چاہا کہیں آپ کو برا نہ لگے میں نے کہا ویسے بکرا بچوں کو بڑا پسند آیا ہے۔ مسکرا کر کہنے لگے تو شاہ جی آپ رکھ لیں میں اور خرید لوں گا۔ میں نے کہا کتنے کا خریدا کہنے لگے ساڑھے پندرہ ہزار کا وہ بکرا ہمیں دے دیا اور خود پھر اتنا ہی بڑا بکرا ساڑھے تیئس ہزار کا خریدا کیوں کہ عیدالاضحیٰ میں ایک دو دن رہنے کی وجہ سے ریٹ کافی بڑھ چکے تھے۔ لیکن اس کے باوجود چہرے پر شکن نہیں آیا۔

محترم سید حفیظ الحسن شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ: اگر ان کے ساتھ سفر ہوتا تو سفر میں امیر قافلہ مجھے منتخب کرتے جب بھی نماز کا وقت آتا نماز بھی اصرار کر کے میری اقتداء میں ہی ادا کرتے۔ پوری زندگی میں بمشکل دو نمازیں بوجہ مجبوری پڑھائیں کیونکہ میں امامت کروا نہیں سکتا تھا۔

قریبی احباب سے حسن سلوک

قریبی احباب سے حسن سلوک بھی قابل رشک ہوتا تھا ایک دو مثالیں پیش خدمت ہیں۔

ذمہ دار مکتبۃ المدینہ جناب محمد جمیل احمد عطاری صاحب نے بیان کیا کہ: آج سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل کی بات ہے۔ میں جامع مسجد بلال محلہ احمد آباد میں صبح بچوں کو ناظرہ قرآن مجید پڑھاتا تھا کہ ان دنوں میرا موبائل گم ہو گیا۔ دوسرے دن قاری صاحب مکتبہ پر تشریف لائے تو فرمانے لگے جمیل صاحب خیریت تھی آپ کا موبائل بند جا رہا تھا۔ میں نے کہا قاری صاحب خیریت ہی ہے بس وہ موبائل گم ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ سے رابطہ نہیں ہو سکا فوراً پڑھا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور پھر استفہامیہ انداز میں فرمانے لگے۔ آپ کو موبائل کی ضرورت تو ہو گی؟ میں نے کہا انشاءاللہ جلد خرید لوں گا۔ اگلے دن آئے اور جیب سے موبائل نکال کر مجھے دیا اور کہنے لگے

خریدنے کی ضرورت نہیں آپ اس کو استعمال کریں۔آج بھی میرے پاس وہی موبائل چل رہا ہے اوران کی پل پل یاددلاتا ہے۔

محترم صاحبزادہ پیر محمد ضیاء المصطفیٰ رضوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ: مجاہد اہلسنت، حضرت مولانا محمد شاہد رضا قادری رضوی صاحب (آف سرگودھا) 27 جنوری 2017ء کو کراچی سے واپس سرگودھا آرہے تھے کہ روہڑی اسٹیشن پر قیام کے دوران موبائل چارجنگ پر لگایا لیکن اتارنے کا یاد نہ رہا اور ٹرین چل پڑی۔ ہمارا رابطہ ان سے منقطع ہوگیا اگلے دن وہ سانگلہ ہل آئے تو ہم نے وجہ پوچھی تو بتایا موبائل روہڑی اسٹیشن پر رہ گیا تھا۔قاری صاحب نے اپنی جیب سے موبائل نکالا اور اپنی سم نکال کر فوراً ان کو پیش کردیا۔محترم محمد شاہد رضوی صاحب نے بیان کیا کہ ہر سال بارہ ربیع الاول شریف کے حسین لمحات پر بارہ ربیع الاول شریف کی نسبت بارہ سو روپے اور خوشبو دیا کرتے تھے کئی بار ترجمہ کنزالایمان شریف اور بہار شریعت تحفہ میں دی۔

ڈاکٹر محمد ندیم رضوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ اکثر مجھے عمامہ شریف باندھنے کی ترغیب دیتے رہتے۔ پھر اس سال بارہ ربیع الاول شریف کے جلوس میں استعمال کرنے کیلئے سفید عمامہ شریف تحفہ میں پیش کیا جس کو جلوس میلاد النبی ﷺ کے موقع پر میں نے باندھا دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

راقم الحروف کو اسی سال جلوس میلاد النبی ﷺ میں آپ کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر آپ کے ساتھ چلنے کی سعادت حاصل رہی۔ان لمحات کو گزرے آج تقریباً اڑھائی ماہ ہونے کو ہیں مگر اب بھی محسوس ہوتا ہے جیسے کل کی بات ہے۔ بقول شاعر

ہاتھوں میں دے کر ہاتھ ابھی کل کی بات ہے
وہ چل رہے تھے ساتھ ابھی کل کی بات ہے

وہ گزرے ہوئے حسین لمحات میرے لئے لائق فخر ہیں کہ برے یا بھلے سہی مگر چند قدم یہ بھی ان کے ساتھ چلے ہیں۔

یہ فخر تو حاصل ہے برے ہیں کہ بھلے ہیں
دو چار قدم ہم بھی تیرے ساتھ چلے ہیں

جلوس جب تھانے والے چوک میں سے کمیٹی چوک کی طرف رواں دواں ہوا تو کچھ گفت وشنید بھی ہوتی رہی۔اُسی دوران قاری صاحب نے نعلین شریف کا ایک خوبصورت نقش جو کہ

ڈبیہ میں پیک تھا اور ایک شیشی عطر کی بطور تحفہ عطا کی جو کہ اُن کی یادوں کا گلشن مہکاتی رہیں گی۔

دیارِ حبیب کی حاضری

کون سا مسلمان ہے جس کے دل میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی حاضری و زیارت کا شوق نہ مچلتا ہو۔ کون ہے جس کے دل میں مہبطِ انوار الٰہیہ کی حاضری کی تڑپ نہ ہو۔

قاری صاحب بکثرت درود و سلام کا وظیفہ کرتے اور نبی کریم ﷺ سے آپ کو انتہاء درجے کا عشق اور پیار تھا۔ جب بھی سرکار کریم ﷺ کا ذکر مبارک کرتے اکثر آپ کی آنکھیں نم ہو جایا کرتی تھی۔ اور آپ کے عشق رسالت کی بہترین دلیل آپ کا دین اسلام کی خاطر زندگی کا لمحہ لمحہ بسر فرمانا ہے۔ حضور پرنور ﷺ سے محبت اور پیار ایمان کی نشانی و علامت ہے۔ قاری صاحب نبی ﷺ سے عقیدت و محبت کو اپنے لئے سرمایہ حیات و افتخار جانتے تھے اور حضور پرنور ﷺ کی شان اور آن کی خاطر دل و جان سے قربان ہونے کیلئے ہر لمحہ تیار رہتے تھے۔

محترم محمد بلال حبیب قادری صاحب جگر گوشہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب کہ اہل محلہ میں سے کوئی حج یا عمرہ شریف کی سعادت کیلئے جاتا تو مجھے ہار لانے کو کہتے جب میں وہ ہار لاتا تو سب کے گلوں میں وہ ہار پہناتے اور ان کو ''رفیق الحرمین'' اور ''رفیق المعتمرین'' پیش کرتے اور مدینہ منورہ کے آداب سمجھاتے اور بیان کرتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر

پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

اور شہنشاہ سخن برادر اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا شعر

خارِ صحرائے نبی پاؤں سے کیا کام تجھے
آ مری جاں مرے دل میں ہے رستہ تیرا

سناتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے اور ان کو رخصت کر کے گھر میں آ کر پھوٹ پھوٹ کر روتے اور عرض کرتے ''یارسول اللہ ﷺ مجھے بھی بلاؤ''

آپ کی یہ درد بھری آہیں اور فریادیں حضور ﷺ نے قبول کیں اور آپ کو 2011ء میں اپنے در اقدس کی حاضری کا شرف نصیب فرمایا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے ادب کا یہ عالم تھا کہ کبھی

بھی ایسا نہ ہوا کہ مکہ مدینہ منہ سے نکلا ہو جب بھی نام لیتے تو ''مکہ معظمہ'' اور ''مدینہ منورہ'' کہتے وہاں سے آئی ہوئی کھجور کی گٹھلی کبھی بھی نیچے نہیں پھینکی بلکہ سنبھال کر رکھتے پھینکنے کو بے ادبی سے تعبیر کرتے تھے۔

تنگ دستوں سے حسن سلوک

روز قیامت اس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ عزت بخشے گا جو شخص تنگ دست، مقروض کو مہلت دیتا تھا یا انہیں معاف کر دیتا تھا۔ حضرت سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من انظر معسرا او وضع له، اظله الله یوم القیامة تحت ظل عرشه، یوم لا ظل الا ظله۔

ترجمہ: جو تنگ دست مقروض کو مہلت دے یا اس کے قرض ہی سے کچھ چھوڑ دے۔ اُسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے تلے جگہ دے گا اور اس دن اللہ کے عرش کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔''

(الترمذی: الجامع الصحیح، ابواب البیوع، باب: ماجاء فی انظار المعسر والرفق به، رقم الحدیث: ۱۳۰۶ صفحه ۳۱۶ مطبوعه دار السلام للنشر و التوزیع الریاض)

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من احب ان یظله الله فی ظله فلینظر معسرا، اولیضع له۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ اسے (روز قیامت) عرش کا سایہ نصیب کرے اُسے چاہیے کہ وہ تنگدست مقروض کو مہلت دے یا اسے قرض معاف کر دے۔

(ابن ماجہ: السنن، کتاب الاحکام، باب: انظار المعسر، رقم الحدیث ۲۴۱۹، صفحہ ۳۳۵ مطبوعہ دار السلام للنشر و التوزیع الریاض)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مات رجل فقیل له: ما کنت تقول؟ قال: کنت ابایع الناس فاتجوز عن الموسر، و اخفف عن المعسر، فغفر له۔

قاری صاحب میں یہ وصف بھی بدرجہ اتم پایا جاتا تھا اگر کوئی تنگدست آپ سے قرض

مانگنا دے دیتے اور جلد واپس کرنے کا تقاضا بھی نہ کرتے تھے اگر محسوس کرتے کہ یہ شخص لیا گیا قرض واپس نہیں کر سکے گا تو اس کو قرض معاف کر دیا کرتے تھے اور مہلت کا عالم تو یہ ہوتا تھا کہ فرماتے جب تیرے پاس ہوں گے اُس وقت واپس دے دینا یہ کہہ کر دیا گیا قرض بھول جایا کرتے تھے اگر وہ دے دیتا تو صحیح ورنہ جلد واپس کرنے کا تقاضا مت کرتے۔

محترم حافظ محمد عمران صاحب بیان کرتے ہیں کہ: اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کو قرض دو تو واپسی کیلئے اصرار مت کرو جتنے جتنے کر کے آپ کا وہ مسلمان بھائی دے چپ کر کے لے لو اور اگر محسوس کرو کہ یہ تو زیادہ ہی غریب ہے۔ اس کیلئے واپس کرنے کیلئے پیسے نہیں ہیں اگر دے گا تو کسی اور سے قرض لے کر دے گا تو اس کو کسی اور کا مقروض بننے سے بچاتے ہوئے اس کو ویسے ہی اللہ کی رضا کیلئے معاف کر دو۔

بدمذہبوں سے نفرت

قرآن وسنت میں بدمذہبوں سے نفرت کرنے کی تعلیم ملتی ہے۔ قاری صاحب کی والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ: ایک مرتبہ گاؤں (مہیس شمالی) میں غیر اہلسنت جماعت والے آئے۔ حبیب نے اُن کے پاس بیٹھنا شروع کر دیا۔ اس کا اثر بھی یہ ہوا کہ اس نے نماز کے بعد درود شریف پڑھنا چھوڑ دیا۔ والد صاحب کو پتا چلا تو سخت ناراض ہو کر گھر سے نکال دیا۔ رات گھر سے باہر رہا صبح والد سے معافی مانگی اور توبہ کی تو والد نے گھر آنے کی اجازت دے دی۔ اکثر اپنے بچوں اور تلامذہ کو یہ واقعہ سنا کر بدمذہبوں کی صحبت کے برے اثرات سے آگاہ کیا کرتا تھا۔

ڈاکٹر محمد ندیم رضوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ قاری صاحب ہفتہ میں دو دن جامعہ میں درس دیا کرتے تھے جس میں اکثر بدمذہبوں سے بچنے کی ترغیب دلاتے ان کے برے عقائد و نظریات سنا سنا کر طالبات کے دلوں میں بدمذہبوں کی نفرت بڑھاتے تھے۔

حافظ محمد عمران صاحب بیان کرتے ہیں کہ: جب آپ کے ہاں چھوٹے بیٹے محمد مشتاق حبیب کی پیدائش ہوئی تو گھٹی کیلئے قاری صاحب کی والدہ صاحبہ کسی کی دکان سے لاعلمی کی وجہ سے بدعقیدہ کی دکان سے شہد لے آئیں تو آپ نے والدہ صاحبہ سے پوچھا کہاں سے شہد خریدا ہے تو آپ کی والدہ صاحبہ نے آپ کو بتایا کہ فلاں دکان سے خریدا ہے۔ آپ کہنے لگے امی جی وہ تو بدعقیدہ کی دکان ہے۔ میرے بیٹے کو گستاخ رسول کی دکان سے خریدے گئے شہد سے گھٹی مت دینا نحوست ہو گی اور پھر وہ شہد ضائع کر دیا گیا۔

محترم محمد اشفاق احمد رضوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ بدمذہبوں سے سخت نفرت کرتے تھے کہ کبھی کسی بدمذہب سے نہ ہاتھ ملایا اور نہ کسی بدمذہب کے جنازے میں شریک ہوئے۔ بدمذہب سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ بدمذہب کو دیکھتے ہی چہرے پر ناگواری محسوس کرتے ہوئے چہرہ پھیر لیا کرتے تھے۔

مزید یوں کہا: میں نے قاری صاحب کے ساتھ لمبا سفر صرف ایک ہی کیا جو سانگلہ ہل سے سیالکوٹ تک کا تھا۔ راستہ میں درود شریف پڑھتے اور ذکر کرتے ہی پایا۔ اگر کوئی بات کی تو وہ کی جو اچھی تھی ورنہ خاموش رہے۔ فضول گفتگو سے خود بھی پرہیز کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اسی کی ہی تلقین فرماتے تھے۔ راستے میں بھی اگر کسی بدمذہب نے سلام کہا تو اس کا جواب نہیں دیا۔

رمضان المبارک کے معمولات

رمضان المبارک کے معمولات کچھ یوں تھے

☆......سب سے پہلے وضو کر کے نماز تہجد ادا کرتے، پھر قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف ہو جاتے، اس کے بعد سحری کرتے اور سنتیں ادا کر کے اور مسجد چلے جاتے وہاں جا کر نماز فجر پڑھاتے تھے۔

☆......نماز فجر کے بعد اکثر اوقات درس دینے کا معمول تھا۔

☆......نماز اشراق پڑھ کر کبھی تو فوری آرام کیلئے لیٹ جاتے اور اکثر اوقات قرآن پاک کی تلاوت ہی فرمایا کرتے تھے۔

☆......9 بجے نہا کر جامعہ چلے جاتے، 12:00 یا 12:30 بجے واپس آ جاتے کچھ دیر آرام کرنے کے بعد پھر وضو کر کے درود شریف پڑھنے کیلئے بیٹھ جاتے یا قرآن پاک کی تلاوت کرتے یہ سلسلہ ظہر کی اذان تک جاری رہتا۔

☆......ظہر کی اذان کے بعد گھر میں سنتیں ادا کرتے اور پھر مسجد میں چلے جاتے اور نماز ظہر پڑھاتے۔

☆......رمضان المبارک میں چھوٹے بچوں کو ناظرہ قرآن مجید پڑھانے کا سلسلہ نماز ظہر کے بعد ہوتا، بچوں کو پڑھانے بیٹھ جاتے اور ساتھ خود بھی تلاوت جاری رکھتے یہ سلسلہ کبھی کبھی تو نماز عصر تک جاری رہتا لیکن اکثر اوقات نماز عصر سے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پہلے چھٹی کر دیتے۔

☆......نماز عصر کی جماعت کرواتے پھر اس کے بعد چھوٹی بچیوں کو ناظرہ قرآن مجید پڑھانے بیٹھ

جاتے اور یہ سلسلہ نماز مغرب سے آدھ پون گھنٹے پہلے ختم ہوتا۔

☆......گھر چلے جاتے بچوں اور بچیوں کو اور والدہ صاحبہ کو چٹائی پر بٹھا لیتے اور آدھے گھنٹے کی محفل کرتے جس میں تلاوت قرآن، نعت شریف پڑھنے والے کو انعام دیتے۔اس کے بعد سب کچھ جو پڑھا ہوتا تھا اس کا ایصال ثواب جمیع اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایصال ثواب کرنے کا معمول تھا۔ یہ سلسلہ بالعموم تو جمیع اُمت محمدیہ کیلئے ہوتا مگر بالخصوص اُمت محمدیہ کے اُن لوگوں کیلئے ہوتا جن کیلئے پیچھے سے کوئی دعائے مغفرت وایصال ثواب کرنے والا نہ ہوتا تھا۔

☆......افطاری اکثر اوقات میں کھجور اور پانی سے گھر میں ہی کرتے تھے۔

☆......نماز مغرب کیلئے مسجد چلے جاتے، نماز مغرب پڑھاتے اس کے بعد فوراً گھر آجاتے کھانا کھاتے اُس کے بعد والدہ کے ساتھ بیٹھ جاتے اور قرآن شریف کی تلاوت شروع کر لیتے تقریباً نماز عشاء کی اذان تک یہ سلسلہ جاری رہتا پھر سنتیں گھر میں ہی ادا کرتے اور مسجد چلے جاتے۔

☆......مسجد میں نماز عشاء پڑھاتے اور اس کے بعد جس قاری صاحب کا اہتمام کیا گیا ہوتا نماز تراویح پڑھانے کیلئے وہ نماز تراویح پڑھاتا، اس کے بعد وتر خود پڑھاتے اس کے بعد دعا ہوتی اور گھر واپس تشریف لے آتے۔

☆......کچھ کمی بیشی کے ساتھ پورا رمضان المبارک یہی سلسلہ جاری رہتا۔

☆......تقریباً پچیس سے زائد گھروں مین رمضان المبارک میں راشن لے کر پہنچاتے تھے۔

☆......دوماہی مجلّہ ''صاحب لولاک'' سانگلہ ہل بابت جون، جولائی 2016ء میں قاری صاحب کی طرف سے دیے گئے اشتہار بعنوان ''سالانہ تقاریب مقدس برائے خواتین رمضان المبارک'' سے آپ کی یہ مصروفیت اور معمول بھی سامنے آتا ہے۔اس اشتہار کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

☆......بوقت صبح 8 بجے سے دن گیارہ بجے تک بمقام جامعہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا للبنات

☆......3 رمضان المبارک یوم سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

☆......10 رمضان المبارک یوم اُم المومنین سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا

☆......17 رمضان المبارک یوم شہدائے بدر

☆......18 رمضان المبارک یوم اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

☆......21 رمضان المبارک یوم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

جمعۃ المبارک کے معمولات

قاری صاحب کے جمعۃ المبارک کے دن دیگر دنوں سے ہٹ کر یہ معمولات بھی تھے۔

☆...... جمعۃ المبارک کے دن نماز فجر کے بعد درس کی جگہ درود پاک کی مختصر محفل کرواتے جس میں سب احباب خاموشی سے بیٹھ کر اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی بارگاہ میں درود و سلام کے نذرانے پیش کرتے اور آخرت میں دعا ہوتی۔

صاحبزادہ محمد بلال حبیب قادری صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب ابو جان نے یہ سلسلہ شروع کروایا تو ایک شخص کو خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قاری صاحب کو کہنا بہت اچھی محفل ہوتی ہے اس کو جاری رکھنا"۔

☆...... جمعۃ المبارک کے دن سنت کے مطابق غسل کرتے۔ خوشبو لگاتے اگر داڑھی کا خط یا بال وغیرہ کٹوانے ہوتے تو غسل سے قبل ہی کٹوا لیتے۔

☆...... جمعۃ المبارک کے دن ناخن کاٹنے کا بھی معمول تھا۔

☆...... جب جمعۃ المبارک کی تیاری مکمل ہو جاتی تو QTV پر حجۃ الکاملین، برہان الواصلین، امام الاولیاء، حضرت سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار والی مسجد سے براہ راست ہونے والی نازش اہلسنت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد رمضان سیالوی صاحب کا خطاب کچھ دیر بیٹھ کر سُن لیتے۔

☆...... اس کے بعد اپنے بڑے صاحبزادے محمد بلال حبیب قادری صاحب کے ساتھ مرکز اہلسنت، جامع مسجد مرکزی سنی رضوی (آستانہ عالیہ شیر اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ) میں آ کر نماز جمعۃ المبارک ادا فرماتے۔

☆...... نماز جمعۃ المبارک کے بعد پڑھے جانے والے سلام رضا "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام میں" کھڑے ہو کر باادب حاضری پیش کرتے۔

☆...... راقم الحروف کئی بار ملاحظہ کر چکا ہے کہ اس کے بعد مناظر اسلام، شیر اہلسنت، خلیفہ حجۃ الاسلام، فیضان یافتہ محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عنایت قادری رضوی حامدی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار عالیہ پر حاضری اور دعا کا معمول تھا۔

☆...... پھر یہاں سے سیدھے قبرستان جاتے جہاں اپنے والد گرامی گوقدر کی قبر پر حاضری دینے کا معمول تھا اس کے مطابق وہاں حاضری دیتے اور دعا کر کے گھر آ جاتے۔

قاری صاحب کی والدہ ماجدہ بیان کرتی ہیں کہ "ہر جمعۃ المبارک کو اپنے والد اور بھائی

کی قبر پر باقاعدگی سے جایا کرتے تھے"۔ ہر جمعۃ المبارک کو والد کی قبر پر باقاعدگی سے جانا کتنا عظیم کام ہے اور باعث اجر وثواب ہے۔ ملاحظہ ہو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من زار قبر ابویه او احد هما فی کل جمعة غفر له و کتب برا

ترجمہ: جس شخص نے ہر جمعۃ المبارک کو اپنے والدین میں سے دونوں یا کسی ایک کی قبر کی زیارت کی تو اس کی بخشش کردی جاتی ہے اور اس کا نام نیکوکاروں میں لکھ دیا جاتا ہے۔

(الطبرانی: المعجم الاوسط، من اسمه محمد، رقم الحدیث: ۶۱۱۴

جلد ۴ صفحه ۳۲۱ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت، لبنان)

☆......نماز عصر کی ادائیگی سے لیکر نماز مغرب تک اپنے مصلیٰ امامت پر بیٹھ کر بغیر کسی سے بولے اور گفتگو کیے درود شریف پڑھنے کا عرصہ بارہ تیرہ سال سے مسلسل معمول تھا۔ اس دوران آپ کا موبائل بھی بند ہی ہوا کرتا تھا۔ محترم حاجی محمد امین حبیبی صاحب بیان کرتے ہیں کہ اُن کے اس عمل مبارک کا علم ہونے پر جامعہ کی کئی طالبات نے بھی یہ حسین سلسلہ آپ کی زندگی میں ہی شروع کر لیا تھا۔

روزانہ کے معمولات زندگی

قاری صاحب کے روزانہ کے معمولات کچھ ایسے ہوا کرتے تھے۔

☆......روزانہ 4:30 بجے اُٹھتے وضو کر کے نماز تہجد ادا کرتے تھے۔ نماز تہجد کی پابندی کا عالم یہ تھا کہ جس دن آپ کا وصال ہوا ہے اس دن بھی آپ نے نماز تہجد پڑھی ہوتی تھی۔

☆......اس کے بعد قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دیا کرتے تھے جو اذان فجر تک جاری رہتی۔ اذان فجر کے بعد گھر میں ہی سنتیں ادا کرتے تھے۔

☆......پھر نماز فجر کے لئے مسجد چلے جاتے، اور نماز فجر کی جماعت کرواتے تھے۔

☆......نماز فجر کی ادائیگی کے بعد اکثر درس کا معمول ہوا کرتا تھا۔

☆......پھر چھوٹے بچوں کو ناظرہ قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ آپ کے پاس ناظرہ قرآن پاک پڑھنے والے بچوں کی تعداد تقریباً 200 سو کے قریب تھی۔ یہ پڑھانے کا سلسلہ 7:45 تک جاری رہتا اس کے بعد گھر واپس آجاتے تھے۔

☆......نہاتے اور کھانا کھاتے اور اپنا سائیکل پکڑتے اور جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں پہنچ جاتے۔

☆......نماز ظہر جامعہ سے ملحقہ جامعہ مسجد تالاب والی میں ادا فرماتے تھے۔

☆...... جامعہ سے واپسی تقریباً 2:50 پر ہوا کرتی تھی۔ واپس پہنچ کر تھوڑی دیر آرام کر لیتے، اکثر اوقات دوپہر کا کھانا نہیں کھایا کرتے تھے۔

☆...... اذان عصر ہوتی اُٹھتے اور وضو کرتے سنتیں گھر میں ہی ادا کرنے کے بعد مسجد میں چلے جاتے تھے۔

☆...... مسجد میں نماز عصر کی جماعت کرواتے اور پھر چھوٹی بچیوں کو ناظرہ قرآن پاک پڑھاتے۔ بچیوں کی تعداد بھی سو کے لگ بھگ ضرور ہوا کرتی تھی۔ یہ معمول نماز مغرب سے چند منٹ قبل تک جاری رہتا تھا۔ اذان مغرب ہوتی اگر وضو تازہ کرنا ہوتا تو کر لیتے پھر نماز مغرب کی امامت کرواتے تھے۔

☆...... نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد گھر واپس چلے جاتے اور کھانا کھاتے اور پھر اگر کوئی ملنے والا آجاتا تو اس کو کھانا کھلاتے اور اس کے ساتھ اذان عشاء تک کچھ گفتگو کر لیتے تھے۔

☆...... نماز عشاء کے لئے پھر وضو کرتے سنتیں گھر میں ہی ادا کرنے کے بعد مسجد میں چلے جاتے تھے۔

☆...... مسجد میں نماز عشاء کی امامت کروانے کے بعد پھر گھر واپس چلے جاتے تھے۔ پھر رات 10:00 بجے تک دینی کتب مثلاً بہار شریعت، فتاویٰ رضویہ وغیرہ کا مطالعہ فرماتے رہتے تھے۔

☆...... 10:30 بجے سونے کا معمول ہوا کرتا تھا۔

☆...... اکثر اوقات سنتیں اور نوافل اور نماز تہجد گھر میں پڑھنے کا معمول تھا۔

اتنے سخت معمولات کے باوجود محلّہ والوں کو مکمل وقت، جامعہ کو مکمل وقت، میٹنگ میں سب سے پہلے پہنچ جانا، گھریلو معاملات کو دیکھنا، شادی، محافل، جلوس، جنازہ، ختم اور تیمارداری کیلئے بھی وقت نکال لینا سمجھ سے ماوراء ہے۔

یہی بات محترم حاجی محمد امین حبیبی صاحب نے محترم سید حفیظ الحسن شاہ صاحب سے کہی اور ساتھ کہا کہ وہ ایک بندہ ہو کر دس بندوں جتنا کام کرتا تھا۔

شاہ صاحب یہ بات سن کر رو پڑے اور فرمایا: وہ اللہ کے ولی تھے، سب معاملات کو سلجھاتے تھے اکیلے ہوتے ہوئے بادی النظر تھے۔ اتنے سارے کام کوئی صاحب ولایت شخص ہی کر سکتا ہے۔ میں ان کو بڑی قریب سے ہو کر دیکھا ہے ان کو آنکھوں میں میل تک نہ تھی۔

نقش نعلین حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت

نقش نعلین حضور سے محبت وعقیدت کا عالم یہ تھا کہ اگر جامعہ فاطمۃ الزھراء للبنات کے اس دفتر میں جائیں جہاں قاری صاحب بیٹھا کرتے تھے تو آپ کو ان کی کرسی کے اوپر دیوار پر لگے نقش نعلین حضور قاری صاحب کی کرسی پر سایہ فگن نظر آئیں گے اور اگر آپ کے گھر آجائیں تو بیٹھک میں جس صوفہ پر (بقول ان کے صاحبزادے محمد بلال حبیب قادری صاحب) بیٹھا کرتے تھے اس کے سامنے پڑی چارپائی پر بیٹھ کر ملاحظہ کریں تو نقش نعلین حضور ان کے صوفہ پر اپنے فیوض و برکات بکھیرتے نظر آئیں گے۔ اگر ان کی پگڑی (عمامہ شریف) کے اوپر کی جانب سے ملاحظہ کریں تو اس میں آپ کو نقش نعلین حضور ملے گا جو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ قاری صاحب ہر وقت نقش نعلین حضور کے سائے میں ہی رہا کرتے تھے۔ اگر ان کی سامنے والی جیب سے شجرہ شریف والی کاپی دیکھیں تو اس میں بھی سجا نقش نعلین حضور قاری صاحب کے قلب اطہر پر حکمرانی کرتا آپ کو نظر آئے گا۔ اسی طرح ان کو زندگی کے آخری گیارہویں شریف کے جلوس میں دیکھیں تو ان کے سر پر سجے سفید رنگ کے عمامہ شریف پر سنہری رنگ کا نقش نعلین حضور ان کی نقش نعلین حضور سے محبت و عقیدت کا اعلان کرتا نظر آتا ہے۔

حافظ محمد عمران صاحب بیان کرتے ہیں کہ: ربیع الاول شریف میں جب میں آپ کے ہاں آتا تو کافی مقدار میں گنبد خضری شریف اور نقش نعلین حضور دیتے اور فرماتے کے اپنے علاقے میں تقسیم کر دینا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو یہ دوسرے مسلمان بھائیوں تک پہنچانے کا اجر بھی ضرور ملے گا۔

حافظ صاحب نے ہی بیان کیا کہ شادی کے بعد جب ہمارے گھر آئے ہمارے کمرے میں لگی تصویریں دیکھ کر برہم ہوئے اور تصویریں اتارنے کو کہا ہم نے وہ تصویریں اتار دیں اور فرمانے لگے اگر تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بیٹا چاہتے ہو تو آئندہ جب سانگلہ آؤ گے تو میں تمہیں نعلین پاک کے عکس دوں گا وہ آپ نے اپنے گھر میں لگا دینے ہیں۔ انشاء اللہ آپ کو نعلین پاک کے عکس و نقوش کی برکتوں اور رحمتوں سے اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرمائے گا۔ ہم نے ان سے لیکر گھر نعلین پاک کے عکس لگا دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے بیٹا ہی عطا فرمایا۔

موئے مبارک سے محبت وعقیدت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی کریم ﷺ کے تبرکات کو حاصل کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں جانے دیتے تھے۔ جس چیز کو بھی آپ سے نسبت ہو جاتی اسے وہ دنیا و مافیہا سے عزیز تر جانتے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے خود اپنے عمل سے صحابہ کرام کے اندر یہ شعور بیدار کر دیا تھا کہ وہ آپ کے آثار و تبرکات کو محفوظ رکھتے اور ان کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے اور ان سے برکت حاصل کرتے۔

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے مقام جمرہ پر کنکریاں ماریں اور اپنے حصہ کی قربانی کر لی تو آپ نے سرانور کا دایاں حصہ حجام کے سامنے کر دیا۔ اس نے بال مبارک مونڈ دیئے پھر آپ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو وہ موئے مبارک عطا فرمائے۔ اس کے بعد حجام کے سامنے بائیں جانب کی اور فرمایا: یہ بھی مونڈ و اس نے اس طرف کے بال مبارک بھی مونڈ دیئے۔ آپ نے وہ بال بھی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائے اور فرمایا: اقسمہ بین الناس ”یہ موئے لوگوں میں تقسیم کر دو“۔

(المسلم: الصحیح، کتاب الحج، باب: بیان ان السنتہ یوم النحران یرمی ثم ینحر ثم یحلق و الابتداء فی الحلق بالجانب الایمن من راس المحلوق، رقم الحدیث: ۳۱۵۵، ۵۴۸ مطبوعہ دار السلام للنشرو التوزیع الریاض)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ والحلاق یحلقہ و اطاف بہ اصحابہ، فما یریدون ان تقع شعرۃ الا فی یدر جل کراس کی زیارت کا شرف بھی بخشا تھا۔ فرمانے لگے وہ موم مین ہے میں چاہتا ہوں میں ان کو کستوری میں رکھوں۔ آپ نے مجھے سب سے اعلیٰ قسم کی کستوری لا کر دینی ہے میں نے عرض کیا ان شاء اللہ جب بھی لاہور چکر لگتا ہے میں لے آؤں گا۔ چند دنوں بعد میں وہ کستوری لے آیا پھر وہ کستوری لینے کیلئے مکتبہ پر تشریف لائے۔ میں نے کستوری پیش کی بہت خوش ہوئے فرمانے لگے اب مزا آیا کرے گا۔ جب بھی موئے مبارک کی زیارت کیلئے غلاف کھولا کروں گا تو خوشبو کے ہلّے بھی آیا کریں گے۔ میں ان کا سرکار کریم ﷺ کے موئے مبارک کے ساتھ عشق دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔

صاحبزادہ محمد علی حسن رضوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ علماء بیان کرتے ہیں کہ درود شریف کی کثرت موئے مبارک کی غذا ہے۔ قاری صاحب موئے مبارک کے پاس بیٹھ کر کس قدر درود و سلام پڑھتے تھے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ابھی ان کے پاس موئے

مبارک کی تشریف آوری کو چار پانچ ماہ ہی ہوئے ہوں گے کہ میں نے زیارت کی تو اس موئے مبارک کی پانچ شاخیں نکلی ہوئی تھیں۔ راقم بیان کرتا ہے کہ درود وسلام سے قاری صاحب کے عشق و محبت کا عالم اور نظارہ ہر کوئی شخص ان کی مسجد میں جا کر کر سکتا ہے۔ 2002ء میں مسجد کی نئی تعمیر قاری صاحب کی نگرانی میں ہوئی۔ آپ نے مسجد کی پیشانی پر درود وسلام کے صیغے اتنے خوبصورت خط اور جلی حروف میں ٹائل پر لکھوا کر لگوائے ہیں جو کہ ان کی درود وسلام سے محبت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

قاری صاحب کے جگر گوشہ محمد بلال حبیب قادری صاحب نے بیان کیا کہ جب کبھی بہت پریشان ہوتے تو موئے مبارک کو کھول کر ان کی زیارت کرتے تھے۔ یہ آپ کا پوری زندگی معمول رہا۔

مخالف کی گواہی

محترم محمد شاہد رضوی صاحب نے بیان کیا کہ قاری صاحب کی وفات پر ''مرکزی جمعیت اہلحدیث تحصیل سانگلہ ہل'' کے سابق امیر محمد احمر نے کہا کہ ''سب معاملات کا تو مجھے علم نہیں لیکن نمازی بڑے پکے تھے اور اپنے مسلک پر بڑا عبور رکھنے والے اور غیور قسم کے متصلب سنی تھے۔ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت اچھے انسان تھے۔ ان کی وفات کی خبر نے دل غمگین کر دیا ہے۔ ان کی وفات تحصیل سانگلہ ہل کیلئے گہرے صدمہ سے کم نہیں ہے۔

آخری ملاقات

قاری صاحب کے وصال سے ایک ہفتہ قبل میں قاری صاحب کے ہاں گیا مغرب کا وقت تھا مسجد میں ہی چلا گیا وضو کیا پہلی صف میں آپ کے پیچھے نماز مغرب ادا کی نماز کے بعد جب مصافحہ کیلئے آگے بڑھا تو معانقہ کرتے ہوئے فرمانے لگے ''آج تو چھاپا ہی مارا ہے'' آپ سے میں نے عرض کیا بس بتانا بھول گیا تھا معذرت! فرمانے لگے نہیں معذرت والی کون سی بات ہے آپ کا گھر ہے آپ جب چاہیں آسکتے ہیں۔ میں نے تو ویسے ہی مذاحاً کہہ دیا ہے۔ گھر لے گئے فرمانے لگے چاول پکے ہوئے ہیں آج گیارہویں شریف کا ختم تھا ناں! میں نے عرض کیا جی ہاں۔ تو فرمانے لگے چاولوں کے ساتھ روٹی بھی بنوالوں میں نے عرض کیا۔ حضرت آپ تکلف نہ کیا کریں فرمانے لگے آپ دین کے طالب علم ہو اور ساتھ میرے مہمان بھی ہو کچھ کھائے پیئے بغیر تو میں آپ کو جانے نہیں دونگا۔ جب ان کا اصرار کافی بڑھا تو میں نے عرض کیا چاول مجھے کافی پسند ہیں

ویسے بھی گیارہویں شریف کا تبرک ہیں وہی لے آئیں۔

کھانے کے ساتھ ساتھ کچھ اُمور پر گفتگو بھی ہوتی رہی۔عشاء سے قبل میں نے اجازت چاہی تو رات اپنے ہاں ٹھہرنے اور صبح مسجد میں درس دینے کا کافی اصرار کیا چونکہ مجھے کوئی ضروری کام تھا میں نے رات ٹھہرنے پہ معذرت چاہتے ہوئے اجازت چاہی تو کہنے لگے ٹھہرو میں "بلال" کو کہتا ہوں وہ آپ کو چھوڑ آتا ہے۔میں نے عرض کیا قاری صاحب میں پیدل ہی چلا جاتا ہوں کوئی بات نہیں۔فرمانے لگے تمہیں میرے ساتھ کوئی دنیاوی مطلب تو نہیں ہوتا پھر بھی مجھے ملنے کیلئے آتے ہو۔یہ تمہاری میرے ساتھ محبت ہے اتنا تو میرا بھی حق بنتا ہے ناں کہ تمہیں واپس جہاں تم نے جانا ہو ڈراپ کیا جائے۔اتنی دیر میں آپ کا صاحبزادہ محمد بلال حبیب قادری موٹر سائیکل لے آیا میں نے قاری صاحب کو پیلے رنگ کی قینچی والی جوتی استعمال کرتے ہوئے تو اکثر دیکھا ہی تھا میں نے عرض کیا قاری صاحب میں نے ایک روایت پڑھی ہے کہ پیلی جوتی سے غم دور ہوتا اور کالے رنگ کی جوتی پہننے سے غم آتا ہے۔آپ بھی پیلی جوتی اسی لئے پہنتے ہیں مسکرا پڑے۔آپ کا مسکرانا "ہاں" میں ہی تھا۔اور فرمانے لگے میں کالی جوتی پہننے کو جائز نہیں سمجھتا جب کبھی میں نے جوتے یا بوٹ وغیرہ لینے کیلئے جاتا ہوں تو دکان میں موجود ملازم مجھے جوتوں کے ڈیزائن دکھاتے ہوئے کالا جوتا بھی دکھادیں تو مالک دکان فوری طور پر ملازم کو کہہ دیتا ہے کہ آپ کو کتنی بار کہا ہے کہ قاری صاحب کو کالی جوتی نہ دکھایا کرو وہ کالی جوتی نہیں پہنتے۔اسی دوران ہی قاری صاحب نے ایک عطر کی شیشی اور کچھ نقدی میری جیب میں روکتے روکتے ڈال دی کیا علم تھا کہ آج قاری صاحب سے یہ میری آخری ملاقات ہوگی۔ مجھے ساری زندگی حسرت ہی رہے گی کہ میں ان کے ہاں رات ٹھہر جاتا اور مزید باتیں کر لیتا لیکن کیا کیا جائے۔قسمت میں اتنا وقت اور اتنی ہی باتیں کرنی لکھی تھیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بوسیلہ مصطفیٰ ﷺ ان کے مرقد کو مزید پرنور فرمائے۔ آمین۔

لو جی ملاقات کا مقصد بتانا تو میں بھول ہی گیا۔راقم کی تین نئی کاوشیں تصنیف وتخریج کی صورت میں چھپ کر سامنے آئیں تو وہ قاری صاحب کو پیش کرنا اور دعائیں لینا ملاقات کا اصل مقصد تھا۔قاری صاحب کو (۱) مقالات اہلسنت (حصہ اول) (۲) عظمت درود وسلام (۳) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی جس کی راقم نے تخریج وحواشی لکھے تھے۔پیش کیں تو ایک ایک

کر کے دیکھتے جاتے اور دعاؤں سے نوازتے جاتے تھے۔

وصال

16 فروری 2017 بروز جمعرات کو معمول کے مطابق اٹھے، وضو کر کے نماز تہجد ادا فرمائی اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے کیلئے بیٹھ گئے۔ اذان فجر ہوئی اٹھ کر گھر میں ہی فجر کی سنتیں ادا کیں اور مسجد میں چلے گئے نماز فجر کی امامت کروائی اور حسب معمول بچوں کو پڑھانے کیلئے بیٹھ گئے 6:20 منٹ پر سینے میں درد شروع ہوا اور گھر آ گئے درد لحہ لحہ بڑھ رہا تھا۔ گھر آئے تو والدہ ماجدہ ابھی مصلے پر ہی بیٹھی ہوئی تھیں ان کے قدموں میں آ کر بیٹھ گئے۔ درد کی شدت بڑھ رہی تھی۔ قاری صاحب کی پیشانی پسینہ سے مکمل طور پر بھیگ چکی تھی۔ والدہ کے قدموں اور ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ والدہ نے ماتھے سے پسینہ پونچھا اور پیشانی کو بوسہ دیا۔ قاری صاحب نے اپنے بیٹے کو کہا۔ بلال ڈاکٹر ندیم صاحب کو کال ملاؤ پھر ڈاکٹر صاحب سے خود بات کی اور سب صورتحال بتائی۔ ڈاکٹر صاحب نے فوری ہسپتال جانے کو کہا اور خود بھی جلدی پہنچنے کا کہا۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ جب مجھے فون آیا تو 6:32 منٹ ہو چکے تھے۔ ادھر والدہ سے دعائیں لے کر قاری صاحب اپنے بیٹے محمد بلال حبیب کے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھ کر 6:45 منٹ پر ٹی ایچ کیو ہسپتال پہنچ گئے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ فوری ایمرجنسی میں منتقل کیا گیا اور ٹریٹمینٹ شروع ہو گیا۔ وہیں پر ای سی جی بھی ہوئی جو مکمل طور پر کلیئر تھی اس دوران میں 7:40 منٹ ہو چکے تھے لیکن کوئی دوائی اثر نہیں کر رہی تھی۔

اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا

جنازہ

قاری صاحب کا جسد خاکی 2:30 پر جائے جنازہ پر پہنچ چکا تھا اور 2:30 منٹ سے لے کر 2:55 منٹ تک قاری صاحب کی خدمات دینی پر روشنی اور آپ کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے علماء اہلسنت و مشائخ کے خطابات ہوئے۔ سب سے پہلا خطاب حضرت علامہ مولانا پیر محمد عاصم ندیم چشتی صاحب (خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ درگاہ اجمیر شریف) کا ہوا۔ اس کے بعد دعوت اسلامی کے تحصیل سانگلہ ہل کے نگران حاجی محمد عارف عطاری صاحب نے بیان کیا اور پھر صاحبزادہ پیر محمد ضیاء المصطفیٰ قادری رضوی صاحب (خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ بریلی شریف) کا بیان ہوا۔ آخر میں

مجاہد اہلسنت حضرت مولانا محمد شاہد رضا رضوی صاحب (آف سرگودھا) نے ہچکچاتی ہوئی آواز میں قاری صاحب کی عظمت میں منقبت پیش کی اس کے بعد پورے 3:00 بجے آپ کے استاذ گرامی اور داماد محدث اعظم، استاذ العلماء والمدرسین حضرت مولانا مفتی محمد ذوالفقار علی رضوی صاحب دامت برکاتھم العالیہ نے نماز جنازہ پڑھایا اور جنازے کے بعد دعا بھی آپ نے ہی فرمائی۔ جب آپ کا جنازہ اٹھا تو کچھ یوں عالم تھا۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

سنت مصطفیٰ کے شیدائی

ہمارے قاری صاحب تو ایسی باکمال شخصیت ہیں جنہوں نے ایک مرتبہ اپنے درس و بیان کے دوران بمطابق موضوع ہمیں اپنے ایک ایسے روحانی امر سے آگاہ کیا جسکو سننے کے بعد ہم آپ پر رشک کرنے لگے اور ہمارے دل میں آپ کیلئے عزت واحترام کا مقام اور بھی بڑھ گیا۔ وہ عظیم امر یہ تھا کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کے فضل کے ساتھ مین یہ بات کرر ہاہوں کہ میرے ذمے کوئی نماز قضا نہیں ہے۔ (سبحان اللہ) اس بات سے ہمیں یہ دلیل بھی ملتی ہے اور ہمارا عقیدہ بھی مضبوط ہوتا ہے کہ آپ ایک سچے، سچے محب اللہ والرسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم تھے۔ اور با اعتبار، اخلاق وکردار، لہجہ وانداز، اعلیٰ درجے پر فائز ہیں کیونکہ سچی، پکی محبت تو یہی ہوتی ہے کہ انسان جس سے محبت کرتا ہے ہر لحاظ سے اسکی خوشی کا خیال رکھتا ہو۔ اور اس کے اپنے مال ومتاع کی بھی پرواہ نہ کرے اور سچے یار کی سچی یاری میں مست ہو جائے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اور تمام حقوق کی پاسداری بھی کرے اور پھر جب وہ عشق کامل کی منزل اور اس کی بلندیوں کو چھونے لگے تو محبوب اپنے محب کا ہاتھ پکڑ کر خود اس کو آگے کی منازل طے کرواتا ہے تا کہ اس کیلئے انتھک محنتوں اور کاوشوں کے بعد اس کے لیے آسانی ہو جائے۔

بالکل اس طرح ہمارے قاری محترم اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے سچی، پکی محبت کرتے تھے اور ہر کام اسلام کے دائرے میں رہ کر، ہر حق کو مدنظر رکھ کر سنت مصطفائی کو دیکھتے ہوئے انجام دیتے تھے اور آپ کے نیک اعمال کی کثرت کے باعث اللہ عزوجل نے انہیں یہ عزت بخشی ہے کہ آج انکے اس دارفانی سے کوچ کر جانے کے بعد بھی انکے ذکر کے چشمے جاری کر رکھے

ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا فضل و کرم فرماتے ہوئے ان کے اس دنیا میں ہوتے ہوئے ہی ان کیلئے ان کے ذکر کو ہمیشہ تر و تازہ رکھنے کا وسیلہ پیدا کر دیا اور وہ وسیلہ باکمال گلشنِ جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہے جس میں آپ کی زیر نگرانی اس جامعہ کی مہکتی ہوئی کلیوں نے خود قرآن سیکھا اور دوسری کلیوں کو قرآن سکھایا، علم پڑھا اور پڑھوایا گیا۔ طالبات کی تربیت کی گئی اور انکو انکی زندگیاں سنوارنے کا سنہری موقع دیا گیا۔ اولاً یہ کہ اس جامعہ کی نسبت سرورِ کائنات ﷺ کی لختِ جگر، خاتون جنت،، راحتِ احمد ﷺ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی طرف ہے یعنی کہ ہمارے استاد محترم نے اس نسبت کا مقصد ہماری تربیت سے وابستہ کر رکھا ہے۔ یعنی کہ اگر نسبت بھلی ہوگی تو ہم بھی بھلے ہوں گے۔ (انشاء اللہ) اور ہم پر ہمیشہ ان کی رحمت اور جود و سخا کے بادل برستے رہیں گے ایسی عظیم سوچ رکھنے والے استاد کو میں تو اولیاء اللہ ہی کہوں گی۔ اور ان کی اس سوچ کا ان کے درس و بیان کے دوران ہم پر اثر ہوتا کہ جب بھی وہ ہمیں خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بے مثال پردے کے متعلق، ان کی بے تحاشا شرم و حیا کے متعلق، ان کے بلند و بالا اخلاق کے متعلق، انکے باکمال سیرت و کردار کے متعلق، انکی لاثانی مشقت کے متعلق اور ان کی جود و سخا اور صبر کے متعلق ہمیں آگاہی دیتے اور پھر ساتھ ہی ان کے متعلق ان کی زندگی کے اہم واقعات اور درخشندہ مثالوں سے بھی آگاہی دلاتے۔ تو ہمارے دل بھی انکی سنتوں پر عمل کرنے کیلئے کھل اُٹھتے بلکہ دل کی ہر ہر شاخ ایمان کی اُس مہکتی ہوئی کلی کی خوشبو سے مہک اُٹھتے اور ہم یہ عہد کرتے کہ ہم آج سے ہی ان جیسا پردہ، ان جیسی شرم و حیا، ان جیسا اخلاق، ان جیسا سیرت و کردار اور ان جیسی مشقت کریں گے اور اس درس و بیان کو سننے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل پیرا ہو کر اس سے مستفید ہوں گے۔ اور اس پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے واقعی طور پر ہماری زندگیوں میں سدھار آنے لگا اور ہمارے اندر ایمان کا جذبہ اور بھی زیادہ ہو گیا۔ ان سب چیزوں کے رونما ہونے میں بنیادی حیثیت قاری صاحب کے لب و لہجہ و انداز کو حاصل ہے کیونکہ اگر اچھی سے اچھی بات بھی تلخ مزاجی سے کی جائے تو سننے والے پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور اگر معمولی سے بھی معمولی بات محترم انداز سے کی جائے تو سننے والے پر موثر ثابت ہوتی ہے اور قاری صاحب تو ہر لحاظ اور ہر اعتبار سے موثر شخصیت تھے۔ اور ہمارے ہی لیے نہیں بلکہ ہر کسی کیلئے راہنما تھے۔ بس میں تو سمجھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہماری رہنمائی کیلئے اور علم کی روشن روشن اور نورانی پتیوں کو جو بجھ گئیں تھیں انہیں دوبارہ سے روشن کرنے کیلئے بھیجا تھا اور اپنی اس بیش بہا اور انمول چیز کو وقت مقرر پر اپنے پاس بلا لیا۔ اس دار فانی سے تو ہر

کسی کو کوچ کرنا ہے بس فرق اتنا ہے کہ اگر کوئی بُرا شخص چلا جائے تو کہا جاتا ہے کہ شکر ہے اور اگر کوئی اچھا شخص اس دار فانی سے کوچ کر جائے تو ہر آنکھ اسکی یاد سے نم ہوتی ہے۔ ہر دل اس کی یاد سے غمزدہ ہوتا ہے اور ایسے محسوس ہوتا ہے کہ کوئی چیز جو ہمارے دل کے انتہائی قریب تھی نکال لی گئی ہو اور اس چیز کی تکلیف سدا محسوس کی جاتی ہو۔

موت سے کس کو دستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

(معلمہ...... عائشہ ناز۔ غلام رسول)

چند یادیں۔ چند باتیں

میرے استاد محترم میرے رہبر میرے رہنما عاشق محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم، فدائے غوث الوریٰ پاسبان مسلک رضا۔ صوفی باصفا۔ خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ بریلی شریف۔ قاری محمد حبیب قادری رضوی کے اخلاق ومحاسن، دینی وملی خدمات کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ چند ایک پہلو پیش کرتے ہوئے اظہار عقیدت کی سعادت حاصل کر رہی ہوں۔ آپ باوقار اور انتہائی سادہ شخصیت کے مالک تھے اور انداز گفتار اتنا محبت بھرا کہ جو ایک مرتبہ ملاقات وزیارت کرتا وہ آپ کا ہی ہو کہ رہ جاتا۔ تدریسی فرائض سے ہٹ کر اگر طالبات سے ملاقات ہوئی یا فارغ التحصیل طالبات ملاقات کیلئے حاضر ہوتیں تو صوم وصلوٰۃ کی پابندی اور اپنے عقیدے کی پختگی پر زور دیتے۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے غلاموں سے اس قدر محبت تھی کہ ساری زندگی آپ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ جمعرات کو نوافل نماز بڑے اہتمام سے ادا فرماتے اور تمام عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ تحفہ پیش کرتے اور طالبات کو بھی پڑھنے کی تلقین فرماتے اور یہ بات میں یقین سے عرض کر رہی ہوں کہ آپ کی یہ ادا رب کریم عزوجل کی بارگاہ میں مقبول تھی جب ہی تو آپ کو بھی خالق حقیقی سے ملنے کیلئے جمعرات کا دن ہی نصیب ہوا۔ آپ ذاتی شہرت سے اجتناب فرماتے بعض اوقات معلمات آپ کے اسم شریف کے ساتھ ناظم لگاتی تو آپ فرماتے بلکہ خادم جامعہ لکھو یہ آپ کی عاجزی و انکساری کا عالم تھا۔ آپ سادہ لباس پہنتے اور اپنے جامعہ کی معلمات اور متعلمات کو بھی سادگی سے زندگی بسر کرنے کی ترغیب دلاتے۔ آپ اکثر فرماتے بیٹا آپ کی مثال سفید چادر کی ہے جس پر ذرا

سادھبہ بھی بدنما نظر آئے گا۔آپ کی سابقہ طالبات کے بچی یا بچے کی پیدائش کے موقع پر نام تجویز کرواتی تو آپ اکثر اسلامی نام کو ہی تجویز فرماتے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ بچوں کے نام اچھے رکھا کریں نام کا شخصیت پر بڑا اثر ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ کسی معاملے میں فیصلہ کرنا تھا تو معلمات نے کہا کہ آپ افسر ہیں جو فیصلہ کریں گے ہم مانیں گے تو فرمانے لگے میں افسر نہیں بلکہ میں تو یہاں کا خادم ہوں۔ اگر مجھے افسر اور خود میری ماتحت سمجھتی ہوں تو پھر یہاں نہ آیا کرو بلکہ گھر میں بیٹھ جاؤ اور اگر خود سرکار دو عالم ﷺ اور سیدہ نساء العالمین کی کنیزیں سمجھتی ہو تو یہاں آؤ اور خدمت دین کرو میرے قاری صاحب وہ ہستی ہیں جنہوں نے اپنا تن من، دھن، جان و مال اور تمام تر توجہات کا مرکز و محور اسی جامعہ کو بنایا اتنی خدمات کے باوجود بھی اپنے لیے افسر کا لفظ پسند نہ فرمایا۔

بزرگوں سے عقیدت، محبت اور ادب و احترام بجالانے کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ فرماتے ہیں کہ میں نماز ادا کر رہا تھا۔ غالباً نماز ظہر یا عصر کی تھی تو جب میں نماز ادا کر کے فارغ ہوا تو میرے استاد فرمانے لگے کہ بیٹا آپ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ میں جا کر تین، پانچ یا جتنی مرتبہ چاہوں طاق عدد میں اللهم اغفرلی پڑھا کرو۔

فرماتے ہیں میں اس وقت ساتویں جماعت میں تھا۔اس دن سے لیکر آج تک میں نے اس عمل کو ترک نہیں کیا اور آج یہ بات آپ کو بتا رہا ہوں پتہ نہیں کہ کون اس عمل کو اختیار کر لے اور ہماری بخشش کا سبب بن جائے۔ دیگر خصائص کی طرح آپ کا ایک یہ بھی خاصہ تھا کہ بے جا کسی پر غصہ نہ فرماتے اور نہ ہی ناراضگی کا اظہار فرماتے۔ اگر کسی بات کی وجہ سے کسی سے ناراض ہو جاتے تو فقط اسی سے ناراض ہوتے اور باقی حاضرین پر غصہ کا اظہار نہ فرماتے بلکہ خوش مزاجی کا مظاہرہ فرماتے اور حسن اخلاق سے پیش آتے اور غلطی کرنے والی کو اس کی غلطی کا احساس دلاتے اور جلد ہی اسے معاف فرما دیتے سب سے اچھی بات یہ کہ وہ احساس کمتری اور احساس شرمندگی نہ ہونے دیتے۔

جامعہ میں آنے والیوں سے بھی بہت شفقت، الفت اور ہمدردی فرمایا کرتے تھے۔ فارغ التحصیل بچیوں کی حوصلہ افزائی بہت فرمایا کرتے اور انہیں بہت تسلی دیتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں آپ کی عزت کیا کروں گا یہ دروازے یہ جامعہ آپ کے لئے ہر وقت کھلا ہے۔ آپ کا جب جی چاہے آپ آیا کریں اگر یہاں آپ کو کوئی نہ بھی بلائے عزت نہ بھی کرے تو میں آپ کی عزت کرونگا۔ میں آپ کا میکہ ہوں گویا کہ آپ بہت زیادہ قدر دان تھے۔ ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی

بہت قدر فرمایا کرتے تھے۔

آپ کی توکل الی اللہ کی حد یہ تھی کہ ہمیشہ فرماتے طمع نہیں، منع نہیں، جمع نہیں اور یہ توکل خوف خدا اور فراخ دلی اللہ تعالیٰ کے ولیوں کا ہی خاصہ ہے۔

فرماتے کہ ہم کسی سے لالچ نہیں کرتے کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا اور جب اللہ رب العزت نے عطا فرمادیا اور نواز دیا تو اسے فوراً راہ خدا میں خرچ فرمادیتے اور اسے جمع کرنے کا خیال تک نہیں کرتے اور اس بات کی دلیل تو میرے قاری صاحب کی سادہ لوح زندگی ہے۔ آپ کی یہ آرزو تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے غریب ہی رکھنا اور غریبوں کے ساتھ ہی رکھنا جب آپ درس دیا کرتے تو یہ دعا فرماتے تھے۔

اللھم احینی مسکینا و الحقنی مسکینا و حشرنی فی زمرة المساکینo

اے اللہ مجھے غریب ہونیکی حالت میں زندہ رکھنا غریب ہونے کی حالت میں موت دینا اور میرا حشر غریبوں کے ساتھ کرنا۔

یہی دعا ہے کہ جو میرے پیارے آقا مصطفیٰ ﷺ مانگا کرتے تھے اور یہی دعا میرے قاری صاحب کی تھی اور اللہ رب العزت نے آپ کے حق میں اس دعا کو قبول بھی فرمایا۔

قاری صاحب نے اپنی ہر ذمہ داری کو باخوبی نبھایا انہیں بچیوں کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ اخلاقی بندی، سلیقہ شعائری کی بھی فکر رہتی وہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی لڑکی اپنے میکے میں گھریلو کام کاج کو نہ سیکھے یا اس کی عادی نہ ہو اور پھوہڑ بدسلیقہ ہو تو سسرال والوں کی باتیں سننا پڑتی ہیں اور سسرال کی طرف سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اگر کوئی لڑکی باسلیقہ ہو اور گھریلو کام کاج باخوابی سنبھالتی ہو تو سسرال والے اس کی تعریف کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اگر کوئی دنیا میں اپنی اخرت کی تیاری نہیں کرتا تو اسے قبر میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ جس طرح لڑکی میکے سے رخصت ہو کر سسرال جاتی ہے اسی طرح ہمیں بھی دنیا سے رخصت ہو کر قبر میں جانا ہے جس طرح ماں باپ اپنی اولاد کو سلیقہ مندی سکھاتے ہیں کہ اگلے گھر جانا ہے اسکی تیاری کرو بالکل اسی طرح قاری صاحب ایک شفیق باپ کی طرح ہمیں نماز، روزہ اور دیگر اعمال صالحہ کی تلقین کرتے کہ اگلا گھر ہمارا قبر ہے اس کی تیاری کرو۔

قاری صاحب ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے فرائض کے علاوہ وہ کام بھی کیے جو ان پر فرض نہ تھے وہ انسان کتنا خوش نصیب ہوتا ہے جسکے پیچھے اس کے والدین پیرومرشد، اولاد،

شاگردوں، چاہنے والوں، دوست واحباب کی دعاؤں کے حصار میں ہو۔ سوچا ہے ایسا کیوں ہے؟ اس لیے جو اپنا فائدہ سوچے بنا صرف اور صرف اللہ کے لیے لوگوں سے بھلائی کرے کیونکہ جو لوگ پھول تقسیم کرتے ہیں ان کے ہاتھوں میں خوشبو ضرور رہ جاتی ہے۔

منقبت

عشق نبی ﷺ کے جام پلا کے چلے گئے
بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھا کر چلے گئے
روشن جنکی صورت تھی نور الٰہی گئے
سب کو اپنی دید کرا کر چلے گئے
دکھ بانٹتے تھے سبھی کے ماں باپ کی طرح
دکھ سارے اپنے سینے لگا کے چلے گئے
دنیا کی رنگینیوں میں جو سراپا غرق تھی
ایسی ہی بے شمار کو بچا کے چلے گئے
سرزمین سانگلہ ہل ہو یا اردگرد کی وادیاں
گھر گھر زہرا پاک کا فیض لوٹا کر چلے گئے
ڈھونڈا تھا جنہیں زمانے کی خاک چھان کر
وہ لوگ ہم نے ایک ہی سانس میں کھو دیئے
اپنے لیے تو سب ہی جیتے ہیں اس جہاں میں
ہے زندگی کا مقصد اوروں کے کام آنا

(ایمن قادری بنت دلاور حسین قادری)

آپ میں عشق مصطفیٰ ﷺ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ آپ محفل میلاد سجانے کے حوالے سے اپنی معلمات کو فرمایا کرتے جہاں بھی محفل میلاد سجاؤ کہ سننے والوں میں طلب باقی ہو اور مکمل کر دے کیونکہ میں گوارا نہیں کرتا کہ کوئی میرے سرکار ﷺ کا ذکر بیزاری سے سُنے۔

آپ کی زندگی کا ہر پہلو روز روشن کی طرح چمکدار ہے۔ جامعہ ھذا آپ کی آنکھوں کا تارا، دل کا چین اور روح کی تازگی تھا۔ آپ نے اپنی ساری زندگی گلشن زہراء کی آبیاری میں

گزاری۔ اپنی زندگی کے شب وروز اسی جامعہ کی ترقی کیلئے وقف کردیئے حتی کہ اسی ادارے کی خدمت کرتے کرتے آپ خالق حقیقی سے جاملے۔

خدمت کرتے تھے آپ انسانیت کی بے لوث
ہم سب کو بھی وہ ہی طریق سیکھا کر چلے گئے
تسکین قلب کا کرتے تھے سبھی کو میسر ماحول
ہم سب کے وہ عظیم رہنما بن کر چلے گئے

ہماری خواہش ہے کہ یہ دعا کہ دے انہیں خدا دربار نبی ﷺ میں جگہ اور ہم سب کی بھی یہی تمنا بنا کر چلے گئے۔

(معلمہ لبنیٰ قادری بنت نعمت علی، معلمہ ایمن قادری بنت دلاور حسین قادری، معلمہ روبیحہ عروج بنت کرامت علی، معلمہ راشدہ افضال بنت محمد افضال، معلمات سعدیہ صدیقی بنت محمد اعظم، مدیحہ رفیق بنت محمد رفیق)

باکمال شخصیت

(اتفاق احمد، فائزہ اتفاق......معلمات)

السلام علیکم!

میرے استاد محترم عزت مآب جناب محترم قاری حبیب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے پہلوؤں کو سمیٹنا بہت مشکل ہے وہ ہر طرح سے باکمال تھے۔ سیرت کے لحاظ سے، اخلاق کے لحاظ سے، گفتگو کے لحاظ سے، غرض کے ہر لحاظ سے جامعہ میں موجود طالبات کی تربیت ہمیشہ بہت اچھے انداز میں فرماتے انکی اخلاقی تربیت دینی معاملات کا حوالہ دے کر فرماتے ایک مرتبہ درس کے دوران آپ بچیوں سے فرمانے لگے۔

"جس طرح ماں باپ کے گھر میں جن بچیوں کو کام کرنے کی عادت ہو تو وہ اگلے گھر یعنی سسرال میں خوش رہتی ہیں بالکل اسی طرح یہ دنیا بھی ایک گھر ہے اور ہمارا دوسرا گھر قبر ہے اگر اس دنیا میں ہم اپنی زندگی اللہ پاک کے احکامات کے مطابق گزاریں گے تو ہم اپنے گھر یعنی قبر میں آرام سے رہ سکیں گے ہمیں کوئی مشکل نہ ہوگی"۔

اور اگر انکے اخلاق کے حوالے سے بات کی جائے تو آپ ہمیشہ سب سے بہت نرم انداز سے پیش آتے۔ بچیوں میں سے اگر کوئی غلطی کرتا تو آپ علیحدگی میں ہمیشہ اسکی اصلاح فرما دیتے۔ دوسروں کے سامنے اسے بالکل بھی شرمندہ نہ ہونے دیتے۔ ہمیشہ صبر و تحمل سے کام لیتے اور اگر معلمات کے حوالے سے بات کی جائے تو ان کے ساتھ بھی ان کا رویہ بہت شفقت والا تھا۔ وہ ہمارے لیئے ہمارے والدین سے بھی بڑھ کر تھے۔ والدین کی طرح انکا دست شفقت ہمیشہ ہمارے سر پر رہا اور انشاء اللہ ہمیشہ رہے گا۔ ہم میں سے بھی اگر کسی کی اصلاح فرمانا چاہتے تو علیحدگی میں فرماتے تاکہ دوسروں کے سامنے ہماری عزت نفس مجروح نہ ہو۔

جامعہ میں اگر کوئی بچی ایسی ہوتی جن کے مالی حالات ٹھیک نہ ہوتے تو آپ اس کی مدد فرماتے اور سب سے بڑی بات کہ اس کے متعلق کسی کے سامنے کوئی بات نہ کرتے اور علیحدگی میں اور پوشیدگی سے اس بچی کی ضروریات کو پورا فرماتے اس کے علاوہ درس و بیان کے دوران بچیوں سے سوال پوچھتے اور صحیح جواب دینے پر ان کو اسلامی کتب کی شکل میں انعام سے نوازتے جس سے بچیاں خوش بھی ہو جاتیں ان کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی اور آئندہ دھیان سے بیان سننے کا جذبہ بھی پیدا ہوتا۔ انکے ساتھ ہمارا جو وقت گزرا وہ گولڈن نہیں بلکہ ہیرے سے بھی زیادہ قیمتی تھا جسکا ہمیں پتہ ہی نہ چلا کہ وہ کب اور کیسے گزر گیا۔ بظاہر تو وہ اس دنیا میں نہیں مگر ہمارے دلوں میں ابھی بھی زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک انکے درجات بہت بلند فرمائے اور آقا ﷺ کا پڑوس عطا فرمائے۔

(نازیہ الیاس)

ایک عظیم انسان

یوں تو خدا نے بہت ساری قوموں اور انسانوں کو تخلیق دی ہے۔ سب ہی اپنی حیثیت کے مطابق اوڑھتے، خرچتے اور لوٹاتے ہیں۔ کوئی دولت کی موجودگی کی وجہ سے اپنی گردن اکڑا کر چلتا ہے تو کوئی صاحب ثروت ہونے کے باوجود بھی خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے عاجزی و انکساری سے کام لیتا ہے۔ انہی شخصیتوں میں میرے روحانی والد گرامی معزز و محترم جناب ''محمد حبیب قادری رضوی صاحب'' ایک ایسی شخصیت کے حامل تھے جن کے پاس خدا کی نعمتوں اور رحمتوں کا انبار جمع تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنی زندگی کو سادہ لوحی سے بسر کیا۔

آپ کی نیکیاں زندہ
آپ کی خوبیاں باقی

قدرت نے قاری صاحب کو بہت سی خوبیاں عطا کی تھیں۔ وجاہت وذہانت خوش بیانی اور فیاضی ان کی عام اور ممتاز صفات تھیں۔ بچوں پر شفقت اور محبت ان کی شخصیت کا خاصہ تھی۔ کئی مرتبہ محفل نعت یا بیان کے دوران کوئی چھوٹا بچہ کھڑا ہو کے یا بیٹھے کچھ پکارتا تو قاری صاحب کے لب مسکرا اٹھتے اور بچے کو پاس بلا کر اپنے پاس سے کچھ تحفہ دیتے اور بچہ مہکتے پھول کی طرح واپس اپنی جگہ پر چلا جاتا۔ میں نے انہیں آج تک کسی بھی بچے کو ڈانٹتے اور مارتے نہیں دیکھا۔ انسان غلطیوں کا پتلہ ہے۔ قاری صاحب کسی بھی بچے کو غلطی پر ڈانٹنے اور جھڑ کنے کی بجائے صحیح کام کی طرف اس کی اصلاح فرماتے۔ سب ان کی نرمی بھری آواز سے ہی متاثر ہو جاتے بلکہ میں تو سمجھتی ہوں اُن کا اصلاح کرنے کا انداز بھی خاصا ایمان افروز ہوا کرتا تھا۔ وہ ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرتے خدا کی ذات پر بھروسہ اُن کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ درود وسلام ان کی زبان کا شیوہ تھا۔ غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کی مدد کو اولین ترجیح دیتے۔ اصول وضوابط کے پکے۔ نرم مگر بارعب شخصیت تھے وہ جوہر کامل تھے۔ ان کا ذہن ایسا پارسا، ان کی طبیعت ایسی حاضر اور معاملات اور واقعات پر ایسا عبور حاصل تھا کہ بڑے پیچیدہ معاملات کو باتوں باتوں میں سلجھا دیتے تھے۔ قاری صاحب کو ابتداء ہی سے مذہبی لگاؤ تھا۔

یوں تو انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے ان کے سانگلہ ہل اور اہل سانگلہ ہل پر بے شمار احسانات تھے لیکن چند چیزیں خاص کر ان کی یادگار ہیں ان میں ایک عظیم یادگار جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہے۔

اکیلا چلا تھا میں جانب منزل مگر
لوگ ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا

اللہ تعالیٰ کی قربت ومعرفت کو پانا، اپنے نفس کا خاتمہ کرنا ہے اور یہ کام صرف بہادر اور مردانہ وار لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ یہ تمام انسانوں کے بس کی بات نہیں اور مجھے فخر ہے کہ انہوں نے یہ مقام بھی پایا۔ ان کی سیرت سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قلب نور الہدیٰ کی روشنی سے منور تھا۔

وہ ایک علم کا بہتا دریا تھا جس نے جتنا چاہا۔ اُن سے سیراب ہوا۔ ان کا یہ فیض آج بھی جاری وساری ہے۔ خدا عزوجل ان کی بے حساب مغفرت فرمائے اور ان کے صدقے ہمیں بھی

بخش دے۔(آمین بجاہ النبی الامین ﷺ)

پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت

آج میں آپ کو ایسی شخصیت کے بارے میں بتانا چاہتی ہوں جنکے اس دنیا سے چلے جانے سے ہمارے جامعہ سمیت ہمارے شہر میں قیامت سی برپا ہوگئی۔

کوئی بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھا۔ وہ ہمارے جامعہ کی عظیم ترین شخصیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ کے پیروکار، فرض نمازوں کے پابند، اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ نوافل پڑھنے کے پابند، شریعت کے احکام کے پیروکار، خوف الٰہی میں رونے والے، تقوی وپرہیزگاری کے مالک، اللہ تعالیٰ کے مقرب، نبی کریم ﷺ پر درود پاک پڑھنے کی پیاری میٹھی عادت کے مالک، دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دِینے والے، نیکی کرنے اور دوسروں کو بھی نیکی کی دعوت دینے والے ہمارے اُستاد محترم قاری محمد حبیب قادری رضوی (رحمتہ اللہ علیہ) تھے۔

ہر مسکین۔محتاج کی مدد بمصداق اس حدیث کے کرتے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے صدقہ کو پوشیدہ کرو یہاں تک کہ تمہارے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلے کہ تمہارے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے جب ہم اپنے جامعہ (دنیاوی جنت جیسی سرزمین) میں آئے تھے ہمارا حال اس طرح تھا جس طرح کوئی مبتدی دین کی سمجھ حاصل کرتا ہے اور اس کو سب سے پہلے اپنا عقیدہ پکا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمارے قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارا شروع میں بھی عقیدہ پکا کیا اور جاتے وقت آخر میں بھی عقیدہ ہی پکا کر کے گئے ہیں۔

اور وہ ایسے شفیق، مہربان، نرم دل، رحم دل انسان تھے کہ انہوں نے ہماری تربیت اپنی حقیقی بیٹیوں سے بڑھ کر کی اور ویسے بھی وہ ہمارے روحانی باپ ہیں اور جسمانیت سے زیادہ روحانیت کا رشتہ گہرا ہوتا ہے اور دین کی خدمت تو انہوں نے دل وجان سے بڑھ کر تھی۔ انہوں نے دُنیاوی پریشانیوں کو پیچھے چھوڑ کر اُخروی نوازشوں آقا علیہ السلام کی شفاعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے دین کی خدمت کی اور آج ہر چھوٹے بچے سے لیکر بڑے جوان بوڑھے تک انکی اس دین کی خدمت پر فخر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ انکے مہکتے، دَمکتے، مَہلتے، پھولتے باغ (ہمارے جامعہ) کو ہمیشہ انکی روحانیت سے فیض یاب فرمائے اور انہیں دنیا میں سیدہ پاک کی غلامی کرنے کے صدقے جنت میں

بھی انکے فیض سے مستفید فرمائے اور آقا علیہ السلام کا پڑوس نصیب فرمائے۔(آمین)۔

(بنت عاصم ندیم چشتی،مریم نور،انسہ رمضان،خدیجہ مبین،رانا غفار احمد،محمد رمضان)

ذکر حبیب

(عاصمہ ارشد۔ارشد عباس)

السلام علیکم

قاری صاحب کی زندگی کے حالات کچھ یوں تھے کہ آپ ایک عظیم شخصیت کے حامل تھے اور آج کل کے لوگوں کیلئے ایک بہترین اور کامل ترین مثال تھے۔

آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ آپ نے آج تک کسی کا دل نہ دکھایا تھا اور اگر کوئی آپ کا دل دکھاتا تھا تو آپ اسے معاف کردیتے تھے۔

آپ کی زندگی میں آپ کا کوئی ایسا لمحہ نہیں گزرا جو شریعت کے خلاف ہو۔اور اسی طرح اس کی ایک بہترین مثال آپ کی یہ تھی کہ آپ اگر کسی کی مدد کرتے تھے تو اسے ظاہر نہ کرتے تھے اور جس کی کوئی مدد کرتے اسے یہ بھی کہتے تھے اس کا کسی کے سامنے ذکر نہ کرنا اور یہی بات حدیث شریف سے ثابت ہے کہ(صدقہ اس طرح پوشیدہ کرو کہ بائیں ہاتھ کو پتہ بھی نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شریعت کے احکام کے مطابق عمل کرتے تھے۔آپ کے پاس اگر کسی بچی کے گھر والے آتے یا کسی طالبہ کی کی والدہ آتی یا کوئی سابقہ سٹوڈنٹ آتیں تو انہیں آپ کھلائے پلائے بغیر نہ جانے دیتے۔ایک دن ایک بچی کی والدہ صاحبہ نے قاری صاحب سے کہا کہ قاری صاحب آپ اتنی عزت کیوں کرتے ہیں جب بھی ہم آتے ہیں خالی ہاتھ نہیں جانے دیتے تو قاری صاحب نے آگے سے اتنا اچھا جواب دیا جو دل کو بھاتا ہے۔

قاری صاحب کہنے لگے''ہم جس کے در پہ بیٹھے ہیں (یعنی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے در پر) جب وہ کسی کو اپنے در سے خالی نہ موڑتی تھیں تو ہم تو ان کے غلام ہیں ہمیں ان کے راستے پر چلنا چاہیے نا!

ہمارا اصل مقصد پڑھائی کرنا،اچھے آداب سیکھنا اور دین کے راستے پر چلنا ہے۔اور وہ ہمیں کتابوں میں سب کچھ ملتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی قاری صاحب ہمیں درس دیتے تھے۔

ہمیں آج کل کے حالات کے مطابق دین کے بارے میں آگاہ کرتے تھے۔ میں سوچتی ہوں جن باتوں کا مجھے پتہ بھی نہیں تھا وہ سب قاری صاحب نے ہمیں بتائی۔

آخری درس میں بھی قاری صاحب ہمارا عقیدہ ہی پکا کر کے گئے ہیں۔ میرے دل میں قاری صاحب کی بہت باتیں ہیں۔ جو میں کھل کر نہیں بیان کر سکتی جن کی وجہ سے ہمیں قاری صاحب کی یاد کسی صورت میں بھی بھولنے کا نام نہیں لیتی۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

محسن ملت و دین

(شکیلہ پروین)

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

دنیا سے تو سب نے جانا ہے مگر جانے جانے میں فرق ہے۔ بعض لوگ کفر کی اندھیریوں اور ذلت میں ڈوبے ہوئے دنیا سے چلے جاتے ہیں اور بعض لوگ اپنے آپ کو دنیا میں سنوار کر اپنی آخرت کو منور کر لیتے ہیں۔

لیکن پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بلند مرتبہ کن حضرات کا ہے۔ ان حضرات کا ہے جو اپنی آپ کو ہی نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی سنوار جاتے ہیں۔ حدیث مبارکہ ہے ''حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو خود قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے''۔

ہمارے محترم قاری صاحب نے بھی حدیث پاک پر عمل کرتے ہوئے زندگی گزاری۔ وہ خود بھی قرآن پڑھتے پڑھاتے دنیا سے رخصت فرما گئے۔ بعض مرتبہ دیکھا گیا کہ لوگ دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو کئی روز تک بستر علالت پر پڑے رہتے ہیں لیکن ہماری قاری صاحب نے زندگی کی آخری سانس تک دین کی خدمات انجام دیتے ہوئے دنیا فانی سے رخصت ہوئے۔

ہمارے محترم قاری صاحب بھی ایسی عظیم شخصیت تھے کہ جن کی زندگی پر رشک کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی کو جو سنوارا وہ تو عظیم تر ہے لیکن ساتھ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بہت سی مخلوق کو بھی سنوارا ہے۔

ہم جیسے نکمے دنیا کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے تھے کہ انہوں نے ہمارے دل سے دنیا کی میل کو اتار دیا۔ ہم پر دین و دنیا کو روشن کر دیا۔

جینے کا سلیقہ بھی ہمیں ان سے ملا ہے
احساس عمل فکر بھی ان ہی کی عطا ہے
انہی کی ہے تعلیم جو عرفان خدا ہے
ان ہی سے معطر ہوئے افکار ہمارے

قاری محمد حبیب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی سخاوت

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان، ”خدا کا دوست وہ ہے جس میں تین خوبیاں ہیں:
ا۔ سخاوت سمندروں جیسی ہو ۲۔ شفقت آفتاب جیسی ہو ۳۔ عاجزی زمین کی مانند ہو۔

ہمارے قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیم کی سوچ صرف جامعہ تک محدود نہ تھی بلکہ ہماری زندگی کے ہر پہلو میں انہوں نے تعلیم کو بسا دیا ہے۔ زندگی میں بعض مرتبہ یہ وسعت نہیں ہوتی تھی کہ ہم کچھ لیکر اپنی خواہش کو پورا کر سکیں مگر ہمارے قاری صاحب کی عظیم سوچ اور عظیم شفقت تھی کہ انہوں نے ایسا نظام بنایا جسکی وجہ سے انہوں نے مخلوق خدا کے دل جیت لیتے تھے۔

قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہم کو ہر تہوار پر اسلامی دنوں کے لحاظ سے بعض اوقات تبرک کے طور پر تحفے تحائف دیا کرتے تھے اور درس دیتے ہوئے طالبات کے علمی نقطہ نظر کو جانچنے کے لیے سوالات کیا کرتے تھے اور جو طالبات سوالات کے جوابات دیتی تھیں تو طالبات کو کتابوں کے انعامات دیا کرتے تھے تا کہ طالبات کی اسی لگن میں دین کی طرف رغبت زیادہ ہو۔

ان کی سخاوت ایسی تھی کہ بعض طالبات جب اخراجات پورے نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہو جاتیں تو قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ انہیں نصاب کی کتابیں لے کر دیتے تا کہ وہ اپنی تعلیم کو جاری رکھ سکیں۔ بچیوں کو یونیفارم لے کر دیتے تھے ان کی داخلہ فیسیں ادا کرنے پر قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے کرم و سخاوت کی بہت بڑی نشانی ہے۔

قاری صاحب نے کبھی یہ نہ کہا تھا کہ فلاں کو میں نے یہ لیکر دیا بلکہ جن کے ساتھ یہ معاملات ہوتے تھے وہ اپنے منہ سے بتاتیں تھیں۔

خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے: ولی کی نشانی یہ ہے کہ ”اس کی سخاوت سمندروں جیسی ہو“۔

یعنی جو در پر آیا اسے خالی نہ جانے دیا اور ہمارے قاری محمد حبیب رضوی رحمتہ اللہ علیہ بھی ایسی طبیعت والے تھے جب بھی کوئی آپ کے پاس آتا تو اسے ایسا عطا فرماتے کہ وہ زندگی بھر یاد کرتا تھا۔

یہ تو تھی قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی سخاوت جو ہمارے تک محدود تھی۔ آپ کی جو سخاوت باہر تھی وہ خود تو نہ بتاتے تھے بلکہ بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی نشانیاں پوشیدہ نہیں رہتیں کیونکہ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے کیلئے کوئی کام کرتا ہے تو وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے اور وہ جب اللہ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے۔

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرائیل کو ندا دیتا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ فلاح آدمی سے محبت رکھتا ہے پس تو بھی اس کو محبوب رکھ پس جبرائیل بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ پھر وہ آسمان والوں میں ندا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو فلاح آدمی سے محبت ہے۔ لہٰذا تم بھی اس سے محبت رکھو۔ پس آسمان والے اس سے محبت رکھتے ہیں پھر زمین میں اسے مقبول بنا دیا جاتا ہے تو لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دی جاتی ہے اور لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہو جاتے ہیں تو جب لوگوں کی محبت اس کے ساتھ یعنی اللہ کے محبوب بندے کے ساتھ ہوتی ہے تو اس کی ہر پریشانی لوگوں سے کیسے چھپ سکتی ہے۔ اگر چہ وہ ظاہر نہ بھی کرے۔

میں نے خود آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا جب میں قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے قل شریف کے ختم پر گئی تو جب وہاں سے واپسی ہوئی تو میرے ابو جان نے مجھے گاؤں سے لینے آنا تھا اور آنے میں میرے ابو کو دیر ہو گئی اور میں باہر کھڑی اپنے ابو کا انتظار کر رہی تھی کہ مجھے وہاں کھڑے ہوئے بہت دیر ہو گئی۔

وہاں ایک بابا جی دکان والے تھے۔ قاری صاحب کے محلے کے تھے کہنے لگے بیٹا ادھر کھڑے نہ ہو یہاں آ کر بیٹھ جاؤ۔ جب میں بیٹھ گئی تو بابا جی کہنے لگے بیٹا تم اتنی دیر سے وہاں کھڑی تھی تم نے روٹی کھائی ہے۔ میں نے کہا بابا جی روٹی کھانے کو دل نہیں کرتا۔

بابا جی کہنے لگے بیٹا تم روٹی کی بات کرتی ہو ہماری تو راتوں کی نیند اُڑ گئی ہیں۔ کہنے لگے جب صبح یا شام ہوتی تو باہر کو چکر ضرور لگایا کرتے تھے اور صبح کو مجھے آواز دینی اور کہنا بابا جی آج رات نیند آ گئی تھی۔

کہنے لگے بیٹا میرا ایکسیڈینٹ ہو گیا تھا اور میں فوجی تھا ایک دن میں دکان کا سودا سلف لے کر آیا تھا حادثے کی وجہ سے میں معذور ہو گیا اور تب سے میرے زخم ٹھیک نہیں ہو رہے۔

رو کر کہنے لگے بیٹا جب کبھی میں نے زخموں کی دوائی لینے جانا ہوتا تو قاری صاحب خفیہ طور پر میری مٹھی میں میری دوائی کیلئے پیسے دے جاتے تھے۔ آپ کی خفیہ سخاوت خود بابا جی نے اپنی زبانی بیان کر دی۔

قاری صاحب کی کرامت

ولی کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ وہ شریعت کا پابند ہو۔ ہمارے قاری صاحب نے ایک ہی کرامت حضرت داتا صاحب کی سنائی تھی کہ ایک نوجوان جس نے حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت چرچا سنا ہوا تھا تو وہ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں آپ کی کرامات دیکھنے کیلئے حاضر ہوا تھا۔ اس نے آپ کی بارگاہ میں چالیس دن گزار دیے لیکن آپ سے کوئی کرامت ظاہر نہ ہوئی وہ نوجوان چالیس دن بعد واپس جانے لگا۔

تو حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا اے نوجوان تو تجھے اتنے دن ہو گئے میری بارگاہ میں تھا نہ کچھ تو نے بتایا اور نہ تو نے کچھ پوچھا اور ایسے ہی واپس جانے لگا ہے کہنے لگا جی میں نے آپ کا بہت چرچا سنا تھا کہ آپ سے بہت کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں تو چالیس دن ہو گئے مگر آپ سے کوئی کرامت ظاہر نہ ہوئی۔ اس لیے میں واپس جانے لگا ہوں۔

حضرت داتا صاحب نے فرمایا اے نوجوان لڑکے تو مجھے یہ بتا کہ چالیس دنوں کے اندر تو نے مجھ سے شریعت کے خلاف کونسا عمل دیکھا ہے کہنے لگا کوئی نہیں فرمایا ولی کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ وہ شریعت کا پابند ہو۔

ہمارے قاری صاحب بھی شریعت کے پابند تھے اور ثابت قدم تھے۔ قاری صاحب نے شریعت کے حوالے سے ہماری اصلاح انتہائی پیار، شفقت سے کی ہے۔

اگر قاری صاحب ہمیں اچھے برے سے ڈانٹتے بھی تو ان کی ڈانٹ میں ہمیشہ پیار اور نصیحت ہوتی تھی۔ انہوں نے جامعہ کیلئے جس قدر محنت کی ہے اور آج جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جن بلندیوں پر ہے یہ سب قاری صاحب کی محنت اور کوشش سے ہے۔

اتنا کچھ ہم نے کتابیں پڑھ کر نہیں سیکھا جتنا ہم نے قاری صاحب کے درس سے سیکھا تھا اور وہ ہمیں ہمیشہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے مطابق عمل کرنے کی تلقین کرتے

تھے۔

کشیت الٰہی کی تلقین کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کو تو جو سنوارنا تھا وہ تو سنوارا ساتھ ہی ہماری زندگی کو بھی سنوار دیا۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

سب سے بڑی کرامت ہمارے قاری صاحب کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ان پر خاص فضل و کرم تھا اور ان کو یہ شرف حاصل تھا کہ ان کی کوئی نماز قضا نہ ہوئی تھی۔

آج کے زمانہ میں جو اتنا پابند نمازی ہو گا اللہ تعالیٰ کا اس پر خاص کرم ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ قرآن مجید میں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے تو قاری صاحب کے حکم پر پورے اترے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جو میرا حکم عدولی نہیں کرتا وہ میرا دوست ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

وہ جو نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں، یہی لوگ وارث ہیں کہ فردوس کی میراث پائیں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

سورہ مبارکہ کا نام بھی مومنون ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے وہ محبوب بندے جو اللہ تعالیٰ پر بن دیکھے ایمان رکھتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میراث تو ان لوگوں کی ہوتی ہے جو اس کے وارث ہوں تو ہم اللہ تعالیٰ کے وارث نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی وارث نہیں ہے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔

اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ مومن بندوں کا اللہ محبوب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو مومن بندے محبوب ہوتے ہیں تو جو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو عطا فرماتا ہے وہ محبوب بندے اس چیز کے وارث ہوتے ہیں۔ ہماری اہل سنت حق جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ مردے وفات کے بعد زندہ ہوتے ہیں۔

ہماری قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت ہے کہ ان کو بعد وفات کچھ لوگوں نے جاگتی آنکھوں سے دیکھا اور بہت زیادہ خوشبو پائی اور گلیوں میں نکل کر دیکھا تو گلیوں کو بھی خوشبو سے معطر پایا۔ اس میں شک وہ لوگ کریں گے جن کا عقیدہ باطل ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دین سیکھتے اور سکھاتے رخصت ہو

جاتے ہیں ان کو شہیدوں کا رتبہ دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قاری صاحب کو یہ رتبہ بھی حاصل ہوا کہ دنیا سے اسی حالت میں رخصت ہو گئے۔

حدیث مبارکہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے رمضان المبارک میں عمرہ کیا گویا اس نے میرے ساتھ عمرہ کیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمارے قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو یہ شرف بھی حاصل تھا اور یہ شرف کسی کسی کو حاصل ہوتا ہے۔ جب قاری صاحب عمرہ کر کے واپس آئے تو ہمیں بتایا کہ ریاض الجنہ پر کسی کو دو نفل مشکل پڑھنے کی توفیق حاصل ہوتی ہے تو میں نے 60 نفل سب کے نام لیکر ادا کیے تھے۔

قاری صاحب کا ہمارے بارے میں بیان

قاری صاحب نے معلمات کو یہ لقب عطا فرمایا تھا کہ تم سبکو جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی خدمت نصیب ہے تم اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھو کہ سیدہ پاک فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے تم کو چنا ہے اور اکثر ہمیں قاری صاحب فرماتے کہ تم شکر ادا کیا کرو کہ تم سب سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی کنیزیں ہو سیدہ پاک کی کنیزیں ہونے کے ناطے اس جامعہ کی خدمت انجام دیتی رہو۔

قاری صاحب کا اپنا فرمان

فرماتے ہیں کہ میں جب بھی جامعہ سے جاتا ہوں تو شکرانے کے نوافل ادا کرتا ہوں۔ اکثر اوقات ہمیں فرمایا کرتے تھے کہ جب تم لوگوں سے کوئی مصیبت ٹل جایا کرے تو اللہ کا شکر ادا کیا کرو۔ ایک مرتبہ ظہر کے وقت ہم سب جامعہ میں نماز پڑھ رہی تھیں کہ شدید زلزلہ آیا اور اللہ تعالیٰ کی برکت سے سب ٹھیک رہے۔ دوسرے روز قاری صاحب نے ہم کو درس دیا اور یہ کہا کہ کل تم سے اللہ تعالیٰ نے مصیبت ٹال دی تم میں سے کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کیلئے شکرانے کے نفل ادا کیے ہیں تو جو لڑکیاں کھڑی ہوئیں قاری صاحب نے ان کو کتابوں کے تحائف دیے اور

دوسروں کو کہا جنہوں نے نفل ادا نہیں کیے تھے وہ بھی شکرانے کے نفل ادا کریں۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت پر تلقین

علماء کرام فرماتے ہیں کہ اے مسلمانوں اپنے بچوں کو صحابہ کرام اور اہل بیت سے محبت کرنے پر تلقین کرتے رہو۔ پھر ہمیں ہمارے ایمان کے بارے میں جنجھوڑا کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ سنایا کرتے تھے۔

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے ماں، باپ اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں''۔

یعنی تب تک کوئی ایمان والا ہو ہی نہیں سکتا جب تک حضور ﷺ سے زیادہ پیار کرنے والا نہ ہو۔ اور ہمیں اہل بیت کرام سے محبت کرنے کو کہتے تھے اور فرمایا کرتے اگر کوئی سیدزادہ نہ بھی ہو تو وہ اگر کہے میں سیدزادہ ہوں تو اس کی تعظیم کیلئے جھک جایا کرو۔ اس پر ایک واقعہ سنایا کرتے تھے۔

واقعہ: ایک بزرگ تھے اللہ والے وہ سیدزادوں کا بہت احترام کیا کرتے تھے ایک دن ایک شخص جو کہ سیدزادہ نہ تھا کہنے لگا بابا جی میں سیدزادہ ہوں۔ بابا جی نے کہا اچھا، پھر بابا جی اسے گھر لے گئے۔ اس شخص کی خوب خاطر تواضع کی اور سونے کیلئے اچھا بستر دیا اور جب صبح ہوئی اچھا کھانا عطا فرمایا۔ مہمان جو سیدزادہ بنا ہوا تھا اس نے کہا کہ اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ بابا جی نے اس کیلئے آٹے کی بوری دی اور وہ اسی طلب کے لیے سیدزادہ بنا ہوا تھا وہ ایک درخت کے پاس بنا تھا۔ بابا جی اللہ والے تھے وہ سب کچھ جان گئے کہ وہ کس لیے سیدزادہ بنا ہے۔

تو بابا جی نے اس کے آٹے کو اٹھایا اور پیچھے پیچھے چل دیا۔ وہ شخص کہنے لگا آپ رہنے دیں خود اپنا وزن اٹھا لیتا ہوں بابا جی نے کہا کہ نہیں میں آپ کا وزن خود اٹھاؤں گا اور جب راستے میں وہ درخت آیا تو بابا نے فرمایا اے بندے تو یہاں سے سیدزادہ بنا تھا یہاں تک تیری خدمت کرنا میرا فرض تھا وہ میں نے کر دی۔

اس واقعہ سے ہمیں نصیحت دینا مقصود تھی کہ دیکھو اس بزرگ صاحب کو بھی پتہ تھا کہ یہ سیدزادہ نہیں لیکن اس نے کہا کہ میں سیدزادہ ہوں تو پھر بھی اس کی تعظیم کیلئے جھک گئے۔

قاری صاحب خود سیدزادوں کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ اگر کوئی سیدہ زادی جامعہ میں پڑھنے کیلئے آتی تو اس کا بھی بہت احترام کیا کرتے۔ سب سے آگے اسے بٹھاتے ان کو تحفے

تحائف دیا کرتے تھے۔

رجسٹر میں سب سے پہلے ان کا نام لکھوایا کرتے تھے۔ اگر کوئی جامعہ میں سیدہ زادی ہوتی تو فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو یہ شرف عطا فرمایا کہ نبی پاک کی آل پاک کی بیٹی ہمارے پاس پڑھنے کیلئے آتی ہے۔

بے اجازت جن کے گھر جبرائیل بھی جاتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں عز و شان اہل بیت

(طالبات: سمیرا کوثر ولد اکبر علی، حافظ آمنہ شیرازی ولد ظفر اقبال، حافظ سعدیہ خوشی محمد ولد خوشی محمد، حافظہ طوبیٰ بشیر ولد بشیر احمد، معافیہ اکبر ولد اکبر علی، زیب النساء ولد محمد اصغر علی)

بحیثیت مثالی استاد

(مومنہ رزاق بنت محمد رزاق)

آج مجھے اپنے جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ناظم اعلیٰ و بانی محترم جناب قاری محمد حبیب قادری رضوی صاحب کے حالات زندگی کے چند اہم ترین امور کے متعلق لکھنے کا خوشگوار اور سنہری موقع ملا ہے جس میں کسی غنیمت سے کم نہیں سمجھتی کیونکہ جن الفاظ کو میں اپنے استاد محترم کی خوشنما سیرت اور پروقار اخلاق کیلئے اپنے ہاتھوں اور قلم کی زینت بنانے جا رہی ہوں وہ الفاظ سنہری قلم سے لکھنے کے قابل ہیں اور میں چاہتی ہوں کہ جب میں ان الفاظ کو لکھوں تو وہ الفاظ ہی رشک کریں کہ ہمیں ایک ایسے انسان کے متعلق استعمال کیا جا رہا ہے جو ہر لحاظ سے پابند شریعت، ادائیگی فرائض، احکام اللہ عزوجل والرسول ﷺ پاسداری حقوق جیسے سنہری اور قیمتی اصولوں پر عمل کرنے والا ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے جن میں سے بعض بڑے اخلاق کے ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان میں اچھی خصلتیں بھی موجود ہوتی ہیں اور بعض اچھے اخلاق کے ہوتے ہیں اور ان میں چند ایک ایسی خامیاں ہوتی ہیں جن کے باعث ہمارے دل ان کی طرف مائل نہیں ہوتے اور ہم سب اس بات سے آشنا ہیں کہ ہر انسان مکمل نہیں ہوتا لیکن قاری محمد حبیب قادری رضوی صاحب رحمت اللہ علیہ وہ مایہ ناز شخصیت ہیں جنہیں جو بھی جس لحاظ سے بھی دیکھے۔ ان میں کوئی خامی، خرابی، بداخلاقی جیسی صورت دیکھنے سے قاصر ہوگا کیونکہ نامکمل تو ہم جیسے عام لوگ ہوتے ہیں۔ اللہ عزوجل کے خاص، قیمتی اور مقرب بندے نہیں۔ یعنی اولیاء اللہ نہیں کیونکہ

اولیاء کا تو معنی ہی مددگار ہے تو جو اللہ کے دین کیلئے آگے بڑھے، جہاد کرے اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے اللہ کا کلمہ دین سربلند کرنے کیلئے کوشش کرے تو درحقیقت اللہ کا مددگار رہے تو جب کوئی نیک بندہ اللہ کے دین کیلئے اسکی مدد کرے تو پھر بھلا اللہ اسکی مدد نہ کرے ایسا ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ سب سے بہتر حمائتی اور مددگار ہے تو پھر اللہ عزوجل اسکی مدد یوں فرماتا ہے کہ اسے دین میں اور زیادہ سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے اور پھر اپنے فضل وکرم سے اس کو اس پر عمل کرنے کی بھی سعادت بخشتا ہے اور وہ دین کے تمام فرائض کو سمجھ لیتا ہے اور پھر اس پر عمل بھی کرتا ہے تو وہ آہستہ آہستہ عام انسان سے اولیاء اللہ بن جاتا ہے اور میں کہتی ہوں میں ہی نہیں بلکہ ہم سب معلمات اور متعلمات اور ہر وہ شخص جو قاری صاحب کے قریب تھا ان کو بے شک اولیاء اللہ مانتا ہے بوجہ یہ کہ وہ انسان کامل تھے۔

باعتبار استاد میں آپ کیلئے ان الفاظ کو زینت بخشتی ہوں ''استاد کا ادب شاگرد کیلئے کامیابی کی سیڑھی پر چڑھنے کا پہلا قدم ہے''۔ استاد اس شخص کو کہتے ہیں جس سے کسی قسم کا کوئی سبق پڑھا جائے یا کوئی درس سیکھا جائے اور وہ اصلاح نفس کے طریقے بتلاتا ہو اور معلمات اور متعلمات کی تربیت کرتا ہے اور انہیں ان کے موجودہ اور آئندہ آنے والے معاملات کے پیش نظر آگاہی دلاتا ہے تاکہ وہ زندگی کے ہر میدان میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکے اور قدم قدم پر کامیابی ان کے قدم چومے تو ایسے شخص کو میں اپنے نظریے اور سوچ کے مطابق استاد ہی کہلوانے کا درجہ دیتی ہوں اور یقیناً ایسا عظیم شخص استاد ہی ہوتا ہے۔

استاد اور شاگرد کا تعلق علم کی مضبوط بنیادوں پر ہوتا ہے۔ شاگرد علوم کو اپنے استاد سے لیتا ہے گویا کہ استاد ایک ایسا دریا ہے جس میں علم کا پانی موجیں مار رہا ہوتا ہے اور شاگرد اس دریا میں غوطہ لگا کر اس کی گہرائی اور گہرائی سے موتی، ہیرے اور جواہرات کو نکال کر اپنے دامن میں بھرتا ہے یا آپ استاد اور شاگرد کے رشتے کی مثال ایک چمنستان کی سی سمجھیں کہ استاد اس چمن کا روح رواں ہوتا ہے جس سے چمن کی رونق بحال ہوتی ہے اور شاگرد اس چمن کا ایک پھول ہوتا ہے۔ جس سے خوشبو پھیلتی ہے اور فضا علم کی خوشبو سے معطر ہو کر قلب وجگر کو سکون اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتی ہے۔ چمن کی آبادی پھول سے ہوتی ہے اور پھول کی اہمیت چمن کے مرہون منت ہے۔ گویا دونوں ایک دوسری کی پہچان ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح شاگرد استاد کی پہچان اور اس کی قابلیت کے عملی جوہر کا مظہر ہوتا ہے اور استاد شاگرد کی قابلیت کا جوہر اور اس کی استعداد کا منبع اور محور ہے۔ بقول

اقبال

شیخ مکتب ہے اک عمارت گر
جس کی صنعت ہے روح انسانی

جس طرح ہم سب اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ہمارے اساتذہ کرام ہمارے روحانی والدین کا درجہ رکھتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ والدین اپنی اولاد کو عرش سے فرش تک لانے کا ذریعہ بنتے ہیں جبکہ استاد اپنے شاگردوں کو فرش سے عرش اور آسمان کی بلندیوں تک لے جاتا ہے۔ والدین اگر انسان کے جسم کے مربی ہوتے ہیں تو استاد انسان کی روح کا مربی ہوتا ہے۔
بقول شاعر

منصف ان کو لے کر دار سے
تیز تر ہے برگ گل تلوار سے
گر سکھائے ہیں بادشاہی کے
میرے استادِ محترم نے مجھے

قاضی فخر الدین کہتے ہیں جو کہ ''مسرو'' شہر کے اماموں کے امام تھے۔ بادشاہ بھی ان کا بہت احترام کرتے تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں جو اس رُتبہ تک پہنچا ہوں اپنے استاد کے ادب و احترام اور خدمت کی وجہ سے پہنچا ہوں۔ میں نے اپنے استاد محترم کا تیس سال تک کھانا پکایا مگر کبھی ایک لقمہ بھی اس میں سے نہیں چکھا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ باادب...... بانصیب۔ ہم آج جس جس مقام پر ہیں اور ترقیوں کی راہوں پر گامزن ہیں یہ سب ہمارے استاد کی دن رات کی انتھک محنتوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے۔

ہمارے قاری صاحب

ہمارے قاری صاحب بہت اچھے تھے۔ وہ ہم سے بہت پیار کرتے تھے۔ انہوں نے ہمیں اپنی بیٹیوں کی طرح سمجھا۔ انہوں نے ہماری بہت اچھی تربیت کی۔ انہوں نے جامعہ میں سب بچوں کو ایک جیسا رکھا۔ جامعہ کا نظام بہت اچھی طرح سنبھالا۔ ہمیں جامعہ میں آنے سے پہلے دین اسلام کا کچھ بھی نہیں پتا تھا جب سے ہم جامعہ میں آئے ہیں ہمیں دین اسلام کا بہت علم ہوا ہے۔ والدین کا ادب واحترام اور اساتذہ اکرام کی عزت واحترام کا پتا چلا ہے۔ اس جامعہ سے

ہمیں بہت پیار ملتا ہے۔ ہمارے قاری صاحب ہمیں ہماری پڑھائی کے علاوہ درس بہت اچھی طرح دیتے تھے۔ نماز کی پابندی اور روزوں کی پابندی اور درود پاک کی فضیلت کے بارے میں بہت کچھ بتاتے تھے۔ ہماری قاری صاحب کو دین اسلام سے بہت محبت تھی۔ ہمیں اپنے گھر سے زیادہ اس جامعہ میں بہت پیار ملا ہے جب بھی کوئی یوم آتا مثلاً اولیائے کرام، صحابہ اکرام، اہل بیتِ اطہار، خلفائے راشدین کے بارے میں درس دیتے تھے۔ درس کے دوران کوئی سوال کرتے تو جواب دینے پر انعام سے نوازے تھے۔ ہر یوم کو بہت دھوم دھام سے مناتے تھے۔ ہم سے کوئی بھی غلطی ہوتی تو ہمیں بہت پیار سے سمجھاتے تھے۔

ہمارے قاری صاحب کے درس دینے کا انداز بہت ہی اچھا تھا۔ ہر لفظ کو بہت اچھی طرح سمجھاتے تھے چوری کرنے سے، جھوٹ بولنے سے، غیبت کرنے سے سخت منع کرتے تھے۔ قاری صاحب ہر بات میں ہمارا مشورہ ضرور لیتے تھے۔ جب بھی جامعہ سے کوئی بھی لڑکی پڑھ کر جاتی تو اس کو بہت اچھی طرح نوازتے تھے۔ چادر پوشی کا سلسلہ بہت دھوم دھام سے مناتے تھے۔ قاری صاحب ہماری ہر خواہش کو پورا کرتے تھے۔ ہمارے قاری صاحب نماز کے اور روزوں کے بہت پابند تھے اور وہ بہت بڑے عاشق رسول ﷺ تھے۔ سالانہ حاضری کے موقع پر انعامات سے نوازتے تھے۔ ہمارے قاری صاحب نے اپنی ساری زندگی دین کے کاموں میں بسر کی تھی۔ اللہ (عزوجل) ہمیں ہمارے قاری صاحب کی طرح زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قاری صاحب کو جنت الفردوس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس عطا فرمائے اور کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے اور ہمارے قاری صاحب کی قبر کو نور علی نور بنائے اور ان کے صدقے سے ہماری بھی بخشش و مغفرت فرمائے۔ (آمین)

(صوبیہ بنت امجد، سعدیہ بنت ممتاز، وردہ بنت ذوالفقار، اقراء
بنت رمضان، اریب بنت سلیم، لبنیٰ بنت صدیق، آمنہ بنت اسلم)

قابل تحسین شخص

(بنت لیاقت علی، بنت اللہ دتہ، بنت ظفر اقبال،
بنت غلام صابر، بنت باقر حسین طور)

الحمد لله رب العالمين والصلوة و السلام على
سيد المرسلين اما بعد فاعوذ با لله من الشطين الرجيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج مجھے ایسی ہستی پاک کے بارے میں خیالات کا اظہار کرنے کا موقع ملا ہے جو ہمارے تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ وہ خود ایک مثال تھے۔ میری مراد میرے استادِ محترم قاری محمد حبیب قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ میں انکے بارے میں کیا بیان کروں انکی تعریف میں الفاظ ہی نہیں ملتے۔ وہ ایسی وراء الوراء ہستی تھے کہ جو خود ایک تعریف تھے، خود ایک مثال تھے۔ انکی زندگی کا ہر ایک پہلو ہمارے لیے بہترین نمونہ، ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

بس میں اپنے ناقص علم کے مطابق انکے بارے میں بیان کرنے اور انکی زندگی کے کچھ پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتی ہوں اور اس کو اپنی سعادت اور اپنا اعزاز سمجھتی ہوں کہ مجھے انکی تعریف میں کچھ بیان کرنے کا موقع ملا ہے کہ وہ ایسی ہستی پاک تھے جو ہر وقت خدمت دین میں مصروف عمل رہتے تھے۔ جو ہر وقت ہر کسی کو دین کی طرف راغب کرتے تھے۔ کوئی بھی مجبور ہوتا اس کا کیسا ہی مسئلہ ہوتا اس کے مسئلے کو، اسکی مجبوری کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کرتے تھے اور انہوں نے ہی میری دین کی طرف رہنمائی فرمائی۔ دین کے مسائل سے آگاہ کیا اور دین پر عمل کرنے سے کیا کیا انعامات ملتے ہیں وہ بتائے۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت پاک کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی، انکی تعظیم وتوقیر سکھائی اور اس کی ترغیب دلائی۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی آل کی محبت کی ترغیب دلائی۔ آقا ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی محبت کی ترغیب دلائی۔ اولیاء اللہ کی محبت کی ترغیب دلائی اور بتایا کہ ان سے محبت کرنے سے کیا کیا اجر ملتا ہے اور ان سے عداوت رکھنے سے کیا کیا نقصان ہوتا ہے۔

انہوں نے بتایا کہ صرف اور صرف اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہی درست ہے اور باقی مسالک سب کہ سب باطل پر ہیں۔ انہوں نے نماز کی ترغیب دلائی۔ نماز کی پابندی کرنے والے کیلیئے انعامات کیا کیا ہیں اس کے بارے میں بتایا اور نماز کی پابندی کروائی۔ اور انہوں نے میری ایسی تربیت فرمائی ہے کہ جس کے بارے میں الفاظ ہی نہیں ملتے۔ بس اتنا ہی کہوں گی کہ لاجواب اور بے مثال تربیت فرمائی ہے اور میری خواہش ہے کہ ہر کسی کی ایسی ہی تربیت ہونی چاہیے

اور ان کی تربیت کی بدولت ہی پتا چلا کہ سیدہ کائنات، سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی عظمت ومقام کیا ہے۔ اور سادات کرام کا مرتبہ اور عظمت وفضیلت کیا ہے اور سیدہ پاک کے دامن رحمت میں رہنے کا سلیقہ کیا ہے اور انہوں نے اپنے درس وبیان کے ذریعے ہمیں بہتر زندگی

گزارنے کے گُر اور طریقے بتائے اور بتایا کہ زندگی کیسے گزاری جائے۔ انکی ہر ادا، ہر طریقہ ایسا تھا جو ہمارے لیے مشعل راہ اور زندگی گزارنے کیلئے بہترین نمونہ ہے۔ انہوں نے بس آقا علیہ الصلوۃ و السلام کی صحبت میں، انکی سنتوں پر عمل کرتے ہوئے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے کہ

''اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو نہ کچھ غم ہوگا اور نہ ہی کچھ خوف ہوگا۔ پس وہ لوگ ایمان والے اور متقی ہیں۔ (ترجمہ کنز الایمان)

میرے استاد محترم نے زندگی ایسے ہی گزاری جیسے قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے۔ وہ متقی بھی تھے، پرہیز گار بھی تھے، احکام شریعت پر عمل کرنے والے بھی تھے۔ سنتوں پر عمل کرنے والے بھی تھے۔

میں اپنی قسمت پر جتنا بھی ناز کروں وہ کم ہے کہ مجھے ایسی ہستی پاک سے علم حاصل کرنے کا موقع ملا جن کی زندگی میں کبھی بھی کوئی نماز قضاء نہ ہوئی۔ بس اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے ایسے استاد محترم سے علم حاصل کرنے کا شرف عطا فرمایا۔ بس میں یہی کہتی ہوں کہ میں نے جو علم ان سے حاصل کیا ہے۔ اس کے ذریعے میں نے بہت کچھ حاصل کیا ہے جو میں بیان نہیں سکتی۔ بس میں کہتی ہوں کہ اس کے ذریعے میں نے اپنے دین کو، اپنی دنیا کو اور اپنی آخرت کو سنوار لیا ہے۔

میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میرے استاد محترم کی قبر انور پر تا صبح قیامت اپنی رحمتوں، اپنی برکتوں، اپنے انوار وتجلیات کی برکھا برسائے اور جو کچھ انہوں نے مجھے سکھایا اسے یاد رکھنے کی اللہ تعالی توفیق عطا فرمائے۔ اور ایمان پر خاتمہ عطا فرمائے اور میرے استاد محترم کو جنت الفردوس میں آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا پڑوس عطا فرمائے۔ آمین۔

بجاہ النبی الکریم الامین صلی اللہ علیہ وسلم

ہاں زندہ ہیں

قاری صاحب کے تمام تر امور قابل فخر اور قابل تحسین ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کے ان مختصر ایام میں دین کی سربلندی اور کامیابی کیلئے سرتوڑ کوششیں کی۔ قاری صاحب کی تمام تر خوبیوں میں سے مجھے جو خوبی اچھی لگتی تھی وہ انکی سرکار دو عالم ﷺ سے عقیدت انکی سنتوں کو زندہ کرنے کی خواہش تھی۔ اسی ضمن میں انہوں نے اہل شہر کو جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے نام نامی اسم گرامی سے ایک منفرد جامعہ کا تحفہ دیا۔ ایسا جامعہ جسکی نظیر اس شہر میں نہیں ملتی۔ اس درس کی

تمام تر کامیابیاں انہی کی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔آج وہ خود اس دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں لیکن وہ آج بھی ہم میں زندہ و جاوید ہیں۔

انہوں نے اس درس کو اس قدر کامیابیوں سے ہمکنار کر رکھا تھا کہ اس کی کوئی مثال نہیں۔ایک ماں کی حیثیت سے میں خود اس درس پر بے حد یقین رکھتی تھی کیونکہ یہاں پر بھی بیٹیاں ایسے ہی محفوظ تھیں کہ جیسے گھر میں بیٹی کو تحفظ میسر ہوتا ہے۔

کیا بتاؤں کیا دیا اس عظیم انسان نے
زندگی گزارنے کا سلیقہ دیا اس عظیم انسان نے
خدا ایک ہے بچپن سے یہ سکھایا ماں باپ نے
خدا سے ملنے کا راستہ بتایا اس عظیم انسان نے
آقا سے عشق کرنا سکھایا اس عظیم انسان نے
نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ہیں ارکان اسلام
ان پر عمل پیرا ہونا سکھایا اس عظیم انسان نے
نہ الفاظ سے کر سکوں بیاں میں حال دل
مختصر سی بات ہے
مردہ جسم کو زندہ کر دیا اس عظیم انسان نے

(معلمہ: حناء عروج، کرامت علی، نبیلہ عمر حیات، عمر حیات)

تاریک ہوں راہیں تو یہی سلجھائیں
سرکار کے کرم سے یہ پردوں کو اٹھائیں
سوتے ہوئے دلوں میں یہ ہمت کو جگائیں
رہبر و ہمدرد ہوئے ایسے کہ سب کو نظر آئیں
بخت خوابیدہ یہاں آئیں قسمت آزمائیں
رہبر بھی یہ ہمدم بھی یہ غم خوار ہمارے
اساتذہ محترم یہ لوگوں کے معمار ہمارے

(معلمہ: فرح ناز۔غلام رسول)

کبھی اس شخص کے عیبوں کا چرچا ہو نہیں سکتا
بھرم جس کا نبی رکھے وہ رسوا ہو نہیں سکتا
حسین و مہ جبیں نازنین یوں تو بہت سے ہیں
مگر کوئی میرے استاد جیسا ہو نہیں سکتا
مگر تربیت میں کوئی حبیب جیسا ہو نہیں سکتا
(خراج عقیدت از معلمات جامعہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا للبنات سانگلہ ہل)

ہر اک قدم پہ آتی ہے قاری حبیب کی یاد
منزل کی راہ دکھاتی ہے قاری حبیب کی یاد
دل کی خلش بڑھاتی ہے قاری حبیب کی یاد
ڈھارس بھی دے کر جاتی ہے قاری حبیب کی یاد
پھیلا کے حسن سیرت و صورت کی روشنی
ذہنوں کو جگمگاتی ہے قاری حبیب کی یاد
از خود مہکنے لگتی ہے بزم تصورات
بے اختیار آتی ہے قاری حبیب کی یاد
قاری حبیب کے ہم سے جو وعدے وعید تھے
ان وعدوں کو نبھاتی ہے قاری حبیب کی یاد
اب وہ نہیں تو انکے بجائے ہمارے گھر
ہر روز آتی جاتی ہے قاری حبیب کی یاد
قدریں خلوص و صدق کی آتی ہیں سامنے
جب آئینہ دکھاتی ہے قاری حبیب کی یاد
ہو نظم جامعہ فاطمۃ الزھراء یا تعلیم قرآں
بے ساختہ رُلاتی ہے قاری حبیب کی یاد

مشکل کے آس پاس مشکل کا حل بھی ہے
سوچو تو یہ بتاتی ہے قاری حبیب کی یاد
کتنے ہی بھول جانے کے پہلو نکالیے
پہلو بہ پہلو آتی ہے قاری حبیب کی یاد
نازش کو ناز ہے انکی تعلیم و تربیت پر
ہر لمحہ جگمگاتی ہے قاری حبیب کی یاد

(معلمہ.......................نازش قاری بنت محمد شاہد)

جناب محترم حافظ قاری محمد حبیب قادری رضوی علیہ الرحمہ پر تعزیتی منظوم نذرانہ

(۱) اللہ پاک نے کرم تے فضل سیتی — بندا زندگی ایتھے گزاردا اے
اوہدے حکم باجھوں یارو کیہ دساں — کم چلے نہ کوئی سنسار دا اے
سو ورہیا دے ذہنی منصوبے — اک پل اندر بندا ہار دا اے
بخشنہار آزاد اے رب سچا — آپ کرے پیدا آپے ماردا اے

(۲) مرگیاں دے نال نہیں مرن ہوندا — ناہیں اُناں دے باجھو ہے جین ہوندا
ٹھوٹھا غم تے خوف دا مونہہ لگا — نہ ایہہ چھڈ ہوندا نہ ایہہ پین ہوندا
چولا صبر والا لیر و لیر ہو یا — نہ ایہہ لاہن ہوندا نہ ایہہ سین ہوندا
نکھوں زح آزاد جی کر لیندے — قاری ٹر جانا جے یقین ہوندا

(۳) رب سوہنے دی ذات سبحان اللہ — خالق رزاق مالک جہان والے
اوہ کلا تے لا شریک سوہنا — اُچے وصف تے وکھری شان والے
زندگی موت اولاد ہے ہتھو اُوہدے — ایہہ نقطہ جز ایمان دا اے
خاکی آبی فضائی مخلوق والا — آزاد ذمہ چاہا چین کھان دا اے

(۴) حافظ قاری استاد سی بہت قابل — کرم اوس تے خاص رحمان دا سی
کدی کسے توں نہیں ناراض کیتا — خاص وصف ایہہ اُس انسان دا سی
بڑی عزت عظمت توقیر پائی — ایہو خاص ایوارڈ یزدان دا سی
خش قسمت آزاد سی ویر قاری — جنہوں شہر علاقہ پیا جان دا ای

(۵) درس فاطمہ زہرہؓ دا اوہ ناظم — خدمت دین دی شوق دے نال کیتی
ایسی ہستی اوہ پیار محبتاں دی — جتھے ئے طہوری سی رج پیتی
خاص بات اوس درویش دی سی — جو حیات بیتی سوہنی یار بیتی

اپنے مشن توں رکھای سدا زندہ — کسے غیر پچھے نہیں نماز نیتی

(٦) ویزا زندگی دا جدوں ختم ہووے — سدا آ جاندا ایتھوں جان دا اے
کوئی شاہ غریب درویش ہووے — وس چلے نہ پہلوان دا اے
ساتھوں قاری حبیب ہے وچھڑ گیا — باغ ہویا ویران باغبان دا اے
ہر نفس چکھے ذائقہ مرگ والا — ایہہ حکم آزاد، یزدان دا اے

(٧) کجھ سال جنے زندگی ودھ جاندی — درس بچیاں دا ہور نکھار پاندا
کجھ علم نوں نواں عروج مل دا — الفت چاہت تے خوب پیار پاندا
بچیاں بیٹیاں دا مہربان ٹیچر — گل علم دے زیوری ہار پاندا
علمی باغ توں ہور کمال مل دا — ایس باغ دی آزاد بہار پاندا

(٨) جہڑا اللہ دا ہوئے درویش یارو — اوہدی تھوڑ تے کم نہیں مک جاندی
اوہدا تقوی صبر مضبوط ہوندا — لالچ توتھ دی شاخ ہے سک جاندی
اللہ سوہنے دی بارگاہ وچ اوہدی — دھوتی ادب تھیں ہور ہے جھک جاندی
اوہدے سارے لباس تے نظر مارو — آزاد سادگی چ غربت لک جاندی

(٩) اوہدی سنگت قضا تے توڑ دتی — رشتہ مک گیا ایس جہان دا اے
الفت چاہت محبت دا سی پیکر — ہر بندا ای ایہہ گل جان دا اے
جنتی حوراں نے اوہدی اڈیک رکھی — اوہ مہمان جا تو ہر مسلمان دا اے
نبی نوری دی بہت آزاد رحمت — قاری حبیب، قاری قرآن دا اے

(١٠) اس توں ملکاں نے کہہ حساب لینا — اٹھے پہر باوضو سی رہن والا
سچی پیڈی پکی گل تائیں — بڑے احسن طریقہ تھیں کہن والا
علم والیاں مفتی خطیباں کول — بڑے سوق ذوق تھیں بہین والا
کسے ویلے ازمیش جے سیر آئی — مرداں وانگ سی آزاد سہن والا

(١١) نہراں دُھد شہد دیاں وگن جتھے — اتھوں رب نے جنت دا نام دتا
سونے چاندی یاقوت دے محل جتھے — ایہ پتہ اے خیرالانام دتا
اوتھے رہن والے اک دوجے تائیں — خیریت نال اے کہہ سلام دتا
نیک عملا دا اجر عظیم سوھنا — اللہ پاک نے آزاد پیام دتا

(۱۲) اللہ سوھنیا! قاری حبیب تائیں -- جنت وچ توں اعلیٰ مقام دیویں
تیرے نوری قرآں دا اوہ قاری • اھنوں پڑھن لئی نوری کلام دیویں
تنگی کوئی نہ اوس دے پیش آوے دور کرتوں ستم آلام دیویں
ایتھے بخشش وی آزاد دعا ہووے اہتھوں ساڈا پونچا سلام دیویں

(لکھاری......ایم اے آزادکھوکھر......سانگلہ ہل)

الافادات

غازی اہلسنت مظہر محدث اعظم عالم باعمل حضرت علامہ ابوالحبیب
محمد بشیر احمد حنفی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ گلستان غازی اہلسنت گوجرانوالہ

بندہ سرکار بھی عجیب تھا قاری حبیب
رضا کا خدمت گار بھی عجیب تھا قاری حبیب
مفتی اعظم کے فیضان سے تھا مالا مال
لو رضا کی بارگاہ میں قریب تھا قاری حبیب
پاسبان شان و عظمت سرور کون و مکاں
صدق دل سے محافظ و رقیب تھا قاری حبیب
بشیر تیرے شیخ محدث اعظم کا یہ فیض ہے
فیض رضا پایا جو تو اور عجیب تھا قاری حبیب

سب سے پہلے ہدیہ تبریک بحضور حضرت حبیب ملت

غلام حبیب کبریا آہ جاتا رہا
عاشق خیرالوریٰ آہ جاتا رہا
جس کے دم قدم سے تھی بہار
وہ بہار جاں فزاں آہ جاتا رہا
عشق مصطفیٰ میں سرشار تھا صبح و مسا
شیدائے سنت مصطفیٰ آہ جاتا رہا
داغ مفارقت دے گیا حبیب ملت
یمین دست ضیاء آہ جاتا رہا
مجدد دین ملت قاری قرآں تھا
معلم دین شاہ ہدا آہ جاتا رہا
فیضان محدث اعظم سے خوب تھا مزین
ترجمان مسلک رضا آہ جاتا رہا
سنیت غم زدہ نڈھال ہے شاہد رضا
کہوں کیا کیا آہ جاتا رہا
محسن اہل سنت مبلغ دین ملت
کشتہ عشق مصطفیٰ آہ جاتا رہا
مطلع کی طرح شاہد رضا مقطع بھی کہو
غلام حبیب کبریا آہ جاتا رہا

☆